A

اِنَّ الَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا ط

—: سوانحِ حیات :—

حضرت بابرکت شیخ المشائخ غوث زماں الحاج شاہ محمد تیغ علی قادری
آبادانی، فریدی، اقدس سرہٗ العزیز المسمّٰی بہ اسم تاریخی

مظاہر قطب الانام

۱۳ ھ ۸۰

—— المعروف بہ ——

انوار قادری

—— مُصَنِّفہٗ ——

جامع علوم ظاہری و باطنی، واقف رموز خفی و جلی حضرت حافظ شاہ
محمد حنیف صاحب قادری آبادانی فریدی حمیدی تیغی علیہ الرحمہ

—— مرتبہٗ ——

جناب مولوی شاہ محمد علاء الدین صاحب طالبؔ القادری علیہ الرحمہ

زیر اہتمام:- مولانا شاہ محمد علی براہیمی سجادہ نشین خانقاہ آبادانیہ آستانہ عالیہ شریف

میں فقیر محمد حنیف قادری تیغی خلیفۂ اول حضرت شیخ المشائخ صوفی شاہ الحاج محمد تیغ علی قادری آبادانی سرکار سرکاہی شریف علیہ الرحمتہ والرضوان - عزیزم مولوی شاہ محمد علی براہیمی سے سجادہ نشین خانقاہ آبادانیہ سرکاہی شریف کو صمیم قلب کے ساتھ اس امر کی اجازت دیتا ہوں کہ وہ میری تمام تصانیف سلسلہ کی اشاعت و تبلیغ کی غرض سے چھپوائیں اور شائع کریں ان کے علاوہ کسی کے لئے بھی ہماری طرف سے اس بات کی اجازت نہیں ہے - میں دعا کرتا ہوں کہ عزیز موصوف سلسلہ کے ذریعے سلسلہ کی برکتوں کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہو - اور چہار دانگ عالم میں میرے سرکار کے فیضان کا ڈنکا بجتا رہے - جو حضرات میری کتابوں کا مطالعہ کریں ان سے میری التماس ہے کہ وہ میرے حق میں نجات اخروی اور رضائے مولیٰ اور خوشنودئ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دعا کرتے رہیں۔

گواہ شد - ارشد القادری — میں نے اس تحریر کو پڑھوا کر سنا اور دستخط کی
مہتمم مدرسہ فیض العلوم جمشید پور — خادم الفقراء والحفاظ فقیر محمد حنیف
گواہ - خادم احمد رضا قادری — غفرلہ المولی القدیر
مقام بھمن گواں پوسٹ اورائی ۔ ۲۳ ربیع الثانی ۱۴۰۵ھ

نحمدہٗ ونصلی علی حبیبہ الکریم

امابعد:- اجازت و خلافت و سجادگی سلسلہ قادریہ آبادانیہ فریدیہ کی جس طرح مجھے مرشد طریقت الحاج الشاہ محمد تیغ علی قبلہ قادری آبادانی فریدی مجیبی علیہ الرحمہ سے پہونچی ہے میں نے محب الفقراء شاہ محمد علی بابو قادری تیغی خانقاہ آبادانیہ تیغیہ سرکاہی شریف قابل پور منظفرپور کو دی - انہیں چاہیئے کہ طریق مذکور میں لوگوں کی بیعت لیا کریں - اور جو اوراد و اشغال کہ انہیں مجھ سے پہونچی ہے لوگوں کو تعلیم و تلقین کیا کریں - اور مجھے اپنی دعاؤں میں یاد کیا کریں - وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر الانبیاء محمدن المصطفیٰ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین -

دعاگو

العبد فقیر محمد ابراہیم قادری تیغی عفی عنہٗ
خانقاہ آبادانیہ تیغیہ سرکاہی شریف
قابل پور، منظفرپور

۷۸۶
۹۲

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

امابعد! برادران اسلام وعزیزان طریقت وحلقہ بگوش سلسلۂ تیغیہ کو چاہئے کہ میرے قائم مقام جانشیں بابو شاہ محمد علی سلمہٗ کو یاد کیا کریں و سلسلہ میں داخل ہونے و بیعت حاصل کرنے کے لئے انہیں کو پسند کیا کریں میں نے ان کو اس کا اہل و لائق سمجھ کر اپنا قائم مقام اور جانشیں بنا دیا ہے۔ مولیٰ تعالیٰ ان کو اپنی محبت و عشق اور اپنے پیارے محبوب کی محبت و عشق و علم لدنی کی دولت سے مالا مال فرمائے و عمر دراز عطا فرمائے آمین! مجھے بہت خوشی ہوگی کہ میری اس نصیحت پر وابستگان سلسلہ تیغیہ عمل کریں گے۔

بابو شاہ محمد علی سلمہٗ سجادہ نشیں کو چاہئے کہ خانقاہ شریف و مدرسہ و مال و تمامی اہل و عیال و سلسلہ کی خدمت اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق کیا کریں۔ و تمامی سلسلہ اپنے دعاؤں میں مجھے یاد کیا کریں۔ آمین۔ والحمد للہ رب العٰلمین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ و اصحابہ اجمعین۔

دعاگو
العبد فقیر محمد ابراہیم قادری تیغی عفی عنہٗ
خانقاہ آبادانیہ سرکاہی شریف، مظفرپور

نگاہ اولیں

"انوار قادری" حضرت شیخ المشائخ غوث زماں الحاج شاہ محمد تیغ علی قادری آبادانی فریدی مجیبی علیہ الرحمۃ والرضوان کے حالات و واقعات، ارشادات و ملفوظات پر مشتمل حضرت حافظ شاہ محمد حنیف صاحب قبلہ قادری آبادانی فریدی حمیدی، تیغی علیہ الرحمہ کی شاہکار تصنیف ہے جو ۱۳۸۰ھ میں شائع ہوئی اور اسے خاطر خواہ مقبولیت حاصل ہوئی،

اس کا دوسرا ایڈیشن احباب کی فرمائش پر شائع کیا جا رہا ہے۔ امید کہ مریدین و متوسلین و معتقدین اس سے مستفید ہوں گے۔

دعاگو
فقیر شاہ محمد علی براہیمی
سجادہ نشین خانقاہ آدانیہ سرکاہی شریف
ڈاکخانہ قابل پور، وایا کانٹی، ضلع مظفرپور
بہار - انڈیا

۶ ربیع الاول ۱۴۱۶ھ
۳ اگست ۱۹۹۵ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

• از حضرت مولانا مولوی محمد شمس الحق قادری مجیبی بلیاوی امام و خطیب جامع مسجد جنگل

الحمد للہ رب العلمین الذی اکرم من شاء من عبادہ الصّٰلحین بکرامات وخوارق عادات ھی من جملۃ معجزات انبیاءہ المرسلین الدالۃ علیٰ صِحَّتِہٖ دِیْنِہٖ المبین والصلوٰۃ والسلام علیٰ افضل النبیین و المرسلین وسید الخلق اجمعین سیدنا محمدؐ الصّادق الامین المکین الذی اتاہ اللہ من المعجزات وحدہ اکثر ممّا اتیٰ جمیع الانبیاء والمرسلین واکرم اولیاء امتہ بکرامات اوفر مما اکرم بہ جمیع الاولیاءٔ السابقین ۔

امّا بعد ! دنیا کے تقریبًا تمام اہل علم وفضل اور ارباب فکر ونظر اس امر میں متفق ہیں کہ نبوت و رسالت کے بعد ولایت ایک زبردست عطیۂ قدرت اور بیش بہا انعام الٰہی ہے۔ نبوت کی طرح سراسر وہبی تو نہیں کہی جا سکتی۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ مرتبۂ ولایت کے لیے قدرت اپنے مخصوص بندوں کو منتخب کرتی اور ــــ انھیں کے دل میں اپنے خفی اسرار، اپنی معرفت اور محبت کا بیج بوتی ہے ۔ یہی قلوب

سرچشمۂ فیوض و برکات ہوتے ہیں۔ جو آگے چل کر اپنے قدسی انفاس و روحانیت سے ایک دنیا کو سیراب کرتے ہیں۔ جس خوش نصیب بندہ کو مولیٰ تعالیٰ اپنی طرف جذب کرتا ہے اور اس کو علم معرفت سے مالا مال کرنا چاہتا ہے۔ اس کی فطرت میں روزِ اوّل ہی سے نیکی، شرافت، عفت، عصمت اور پاکیزہ روی ودیعت فرماتا ہے۔ یہی فطری اَمَانَتْ حقیقتاً اس بندہ کو سعی واکتساب، جہد و ریاضت، بندگی اور عبادت کی طرف رہبری کرتی ہے، ولایت ایک نعمت عظمیٰ اور زندہ جاوید کمال ہے جس کو ہرگز فنا و زوال نہیں۔ ظاہر بیں نگاہیں جو اس راہ سے سراسر ناواقف ہیں یا جن کو فطرتِ انسانی کی مخفی رجحانات اور لامحدود امکانات سے خبر نہیں۔ وہ دیکھتی ہیں کہ یہ حاصل شدہ سرمایہ کمال باہر سے آیا ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ ذوقِ طلب کی تشنگی، اضطراب اور بے قراری خود اس بات کا پتہ دیتی ہے کہ سرچشمۂ فیوض و برکات ابلنے کے لیۓ آمادہ ہے۔ صرف تھوڑی سی کاوش کی ضرورت ہے۔

ابتداءً خود صاحب کمال اپنی استعداد مخفی سے بے خبر رہتا ہے مگر

بالکل بے حس نہیں ہوتا۔ ہر انسان کو آغاز شعور سے اپنے جبلی اور فطری مذاق کے موافق ایک ناقابل بیان خلش یا طلب، بے چینی، یا بیقراری محسوس ہوتی ہے۔ لطف ربانی وکرم رسالت پناہی نے دستگیری فرمائی کسی مرد کامل کا دامن ہاتھ آگیا تو عشق ربانی کا یہی شرارہ شعلہ افشاں ہو جاتا ہے اور ایک عالم کے تیرہ وتار قلوب کو نور ایمان وعرفان سے لبریز کر دیتا ہے۔ فالحمد للہ رب العلمین ۔

زیر نظر کتاب جس کے دیباچہ کے لکھنے کا فقیر کو شرف حاصل ہوا (اگرچہ فقیر اس کا اہل نہ تھا) ایک ایسی ہستی کی سوانح حیات ہے جس کے متعلق بلامبالغہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ صحیح معنی میں یہ گرانقدر ذات فنافی اللہ اور فنافی الرسول کے مصداق اور بلاشبہ دور حاضر کے شیخ وولی کامل اور مرشد برحق تھے۔ میری مراد حضرت شیخ المشائخ غوث زماں **الحاج شاہ محمد تیغ علی** قادری آبادانی مجیبی مظفرپوری رحمۃ اللہ علیہ کی بابرکت ذات ہے۔

فقیر کاتب الحروف کو حضرت شیخ قدس سرہٗ سے ایک نسبت تھی اسی نسبت کی برکت سے فقیر پر غایت لطف وکرم فرماتے، بسا اوقات خلوت وجلوت سفر وحضر میں فقیر کو اپنی معیت کا شرف بخشتے۔ صف اخیار میں آپ کا مقام بہت بلند تھا اور ممتاز حیثیت کے مالک تھے۔ زہد واتقا، تواضع وانکساری، عبادت وریاضت آپ کا شیوہ تھا۔ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سخت پابند تھے۔ یہاں تک

کہ آپ کا کوئی قدم سنت کے خلاف نہیں اٹھتا۔ اگر اپنی مجلس میں کوئی عمل خلاف سنت دیکھتے تو اس پر ٹوکتے اور اصلاح فرمادیتے غرضیکہ آپ علم وعرفان کے پیکر اور رشد وہدایت کے مجسمہ تھے۔ آسمان ولایت کا یہ آفتاب ضلع مظفرپور کے ایک چھوٹے سے موضع گوریارہ سے طلوع ہوا۔ رفتہ رفتہ اس کی نوربار کرنیں پورے ملک میں پھیل گئیں اور لاکھوں تاریک اور مردہ دلوں کو زندگی اور معرفت سے منوّر ومجلّیٰ کر دیا۔ یہ خورشید ہدایت وعرفان اپنی پوری تابانی سے عرصہ تک چمکتا رہا اور بے شمار بندگان خدا اس کی روشنی سے مستفید ہوتے رہے بالآخر یکم ربیع الثانی ۱۳۹۱ھ کی شب کو اس آفتاب ہدایت کو ہمیشہ کے لیے ابر رحمت نے اپنے دامن میں چھپا لیا اور اسی دن کی سہ پہر کو یہ گنجینۂ علم ومعرفت گریہ وبکا کی دلدوز اور مغموم فضاؤں میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ افسوس ع

آں قدح بشکست وآں ساقی نماند

آپ کے واصل بحق ہونے کے بعد آپ کی سوانح حیات ترتیب دینے کے لیے مریدین ومعتقدین کے ہر طرف سے شدت سے تقاضے شروع ہو گئے تاکہ سرکار علیہ الرحمۃ کی زندگی میں جس طرح ان کی ذات سے ہم مستفید ومستفیض ہوتے رہے اسی طرح ان کے واصل الی اللہ ہونے کے بعد ان کے غیر فانی اور زندہ جاوید کارنامے ہماری ہدایت کے لیے مشعل راہ بنیں۔

اس سلسلہ میں ہماری نگاہیں کسی لائق اور قابل ہستی کی تلاش وجستجو کی طرف اٹھیں۔ بالآخر سرکار قدس سرہٗ کے خلیفۂ اجل حضرت علاّمہ حافظ شاہ محمد حنیف صاحب دامت برکاتہم القدسیہ کو یہ اہم خدمت سپرد کی گئی اور حضرت حافظ صاحب موصوف نے بعونہٖ تعالیٰ نہایت عرق ریزی اور جگر کاری سے اس اہم فریضہ کو بحسن و خوبی ادا فرمایا اور آج حضرت کی مکمل سوانح عمری کتاب کی شکل میں ہمارے سامنے موجود ہے۔ فجزاہ اللہ خیرالجزاء یاد رہے کہ کتاب انتباہ الطالبین، ھدایۃ المریدین اور اعراس قادری جو کئی بار چھپ کر شائع ہو چکی ہیں ان کے مصنف بھی حافظ صاحب ہی ہیں میری دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ ان کے علم و عمل میں برکت عطا فرمائے اور عمر میں برکت عطا فرمائے (آمین)

آخر میں عزیز محترم مولانا شاہ محمد علاء الدین صاحب طالب القادری کا شکریہ ادا کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ انہوں نے اس کتاب کی ترتیب و تبویب میں حضرت مصنف علام کی کافی اعانت فرمائی۔ مولا تعالیٰ ان کے کاموں میں برکت عطا فرمائے۔ آمین

فقیر کاتب الحروف نے یہ جو کچھ عرض کیا، محترم بزرگ حافظ صاحب قبلہ کے ارشاد کی تعمیل تھی۔ ورنہ یہ عاجز فقیر ہرگز اس قابل نہ تھا۔ اسی ضمن میں حضرت مصنف مدظلہ کا حکم یہ بھی تھا کہ اس مبارک مجموعہ کا نام تم ہی تجویز کرو۔ لہٰذا فقیر پرتقصیر نے اس کا مبارک نام انوارِ قادری رکھا۔ مولائے کریم اسکو شرف قبولیت عطا فرمائے آمین

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا و مولینا محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین

خویدم العلماء

فقیر محمد شمس الحق قادری بلیاوی غفرلہٗ

مقیم چنگیل ضلع ہوڑہ

الرقوم:

یکم مارچ ۱۹۶۰ء مطابق ۲ رمضان المبارک ۱۳۷۹ھ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الۡقَوِیِّ الۡمَتِیۡنِ الَّذِیۡ قَالَ فِیۡ کِتَابِہِ الۡمُبِیۡنِ
یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ
عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَاَوۡلِیَاۗءِ اُمَّتِہِ الطَّیِّبِیۡنَ
الطَّاہِرِیۡنَ
اَجۡمَعِیۡنَ

اَمّا بَعد

یہ مختصر رسالہ مشتمل بر سوانح حیات شیخنا و مرشدنا حضرت بابرکت محبوب الاولیاء غوث زماں الحاج شاہ محمد تیغ علی قادری آبادانی، فریدی، مجیبی، قدس اللہ سرہ مع دیگر ارشادات مفیدہ ہدیۂ ناظرین اہل سلسلہ و ہم مشربان غیر اہل سلسلہ کیا جاتا ہے کہ بہ تحوائے عند ذکر الصالحین تنزل الرحمۃ باعث نزول رحمت حضرت رحمٰن عم نوالہٗ و حصول فیضان حضرت سبحان جل جلالہٗ ہو۔ مولا تعالیٰ اسے قبول فرمائے اور مسلمانوں کو حضرت محبوب الاولیاء غوث زماں قدس سرہٗ
کے نقش قدم پر چلنے کی
توفیق بخشے آمین
ثم آمین !!

ولادت

حضرت بابرکت آفتاب ولایت سراج ہدایت شیخ المشائخ محبوب الاولیاء غوث زماں الحاج الشاہ محمد تیغ علی قادری مجددی آبادانی فریدی مجیبی مظفرپوری قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت اپنے آبائی وطن موضع گوریارہ ضلع مظفر پور (جو آستانہ عالیہ سرکاہی شریف سے دو میل دکھن واقع ہے) میں سنہ ۱۳۰۰ ہجری میں ہوئی

بچپن کے حالات

(حضرت مرشدی و مولائی الحاج شاہ محمد تیغ علی قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ)

آپ کے بچپن کے تمام اہم واقعات تو معلوم نہ ہو سکے اور نہ اس وقت کوئی ایسا انتظام ہی تھا کہ آپ کے حالات قلم بند کئے جاتے جس سے کچھ پتہ چلتا۔ لیکن بعض اوقات آپ کی دادی معظمہ جو تذکرۃً آپ کے بچپن کے واقعات ناچیز سے بیان فرماتیں۔ ان سے پتہ چلتا ہے کہ قدرت نے آپ کو ولی مادر زاد پیدا کیا۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپ کہیں باہر تشریف لے گئے تھے اور یہ ناچیز آپ کے آبائی وطن گوریارہ میں مقیم تھا۔ دادی جان مرحومہ اور اماں جان مرحومہ دونوں موجود تھیں۔ آپ کا ہی تذکرہ ہو رہا تھا کہ دادی صاحبہ مرحومہ نے فرمایا۔

بابو حافظ جی! تمہارے پیر صاحب کی حالت میں کیا بیان کروں، جبکہ وہ میری گود میں ناسمجھ بچے تھے ایک روز آنگن میں اپنے زانو پر انھیں بٹھا کر کسی کام میں مشغول تھی کہ دفعتاً وہ میرے زانو سے اتر کر مکان کے اندر چلے گئے۔ میں نے سمجھا کہ شاید بستر پر جا کر سو گئے ہیں۔ کچھ دیر کے بعد جب کام سے فارغ ہوئی اور مکان کے اندر گئی تو کیا دیکھتی ہوں کہ آپ ایک گوشے میں دوزانو بیٹھے ہوئے انگلیوں پر گن رہے ہیں۔ جیسے لوگ تسبیح کے دانے شمار کرتے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ بابو کیا کر رہے ہو؟ فوراً اٹھ کھڑے ہو گئے اور سر نیچا کر کے دروازے پر چلے گئے۔

یونہی ایک دفعہ میں کھانا پکا رہی تھی۔ اور یہ میرے نزدیک چولہے کے پاس کھڑے تھے۔ پھر خود ہی وہاں سے مکان کے اندر چلے گئے اور گوشہ میں دوزانو بیٹھ کر سر آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے شہادت کی انگلی سے آسمان کی طرف اشارہ کر رہے تھے۔ یکایک میں کوئی چیز لانے کے لیے مکان کے اندر گئی اور چہار چشمی ہو گئی فوراً اٹھ کھڑے ہو گئے۔ میں نے پوچھا بابو ایسا کیوں کرتے ہو؟ سر نیچا کئے پھر دروازے کی طرف چلے گئے۔ اپنی نادانستگی کی وجہ سے میں خوف زدہ ہو گئی کہ خدا جانے بچے کو کیا ہو گیا۔ ایسی حرکتیں کیوں کرتا ہے۔ اکثر میں پوچھتی کہ بابو کہو تو کچھ دیکھتے بھی ہو۔ وہی سر نیچا کر کے مسکرا دیتے۔ اکثر رات دن میں جب انھیں گود میں لے کر بچھاون پر میں سو جاتی اور مجھے نیند آجاتی تو چپکے سے اٹھ کر میرے پاؤں کو چومتے اور ہاتھ کو تلوے سے مل کر اپنے چہرے پر پھیرتے۔ یہاں تک کہ میں بیدار ہو جاتی

ان کی ان حرکات کو دیکھ کر میں ہمیشہ ہراساں رہتی کہ خدا جانے یہ لڑکا ایسی حرکتیں کیوں کرتا ہے۔ مگر بابو یہ آج تک تمہارے سوا یہ راز میں نے کسی سے نہیں کہا۔ جب کچھ سمجھ دار ہوئے اور کچھ بول چال کرنے لگے۔ اسی وقت سے میں دیکھتی کہ طہارت کا بہت خیال رکھتے۔ پیشاب کرنے کے بعد جیسے سیانے لوگ کلوخ لیتے ہیں یہ بھی ویسا ہی کرتے۔ سن شعور ہی سے شرم و حیا داری غایت درجہ تھی۔ کھیل کود، گالی گلوج کی طرف جیسا کہ اکثر بچوں کی عادت ہوتی ہے۔ کبھی مائل نہ ہوئے بلکہ جب کبھی کسی لڑکے کے ساتھ ہوتے اور اس کی زبان سے فحش کلام سنتے تو بہت نفرت کرتے اور فوراً اس کا ساتھ چھوڑ دیتے۔ غرض کہ بچپن ہی سے بزرگی کے آثار نمایاں تھے ؎

بالائے سرش ز ہوشمندی
می تافت ستارۂ بلندی

یہ سب باتیں کرتے ہوئے دادی صاحبہ مرحومہ کی آنکھوں میں آنسو بھر آیا اور فرمانے لگیں:-

بابو حافظ جی! اب میری سمجھ میں آیا کہ میرے نصیب بڑے اچھے تھے کہ ایسا ہونہار ولی لڑکا میری کوکھ میں پیدا ہوا اور میری گود میں پرورش پائی

یونہی جس زمانے میں آپ مولوی سبحان علی صاحب سے ابتدائی کتابیں پڑھ رہے تھے۔ ایک روز مولوی صاحب ممدوح حضرت داتا کمبل شاہ صاحب

رحمۃ اللہ علیہ (جو مظفرپور میں بہت مشہور مجذوب بزرگ گزرے ہیں) کی زیارت کے لیے جانے کو تیار ہوئے تو آپ کے قلب میں بھی داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کا ذوق پیدا ہوا اور مولوی صاحب سے آپ نے عرض کیا کہ حضور! میں بھی زیارت کے لیے چلوں گا۔ مولوی صاحب نے فرمایا بہت اچھا چلو، غرضکہ مولوی صاحب آپ کو ہمراہ لے کر داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی قیام گاہ پر مظفرپور پہنچے۔ سردی کا موسم تھا۔ داتا صاحب باہر دھوپ میں ایک چٹائی پر بیٹھے ہوئے تھے۔ صاحب سلامت کے بعد داتا صاحب نے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ، مولوی صاحب تو بیٹھ گئے مگر آپ نہایت ادب سے ہاتھ باندھے نیچی نگاہ کئے کھڑے رہے۔ داتا صاحب بار بار آپ کو نگاہ اٹھا کر دیکھتے اور مسکراتے۔ پھر مولوی صاحب سے داتا صاحب نے پوچھا کہ کس غرض سے آئے ہو؟ مولوی صاحب نے عرض کیا شرف نیاز حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوا ہوں، داتا صاحب نے فرمایا، اچھا تو ملاقات ہو گئی، اب جاؤ! مولوی صاحب نے عرض کیا حضور! میں قدم چوموں گا۔ داتا صاحب نے فوراً پاؤں پھیلا دیا۔ مولوی صاحب نے قدم بوسی کی۔ معاً آپ نے بھی سر ان کے قدم پر رکھ دیا، بعدہٗ مولوی صاحب نے پوچھا کہ حضور معرفت کس کو کہتے ہیں؟ داتا صاحب نے پوچھا، تمہارا نام کیا ہے؟ مولوی صاحب نے کہا، سبحان علی، داتا صاحب نے فرمایا — "سبحان علی کو پہچانو! اور آپ کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھا اور فرمایا "ناجی"؟ آپ نے اثبات میں سر ہلا کر پھر سر نیچا کر لیا۔ پھر دونوں حضرات سلام کر کے چلے آئے۔

داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بار بار آپ کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھنا اور مسکرا کر یہ فرمانا "ناجی"؟ پھر سر مبارک جھکا لینا، اس بات کی کھلی ہوئی دلیل ہے کہ داتا صاحب نے اپنے نور باطنی سے آپ کو تاڑ لیا اور سمجھ گئے کہ یہ ہونہار لڑکا عنقریب منازل سلوک کے طے کر کے یکتائے روزگار اور عارف باللہ ہونے والا ہے جب ہی تو معرفت کے اس معرکۃ الآرا مسئلہ کے جواب میں آپ کی تائید چاہی۔ بلکہ اس ضمن میں آپ کی ولایت کی تصدیق کی۔

آپ کے اخلاق کریمانہ کی وجہ سے اسی وقت سے بستی کے اپنے بیگانے چھوٹے، بڑے سب گرویدہ ہو گئے اور آس پاس کے ہندو مسلم، مرد عورت، دوست دشمن سب آپ کا احترام کرتے۔

تعلیم

یہ تو نہیں معلوم ہو سکا کہ آپ کی بسم اللہ کب ہوئی اور کن بزرگوار نے کرائی۔ لیکن زیادہ تر ابتدائی تعلیم آپ نے جناب مولوی سبحان علی صاحب مرحوم متوطن مقام ہرپور بچھیا (جو آپ کے آبائی وطن گوریارہ سے متصل پورب جانب واقع ہے) سے پائی۔ مولوی صاحب ممدوح علم فارسی کے بہت بڑے ماہر اور استاد وقت تھے۔ جس روز آپ مولوی صاحب موصوف کے حلقہ تلمذ میں داخل ہوئے سراپا خادم بن گئے۔ مولوی صاحب موصوف آپ کی خدمت اور عادات و خصائل کو دیکھ کر نہایت متاثر ہوئے اور آپ کی محبت غایت درجہ ان کے قلب میں پیدا ہو گئی۔ نہایت محبت و شفقت سے

آپ کی تعلیم میں مصروف رہے۔ آپ کے عادات وخصائل کے مداح صرف مولوی صاحب ہی نہیں تھے بلکہ ہر پور مچیا کے کل چھوٹے بڑے مرد وزن نے جو اس کم سنی میں آپ کی نیک چلنی اور عادات کریمہ کو دیکھا تو سب آپ کو عزت واحترام کی نظروں سے دیکھنے لگے۔ علی الخصوص ضعیفہ عورتیں جہاں کہیں آپ کو دیکھتیں نہایت ہی پیار سے آپ کو پکڑ کر دست شفقت آپ کے سر پر پھیرتیں اور بلائیں لیتیں۔ دعائیں دیتی تھیں۔ آپ ادب کے ساتھ انھیں سلام کرتے اور چلے آتے۔ غرضکہ قرآن مجید اور اردو فارسی کی ابتدائی کتابیں باقاعدہ آپ نے مولوی صاحب ممدوح سے پڑھیں۔ بعدہٗ اپنے عم محترم جناب اکبر علی صاحب مرحوم کے ہمراہ کلکتہ تشریف لے گئے۔ انھوں نے آپ کو بغرض تعلیم مدرسہ عالیہ میں داخل کر دیا۔ جناب مولانا مولوی محمد حنیف صاحب جو علاقہ تھانہ مہوا ضلع مظفر پور کے باشندہ تھے ان دنوں مدرسۂ عالیہ میں مدرس تھے۔ انھیں کے حلقۂ درس میں آپ شامل ہوئے۔ مولینا موصوف بھی آپ کی پیشانی سے بزرگی کے آثار نمایاں دیکھ کر نہایت متاثر ہوئے اور کمال شفقت ومحبت کے ساتھ درس دینے لگے۔ فارسی کی باقی کتابیں گلستاں، بوستاں، اخلاق محسنی، مالابدمنہ بہارعجم، انشائے خلیفہ باقاعدہ ان سے پڑھیں۔ پھر عربی کا شوق پیدا ہوا تو درجہ عربی میں داخل ہوئے اور نہایت محنت وجاں فشانی سے عربی پڑھنے لگے مگر افسوس کہ ابھی کتابیں تمام نہیں ہوئی تھیں کہ آپ کے والد بزرگوار کا انتقال ہوگیا اور آپ کے عم محترم نے آپ کو مکان بھیج دیا۔ مکان آنے کے بعد

لوازمات خانہ داری نے ایسا مجبور کیا کہ چار ونا چار تعلیم کا سلسلہ ختم کر دینا پڑا اور اس طرح آپ کی تکمیل ظاہری نہ ہونے پائی۔ اب آپ مکان ہی پر رہنے لگے۔ اور کاشت کاری کرانے میں مصروف ہوگئے چند ہی سال کے بعد آپ کے عم محترم نے آپ کو کلکتہ بلا لیا اور طلب معاش میں لگایا مگر چونکہ کتب بینی کا شوق ابتدا ہی سے تھا لہٰذا دن کو تو موقع نہیں ملتا۔ لیکن رات میں بعد نماز عشا جب سب لوگ سو رہتے، آپ کتب بینی میں مشغول ہو جاتے، درسیات کی وہ تمام کتابیں جو پڑھ چکے تھے، سلسلہ وار ان کا مطالعہ کرتے۔ ان کے علاوہ دینیات کی اور دوسری کتابیں بھی مطالعہ میں رہتیں۔ حتیٰ کہ علوم ظاہری میں بھی آپ کامل تھے

جس زمانہ میں آپ مولوی سبحان علی صاحب مرحوم سے ابتدائی کتابیں پڑھ رہے تھے، اس وقت کا ایک دل چسپ واقعہ یہ ہے کہ مولوی صاحب موصوف اردو کے چھوٹے چھوٹے جملے طلبار کو لکھا دیتے کہ فارسی میں ان کا ترجمہ کریں۔ ایک روز مولوی صاحب موصوف نے لڑکوں کو حکم دیا کہ اس جملہ کی فارسی بناؤ۔ "ڈھنڈورا شہر میں لڑکا بغل میں" طلبار نے اپنی اپنی استعداد اور فہم کے مطابق اس کی فارسی بنائی مگر حضرت سرکار قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا ترجمہ فرمایا اور خوب فرمایا "خدا نزد است می جوید لصحرا" مولوی صاحب نے جب آپ کی کاپی پر نگاہ ڈالی اور اس جملہ کا یہ محققانہ ترجمہ فرمایا تو فرط مسرت سے جھوم اٹھے اور فرمایا کہ بلاشبہ یہ ہونہار لڑکا مستقبل قریب میں یکتائے روزگار اور دانائے اسرار پروردگار ہونے والا ہے۔

بیعت طریقت

ہمارے سرکار قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اندر بچپن ہی سے غیر معمولی روحانی تڑپ موجود تھی اور ذکر الٰہی کا بے حد شوق و ولولہ تھا۔ چنانچہ جس وقت آپ مولوی سبحان علی صاحب مرحوم سے ابتدائی تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ اسی زمانے میں مولوی صاحب موصوف سے خواہش ظاہر کی کہ مجھے کوئی تعلیم ذکر فرمایا جائے۔ چونکہ مولوی صاحب ممدوح بھی ایک کامل ولی کے مرید اور اذکار و اشغال کے پابند تھے آپ نے چند اذکار جلالی کی تعلیم آپ کو فرمادی۔ جن کو آپ بلاناغہ پابندئ وقت کے ساتھ کرتے رہے اور ذکر الٰہی کی لذت سے حظ روحانی حاصل کیا کرتے یہی وجہ تھی کہ آپ کمسنی ہی میں روحانی اوصاف سے متصف ہو چکے تھے مگر اس کے ساتھ ہی کسی ایسے ولی کامل کی تلاش و جستجو میں برابر رہا کرتے کہ جن کے دامن کرم سے وابستہ ہو کر ذوقِ معرفت کی پیاس بجھا سکیں "جوئندہ یابندہ" ملازمت کے سلسلے میں جب آپ کلکتہ میں رہا کرتے تھے۔ اتفاق سے اسی زمانے میں جد طریقت حضرت مولانا شاہ سمیع احمد صاحب مونگیری رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ پنجم[۵] اعلیٰ حضرت عظیم البرکت زبدۃ العارفین قدوۃ السالکین سرکار اعظم حافظ شاہ فریدالدین آروی قدس سرہٗ العزیز رونق افروز کلکتہ ہوئے اور محلہ بری پاڑہ میں قیام فرمایا۔ جب آپ کو معلوم ہوا کہ مونگیر کے ایک بہت بڑے کامل بزرگ تشریف لائے ہیں اور محلہ بری پاڑہ میں

رونق افروز ہیں۔ تو شوقِ زیارت آپ کے قلب میں پیدا ہوا۔ بعد نماز مغرب اپنی قیام گاہ سے روانہ ہوئے اور بری پاڑہ پہنچکر شرف زیارت بہرہ ور ہوئے۔ اور دست بوس ہو کر باادب کھڑے ہو گئے اور دادا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک نگاہ بھر کر دیکھا اور فرمایا "بیٹھ جاؤ" دادا صاحب نے پوچھا "کہو بابو! کہاں مکان ہے؟ کدھر چلے ہو؟ آپ نے عرض کیا کہ "حضور مکان تو مظفرپور کے علاقے میں ہے۔ یہاں چتو بستی (کلکتہ کا ایک محلہ ہے) میں رہتا ہوں۔ آپ کی خدمت میں زیارت کے لیے حاضر ہوا ہوں"۔ دادا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ کچھ پڑھے بھی ہو؟ آپ نے سرگزشت بیان کی کہ "حضور! میں یہیں مدرسہ عالیہ میں تعلیم حاصل کر رہا تھا کہ میرے والد محترم کا انتقال ہو گیا اور خانہ داری نے مجھے مجبور کر دیا، اس لیے تعلیم کا سلسلہ ترک کر دینا پڑا۔ پھر پوچھا کہ "کہاں تک تعلیم پائی ہے۔ آپ نے زیر درس کتابوں کا نام بتلایا۔ دادا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فوراً دست شفقت سر مبارک پر پھیرا اور فرمایا۔ سبحان اللہ، ماشاء اللہ خوش رہو، کتابیں مطالعہ میں رکھو، فَاللّٰهُ خَيْرٌ حَافِظًا وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ معاً سارے جسم میں سنسنی پھیل گئی۔ اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ آپ نے عرض کیا "حضور! مجھے اپنی غلامی میں داخل کر لیا جائے"۔ غرض کہ دادا صاحب نے شرف بیعت سے سرفراز فرما کر تعلیم سلسلہ آبادانیہ فریدیہ کی عطا فرمائی اور فرمایا کہ جاؤ پھر کل شام کو بعد نماز مغرب یہاں آکر حلقے میں شامل ہونا۔ آپ وہاں سے واپس ہو کر قیام گاہ پر تشریف لا رہے تھے کہ اثنائے راہ میں ایک مجذوب صاحب کسی

طرف سے سامنے آگئے اور یہ شعر پڑھتے ہوئے سامنے سے نکل گئے ؎

نرگس اندر باغ حیراں از نگاہ مست تو
چشم آہو در بیاباں از نگاہ مست تو

ہاں جی! مردوں کا یہی کام ہے۔ آپ چند لمحہ خاموش کھڑے رہے۔ پھر اپنی قیام گاہ پر تشریف لائے اور کھانا کھاکر بستر پر سوگئے۔ اسی رات میں سلسلہ کے چند بزرگوں کی زیارت سے شرفیاب ہوئے دوسرے روز بعد نماز مغرب پھر پیر و مرشد کی خدمت میں حاضر ہوکر حلقے میں شریک ہوئے بعد اختتام حلقہ آپ نے شب گذشتہ کا خواب اور اثنائے راہ میں مجذوب فقیر کا سامنے سے شعر مذکور پڑھتے ہوئے گذرنے کا حال بیان فرمایا۔ دادا صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت خوش ہوئے اور دعائیں دیں۔ اب ہر روز اپنی قیام گاہ چونبستی سے بری پاڑہ (تقریباً چار میل کے فاصلہ پر ہے) بعد نماز مغرب پیادہ پاجاتے اور حضرت پیر و مرشد کے حلقۂ ذکر میں شریک ہوتے اور نماز عشا ادا فرماکر اپنی قیام گاہ پر واپس آجاتے۔ اب پوری توجہ کے ساتھ آپ ریاضت و مجاہدہ میں مشغول ہوگئے۔ جن اذکار و اشغال کی تعلیم آپ کو ہوتی۔ نہایت مستعدی و خوش اسلوبی اور پابندئ وقت کے ساتھ ادا فرماتے۔ ذوق شوق اور محنت و ریاضت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ ایک نشست میں بارہ بارہ ہزار نفی اثبات حبس دم کے ساتھ کرتے اور ایک حبس میں ایکہزار نفی اثبات بلا تکلف ادا فرماتے۔ کثرت اذکار کے سبب جسم شریف اور پائے مبارک میں لرزہ پڑجاتا تو آپ رسی سے پائے مبارک کو محکم باندھ لیتے اور ریاضت و

مجاہدہ فرماتے، ترک نہیں کرتے۔ کبھی ایسا ہوتا کہ حبس چڑھ جاتا تو آپ دو دو تین تین روز بے ہوش رہتے۔ آواز آپ کی نہایت موزوں تھی۔ اذکار آپ اس عمدگی اور سوز دل کے ساتھ ادا فرماتے کہ سننے والے پر کیفیت طاری ہو جاتا۔ حضرت دادا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو آپ کے اذکار کی موزونیت نہایت پسند تھی۔ اکثر مریدان حلقہ بگوش سے فرماتے کہ میاںجی[*] کی آواز نہایت موزوں ہے۔ تم لوگ بھی ان کی آواز کو اخذ کرو۔

ہنگام ریاضت میں بڑے بڑے واقعات آپ کی ذات گرامی سے بطور خرق عادات صادر ہوا کرتے جن کے دیکھنے اور جاننے والے ہنوز موجود ہیں جو انشاء اللہ اپنے مقام پر تحریر کئے جائیں گے۔

یہ واضح رہے کہ حضرت مرشدنا قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیعت اس وقت حاصل کی تھی جبکہ حضرت دادا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عمر شریف کا آخری دور تھا چنانچہ دادا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کلکتہ کو آخری بار خیرباد کہہ کر اپنے وطن مالوف خانپور ضلع مونگیر کو مراجعت فرمائی اور وطن پہنچ کر آپ نے داعئ اجل کو لبیک کہا۔ کلکتہ سے روانہ ہوتے وقت حضرت سرکار قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر رقت طاری ہوگئی۔ اور روتے ہوئے آپ نے عرض کیا کہ حضور! اب اس غلام کو کیا حکم ہوتا ہے؟ حضرت دادا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھوں میں بھی آنسو بھر آیا اور آپ کے سر مبارک پر دست شفقت پھیرا اور ہاتھ پکڑ کر فرمایا گھبراؤ نہیں، اطمینان رکھو، اور عارف باللہ حضرت شاہ مولا علی لعل گنجی قدس سرہٗ العزیز کی طرف (جو دادا صاحب علیہ الرحمۃ کے خلیفہ دوم تھے) اشارہ کیا اور فرمایا کہ تم ان کے پاس آتے جاتے رہو گے،

[*] حضرت سرکار قبلہ کو حضرت دادا صاحب علیہ الرحمۃ پیار سے میاںجی کہا کرتے تھے چنانچہ ابتداءً آپ اسی نام سے مشہور تھے۔

تمہاری تکمیل سلوک انھیں سے ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ اور دعا کے لیے ہاتھ اٹھا کر تمام حاضرین سے دعا کرائی اور تشریف لے گئے۔

حضرت سرکار قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی قیام گاہ پر تشریف لائے مگر اپنے شیخ کی مفارقت سے بہت ہی مضطرب اور بے چین تھے۔ شام کے وقت بعد نماز مغرب حسب الحکم اپنے پیر و مرشد حضرت مولیٰ علی شاہ لعل گنجی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پروانہ وار حاضر ہو کر ان کے حلقۂ ذکر میں شریک ہوئے۔

یہاں پر کچھ مختصر حالات حضرت مولیٰ علی شاہ لعل گنجی رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کر دینا بھی مناسب ہے تاکہ ناظرین اور منتسبین سلسلۂ آبادانیہ کو واقفیت حاصل ہو جائے۔ وھو ہذا

مختصر حالات

واقف اسرار خفی و جلی حضرت شاہ مولیٰ علی لعل گنجی
قدس سرہ العزیز

آپ تھانہ لعل گنج ضلع مظفر پور کے باشندہ تھے۔ کلکتہ میں صباغی کی دکان تھی۔ علم ظاہری سے بالکل ناآشنا امی محض تھے۔ کلکتہ ہی میں جد طریقت حضرت مولانا شاہ محمد سمیع صاحب مونگیری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت طریقت حاصل کی اور مشق سلوک میں مشغول ہوئے۔ روز اول ہی جب

پاس انفاس کی تعلیم آپ کو ملی فوراً باطن کا انکشاف ہو گیا اور کیفیت طاری ہو گئی۔ جب سکون ہوا تو کچھ عالم انکشاف میں نظر آیا تھا۔ اپنے پیر و مرشد سے بیان کیا۔ پھر اسی رات میں سلسلہ آبادانیہ کے کل بزرگوں کی زیارت سے عالم رویا میں مشرف ہوئے۔ ریاضت و مجاہدہ کا وہ حال تھا کہ جس کا اندازہ وہی حضرات کر سکتے ہیں جو ان کے فیض صحبت سے مشرف ہوں۔ خود اس فقیر نے مرض الموت میں دیکھا حالانکہ وہ وقت نہایت ہی نازک تھا اور گوریارہ حضرت سرکار قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دولت کدے پر مقیم تھے۔ حضرت سرکار قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حجرۂ شریف میں بستر تھا اور حضرت سرکار قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود اس دالان میں تشریف رکھتے تھے جو کنویں سے پورب زلزلے کے بعد بنایا گیا تھا۔ ایک روز بعد نماز مغرب حجرہ شریف سے کوئی چیز لانے کا حکم ہوا۔ جب یہ فقیر حجرہ کے قریب پہنچا تو کواڑ بند تھا۔ جب کواڑ کھولا تو دیکھا آپ دو زانو بیٹھے ہوئے نفی اثبات ضربی بڑے شد و مد کے ساتھ کر رہے ہیں۔ حالانکہ بظاہر نشست و برخاست کی طاقت باقی نہ تھی۔ میں نے عرض کیا کہ حضور! یہ کیا کر رہے ہیں؟ مرض میں اشتداد پیدا ہو جائے گا۔ فرمایا کہ "اچھا بابو! اب چھوڑ دیتا ہوں۔" یہ کہہ کر لیٹ گئے۔ میں نے کہا حضور! سر میں تیل مالش کر دوں؟ فرمایا کہ "ہاں! ضرورت تو ہے" اچھا میاں جی (حضرت سرکار قبلہ) کو بھیج دیجئے۔ حضرت سرکار قبلہ سے جا کر میں نے عرض کیا کہ "حضور! دادا صاحب یاد فرماتے ہیں" آپ فوراً اٹھ کر وہاں سے حجرے میں تشریف لے گئے اور کواڑ بند کر لیا۔ اب آگے

اللہ عزوجل ہی بہتر جانتا ہے کہ خلوت میں دونوں بزرگوں کے درمیان کیا کیا باتیں ہوئیں، انہوں نے کیا کہا اور آپ نے کیا سنا۔ انہوں نے کیا دیا اور آپ نے کیا لیا۔ جب آپ حجرہ شریف سے نکل کر دالان میں تشریف لائے تو آپ کی دونوں آنکھیں پُرنم تھیں۔ بھائی بقریدن صاحب سے آپ نے فرمایا کہ ذرا حجرے میں جاکر حضرت کے سر میں تیل مالش کر دو۔ دوسرے روز آپ کو موضع محمد پور جناب حافظ شاہ نور محمد صاحب کے مکان پر پہنچا دیا گیا۔

بہرکیف اگرچہ آپ امی محض تھے مگر انشراح صدر وانکشاف باطن اس اس درجہ تھا کہ تصوّف کے ادق سے ادق مسائل کو اس شرح وبسط سے بیان فرماتے کہ علماء ومشائخ ششدر رہ جاتے۔ دلائل اور حوالہ جات میں اکثر قرآن پاک کی آیتیں، کہیں حدیث شریف کے ٹکڑے اور کہیں آثار صحابہ واقوال بزرگان سلف مولانا جلال الدین رومی علیہ الرحمۃ کی مثنوی اور شیخ سعدی شیرازی و حافظ شیرازی وغیرہم کے اشعار پیش کرتے[1]۔

[1] جیسے فرمایا اللہ عزوجل نے اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰہُ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ فَھُوَ عَلٰی نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّہٖ ؕ تو کیا وہ جس کا سینہ کھول دیا اللہ نے وہ اپنے رب کی طرف سے نور پر ہے۔ یعنی اس کو قبول حق کی توفیق عطا فرمائی یقین اور ہدایت پر۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ آیت تلاوت فرمائی تو صحابہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! سینہ کا کھلنا کس طرح ہوتا ہے۔ فرمایا جب نور [illegible] میں داخل ہوتا ہے تو وہ کھلتا ہے اور اس میں

(باقی اگلے صفحہ پر)

خلاصہ یہ کہ آپ نے ۱۳۱۵ھ میں بیعت طریقت حاصل کی اور بہت تھوڑے عرصے میں راہ سلوک طے فرماکر اپنے مرشد سے خرقۂ خلافت واجازت حاصل کیا۔ بپاس ادب آپ نے اپنے مرشد کی حیات میں پیری مریدی کا سلسلہ جاری نہیں فرمایا بلکہ جو طالب حق بغرض بیعت حاضر خدمت ہوتا۔ آپ اس کو تعلیم وتلقین سے سرفراز فرماتے۔ جب آپ کے پیر ومرشد تشریف لاتے تو ان کے دست حق پرست پر بیعت کرا دیتے۔ بعد وفات اپنے مرشد کے رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری فرمایا۔ حضرت سرکار قبلہ قدس سرہٗ اکثر سفر وحضر میں آپ کی خدمت میں رہتے۔ ہزاروں آپ سے مرید ہوئے، آپ سے سلسلہ آبادانیہ، فریدیہ کو بہت فروغ ہوا۔ مزاج جلالی واقع ہوا تھا۔ حق گوئی آپ کا خاص جوہر تھا۔ آپ نے اپنی حیات ہی میں ایک عالی شان مقبرہ لعل گنج میں تعمیر فرمایا تھا۔ بعض مخالفین نے کچھ اعتراضات کئے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے اپنی طبیعت اور خواہش سے یہ مقبرہ تعمیر نہیں کرایا بلکہ مجھے نشان دے کر نقشہ بتایا گیا اور مقبرہ تیار کرنے کا حکم ملا۔ آخر ۱۳۵۴ھ ۹ رمضان المبارک کو آپ نے وصال فرمایا اور اسی مقبرے میں دفن ہوئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن آپ نے چار خلفاء اور ایک مجاز چھوڑے۔ جن کے اسماء گرامی یہ ہیں:-

وسعت ہوتی ہے۔ صحابہ نے عرض کیا، اس کی کیا علامت ہے۔ فرمایا، دار الخلود کی طرف متوجہ ہونا اور دار الغرور دنیا سے دور رہنا اور موت کے لیے اس کی آمد سے قبل آمادہ ہونا ۱۲

(اول) حضور پرنور حضرت مرشدی الحاج شاہ محمد تیغ علی صاحب قدس سرہٗ
(دوم) جناب حافظ شاہ نور محمد صاحب محمد پوری سجادہ نشین
(سوم) جناب شاہ رمضان علی خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ مقام اردل ضلع گیا
(چہارم) جناب شاہ میر عبدالرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ بالی گنج (کلکتہ)
(پنجم) جناب شاہ غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ مقام بہاری ضلع مظفرپور

ان کو بیعت و ارشاد اور اجازت بیعت اپنے مرشد حضرت شاہ مولیٰ علی لعل گنجی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل ہے۔ لیکن دستار خلافت آپ کے مرشد کے انتقال کے بعد ان کے سجادہ نشین جناب حافظ شاہ نور محمد صاحب نے باندھا۔
فی الحال صوفی شاہ عبدالحمید صاحب تیغی القادری سجادہ نشین خانقاہ کی دیکھ بھال کر رہے ہیں

مشقِ سلوک و خدمتِ مرشد

حضرت سرکار قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے پیر و مرشد حضرت مولانا شاہ محمد سمیع احمد صاحب مونگیری رحمۃ اللہ علیہ کے کلکتہ سے مونگیر مراجعت فرمانے کے بعد آپ کی وصیت کے مطابق سنہ ۱۳۱۹ھ میں واقف اسرار خفی و جلی حضرت شاہ مولیٰ علی لعل گنجی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقۂ مسترشدین میں داخل ہوئے۔ اور ان کی زیر تربیت پوری مستعدی کے ساتھ کسب باطن میں مشغول ہو گئے۔ دن بھر اپنے کاروبار میں مصروف ہوتے اور شام کو بعد نماز مغرب روزانہ حضرت شاہ صاحب موصوف کے حلقے میں حاضر ہو کر عشاء تک ریاضت شاقہ کیا کرتے بعد نماز عشاء اپنی قیام گاہ پر آتے اور کھانا کھا کر تھوڑی

دیر آرام فرماتے، پھر رات کے پچھلے پہر بستر سے اٹھ جاتے اور ضروریات سے فارغ ہو کر وضو کر کے نماز تہجد ادا فرماتے اور فوراً قیام گاہ پر آجاتے اور باقی اوراد و وظائف پورا کر کے فاتحہ خوانی و ایصال کرتے پھر ناشتہ چائے سے فارغ ہو کر کسب معاش میں لگ جاتے۔ آپ کی کثرت ذکر اور محنت و ریاضت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایک نشست میں بارہ بارہ ہزار نفی اثبات چہار ضربی اور لطائف ستہ کے ہر ایک مقام پر بارہ بارہ ہزار اسم ذات حبس دم کے ساتھ کرتے۔ غرض کہ آپ اپنے پیر و مرشد حضرت مولانا شاہ محمد سمیع احمد صاحب مونگیری رحمۃ اللہ علیہ کی حیات تک اسی طرح تمام اذکار و اشغال کی مشق فرماتے رہے۔

سنہ ۱۳۳۲ھ میں جب آپ کے پیر طریقت مولانا شاہ محمد سمیع احمد صاحب مونگیری رحمۃ اللہ علیہ نے داعی اجل کو لبیک کہا (انا للہ وانا الیہ راجعون)، تو آپ کی فرقت سے آپ کے قلب و جگر مبارک کو سخت ٹھیس پہنچی اور اب آپ نے کاروبار دنیا کو یک قلم ترک کر کے مستقل طور پر حضرت شاہ مولیٰ علی لعل گنجی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہنا شروع کیا اور مشق سلوک اور خدمت مرشد میں ہمہ تن مصروف ہوئے۔ خود کو موافق کالمیت بین یدی الغسال بالکلیہ اپنے مرشد (حضرت مولا علی شاہ لعل گنجی علیہ الرحمۃ) کو سونپ دیا۔

آپ نے اپنے مرشد کی جیسی خدمت کی اب اس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔

رات کو جب شاہ صاحب قبلہ بستر پر سونے جاتے۔ آپ پہلے ان کے سر میں تیل مالش کرتے پھر بدن دبانے لگ جاتے، جب تک وہ چھوڑنے کو نہیں فرماتے۔ آپ پوری مستعدی کے ساتھ یہ خدمت انجام دیتے۔ جب اس سے فرصت ہوتی اور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سو جاتے، آپ ریاضت میں لگ جاتے اور اذکار قلبی ولسانی نہایت سوز وگداز اور محنت سے کرتے کچھ دیر آرام فرماتے اور پھر تہجد کے وقت بیدار ہو جاتے۔ پہلے حضرت شاہ صاحب قبلہ کو وضو کراتے۔ اس کے بعد آپ وضو کرتے اور حضرت شاہ صاحب قبلہ کے ساتھ تہجد کی نماز پڑھتے۔ پھر دونوں حضرات شغل نوری میں مصروف ہو جاتے۔ یہاں تک کہ فجر کی اذان ہوتی اور دونوں بزرگوار مسجد جاکر نماز باجماعت ادا فرماتے۔

کسی رات کو ایسا بھی ہوتا کہ حضرت شاہ صاحب کا بدن دبانے لگ جاتے اور انھیں گہری نیند آجاتی۔ تو آپ حسب دستور دباتے ہی رہ جاتے یہاں تک کہ پچھلی رات میں جب ان کی آنکھ کھلتی اور آپ کو خدمت میں موجود پاتے تو بہت دعائیں دیتے۔ صبح کو بعد نماز فجر حضرت شاہ صاحب قبلہ حلقہ میں مریدین ومسترشدین کی تعلیمات کی دیکھ بھال کرتے اور آپ ان کے ناشتے چائے کی تیاری میں لگ جاتے۔ جب حلقہ ختم ہوتا پہلے ان کو ناشتہ کراتے۔ اور اپنا پس خوردہ جو وہ عنایت فرماتے۔ اس کو نعمت غیر مترقبہ سمجھ کر آپ تناول فرمالیتے۔ اس کے بعد حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کی صباغی کی دکان میں لگ

جاتے اور پوری تندہی کے ساتھ کام کرتے ہوتے مگر دھیان ہر آن اپنے مرشد کی جانب رکھتے۔ تصفیۂ قلب کا یہ عالم تھا کہ حضرت شاہ صاحب قبلہ کو جب بھی کوئی ضرورت پیش آتی فوراً آپ کے قلب پر القا ہوتا اور آپ خدمت کے لیے حاضر ہو جاتے۔ حضرت شاہ صاحب قبلہ پان کے بہت عادی تھے۔ جب کبھی پان کا پیک منہ میں بھر جاتا اور اگالدان نزدیک نہ ہوتا تو آپ فوراً سمجھ جاتے اور کام چھوڑ کر دوڑ پڑتے اور اپنے دونوں ہاتھوں میں لیکر احتیاط سے کہیں ایک طرف ڈال دیتے۔ دیکھنے والے آپ کی خدمت وریاضت شاقہ کو دیکھ کر انگشت بدنداں ہوتے، در حیرت سے کہتے کہ اتنی مشقتوں کا بار اٹھانا میاں جی ہی کا کام ہے سچ ہے ؎

ہر کہ سیمائے راستاں دارد
سر خدمت برآستاں دارد

آپ عبادت وریاضت میں سخت سے سخت محنت سے کبھی نہ گھبرائے۔ روحانیت کی جانب آپ کے اس غیر معمولی رجحان طبع نے حضرت شاہ صاحب قبلہ کو خاص طور پر آپ کی جانب متوجہ کرلیا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ حضرت شاہ صاحب قبلہ آپ سے بے حد محبت فرمانے لگے۔

حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کی نظروں میں آپ کی کس قدر قدر و منزلت تھی اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ حضرت شاہ صاحب قبلہ

اکثر فرمایا کرتے تھے جو میاںجی کا نہیں وہ میرا نہیں۔ میاںجی کا دوست میرا دوست اور ان کا دشمن میرا دشمن۔ غرضکہ حضرت شاہ صاحب قبلہ کی غیر معمولی نوازشات نے آپ کو مختصر عرصے میں مرد کامل کا درجہ عطا فرما دیا اور آپ سے عجیب و غریب واقعات ظہور میں آنے لگے ؎

سائیں نظر جو پھیریاں تو بیری ملک تمام
ایک نظر جو سائیں کریں تو لاکھوں کریں سلام

خرقۂ خلافت و اجازت بیعت

حضرت سرکار قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب واقف اسرار خفی و جلی حضرت شاہ مولیٰ علی لعل گنجی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اور ریاضت کرتے ہوئے پورے بائیس سال ہو گئے اور آپ کی روحانی تعلیم پایۂ تکمیل کو پہنچ گئی تو حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بتاریخ ۲۰ جمادی الآخر ۱۳۴۱ھ بمقام خانپور ضلع مونگیر اپنے پیر و مرشد حضرت مولانا شاہ محمد سمیع احمد صاحب مونگیری رحمۃ اللہ علیہ کے عرس شریف کے موقع پر مجمع عام میں اپنے دست حق پرست سے آپ کے سر مبارک پر دستار خلافت باندھا اور آپ کا ہاتھ پکڑے ہوئے مزار اقدس پر لے گئے اور عرض کیا کہ لیجئے جو حضور کا حکم تھا، اس کی تعمیل کر کے حاضر خدمت کر دیا اب حضور کو اختیار ہے۔

حضرت سرکار قبلہ جب کبھی اس کا تذکرہ آتا تو فرمایا کرتے کہ اس وقت

وہ بات میری سمجھ میں آئی کہ حضرت پیر و مرشد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کلکتہ سے جاتے وقت فرمایا تھا کہ تم انھیں (حضرت شاہ مولیٰ علی لعل گنجی) کے پاس آتے جاتے رہو گے۔ تمہاری تکمیل سلوک انھیں سے ہوگی۔

پھر اسی وقت سے رشد و ہدایت کا سلسلہ شروع ہوا اور آپ ہمہ تن ہدایت خلق اللہ میں مصروف ہوئے۔ لوگ جوق در جوق آپ کے دست حق پرست پر بیعت کرنے لگے۔ خلافت کے دوسرے سال جب آپ خانپور اپنے پیر و مرشد کے عرس میں تشریف لے گئے رات کو بعد اختتام مجلس سماع جب سب لوگ سو گئے آپ مزار اقدس پر حاضر ہوئے اور مراقبہ میں بیٹھ گئے۔ عالم انکشاف میں دیکھا کہ مزار پاک سے پردہ ہٹا ہوا ہے اور حضرت دادا صاحب رحمۃ اللہ علیہ اندر سے بہت سے چھوٹے بڑے صندوقچے نہایت خوشی خوشی آپ کو عنایت فرما رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں لو میاںجی یہ سب میں تمہیں دیتا ہوں اور آپ لے لے کر برادر طریقت محمد سلیمان شاہ محمد پوری (جو اس وقت آپ کی خدمت میں رہا کرتے تھے) کو دے رہے ہیں اور فرما رہے ہیں "سلیمان ان سب کو جمع کرو" خلاصہ یہ کہ حضرت شاہ مولیٰ علی نور اللہ مرقدہٗ نے اپنے شیخ و مرشد کی وصیت کے مطابق آپ کی تکمیل سلوک فرما کر ان کے حوالے کر دیا اور حضرت دادا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جو نعمت باطنی خانقاہ قادریہ آبادانیہ فریدیہ کی سینہ بہ سینہ چلی آتی تھی آپ کو عنایت فرما دی۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک

سنہ ۱۳۴۹ھ میں آپ اپنے جد طریقت اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت سرکار اعظم حافظ شاہ فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پاک کی زیارت کے لیے آرہ تشریف لے گئے۔ اس وقت خانقاہ فریدیہ کے سجادہ نشین حضرت مولانا مولوی حافظ شاہ محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ انہوں نے بڑے احترام کے ساتھ آپ کا استقبال کیا۔ دو روز آپ نے وہاں قیام فرمایا۔ حضرت حافظ صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ نے خرقۂ خلافت و اجازت سلسلۂ عالیہ قادریہ، مجددیہ، آبادانیہ فریدیہ کی عنایت فرما کر آپ کو رخصت کیا۔ اجازت نامہ کی نقل درج ذیل ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

۸ اردسمبر سنہ ۱۹۳۰ء

۲۶ رجب المرجب سنہ ۱۳۴۹ھ
از آستانہ عالیہ فریدیہ میر گنج آرہ

جناب شاہ تیغ علی صاحب مظفر پوری ساکن موضع گوریارہ جو جناب شاہ محمد سمیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہیں بفضلہ تعالیٰ ان کی تعلیم پوری ہوگئی ہے اور بہت ہی کاسب آدمی ہیں اور لائق ہیں کہ تبلیغ سلسلہ کریں۔ اس لیے ان کو یہاں سے اجازت دی جاتی ہے کہ سلسلہ قادریہ مجددیہ، آبادانیہ فریدیہ میں لوگوں کو داخل کریں اور مرید کریں۔ ان کا مرید کرنا جائز و حق ہوگا اس میں کسی کو شک و شبہہ کی گنجائش نہیں۔ اس سلسلہ کے بزرگان دین کا فیضان سلسلہ بسلسلہ پہنچتا رہے گا۔ فقط

راقم احقر العباد شاہ محمد قادری فریدی
۵۱ بلفظہ الشریف

وہاں سے آپ پھلواری شریف تشریف لے گئے اور حضرت مخدوم پیر مجیب اللہ قادری اور دیگر بزرگان سلسلۂ مجیبیہ کے مزارات پر حاضری دی اور حضرت مولانا سید شاہ محی الدین قادری زینبی جعفری۔ سجادہ نشین خانقاہ مجیبیہ سے شرف نیاز حاصل کیا۔ دو روز وہاں بھی قیام رہا۔ خلوت میں حضرت سجادہ نشین صاحب سے بہت سی راز و نیاز کی باتیں ہوئیں۔ بوقت شب حضرت سرکار قبلہ نے خواب میں دیکھا کہ سلسلہ آبادانیہ کے تمام بزرگوں کی خانقاہ مجیبیہ میں دعوت ہے اور تمام بزرگان سلسلہ آبادانیہ خانقاہ مجیبیہ کے بزرگوں سے بغلگیر ہو رہے ہیں اور ایک بزرگ آپ کے سر پر دست شفقت پھیر رہے ہیں اور آپ پر گریہ طاری ہے۔ یہاں تک کہ مؤذن نے فجر کی آذان کہی اور آپ خواب سے بیدار ہوگئے۔ جب آپ بیدار ہوئے تو گریہ کے آثار موجود تھے۔ مگر قلب مبارک میں ایک قسم کی خوشی بھی محسوس ہو رہی تھی۔ بستر سے اٹھے اور وضو کرکے مسجد میں تشریف لے گئے اور نماز باجماعت ادا کرکے قیام گاہ پر تشریف لائے اور اپنے معمولات میں مشغول ہوگئے۔ کچھ دیر بعد جب آپ اپنے معمولات سے فارغ ہوکر فاتحہ پڑھ رہے تھے کہ مولوی عبدالجلیل صاحب مرحوم خادم خلوت تشریف لائے اور عرض کی کہ جلد تشریف لے چلیں۔ حضرت قبلہ مدظلہ (مولانا شاہ محی الدین صاحب سجادہ نشین خانقاہ مجیبیہ) آپ کو طلب فرما رہے ہیں۔ آپ فوراً اٹھے اور خلوت میں تشریف لے گئے۔ حضرت سجادہ نشین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بڑے احترام کے ساتھ آپ کا استقبال کیا اور بغلگیر ہو کر

اپنے ساتھ تخت پر بٹھلایا۔ کچھ دیر تصوف کے ضمن میں گفتگو رہی۔ بعدہٗ سجّادہ نشین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سلسلہ قادریہ وارثیہ، عمادیہ وجنیدیہ اور سلسلہ چشتیہ نظامیہ اور صابریہ قلندریہ کی آپ کو اجازت دی اور کچھ تبرکات عطا فرما کر رخصت کیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک

(سند مولانا شاہ محی الدین قادری قدس سرہ بلفظہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

اللّٰھم صلّ علیٰ سیدنا ومولانا محمد وعلیٰ
آلہ وصحبہ وسلم، الحمد للہ والصلوٰۃ
علیٰ سیدنا محمد رسول اللہ وعلیٰ آلہ وصحبہ
ھداۃ دین اللہ

امابعد واضح باد کہ اجازت سلسلہ قادریہ وارثیہ، وعمادیہ وجنیدیہ کی اور سلسلہ چشتیہ نظامیہ وصابریہ وقلندریہ کی جس طرح مجھ کو حضرت پیر ومرشد حق مولانا شاہ محمد بدرالدین قادری پھلواروی قدس سرہٗ سے پہنچی۔ میں نے عزیزی تیغ علی شاہ آبادانی کو دی۔ ان کو چاہیئے کہ طرق مذکورہ میں لوگوں کی بیعت لیں اور جو اذکار واشغال کہ مجھ سے ان کو پہنچے ہیں ان کی تعلیم طالبین کو دیں اور مجھ کو اپنے حلوت وخلوت میں دعائے خیر سے یاد کرتے رہیں

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین ط
والسّلام علیٰ خاتم النبیین وآلہ واصحابہ اجمعین

قال بلسانہ ورقمہ ببنانہ
محمد محی الدین القادری الفلواری
غفرلہ الباری فی تاریخ
۲۸ر رجب روز شنبہ ۱۳۴۹ھ

کچھ دنوں کے بعد جدِ طریقت حضرت سید شاہ حکیم جلال الدین جرٹھوی قدس سرہ العزیز خلیفۂ دوازدہم اعلیٰ حضرت شیخ المشائخ سرکار اعظم حافظ شاہ فرید الدین آروی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے دولت کدہ مقام گورپارہ تشریف لائے اور ان دونوں جگہوں کے اجازت ناموں کو ملاحظہ فرمایا تو نہایت ہی خوشی کا اظہار فرمایا اور فرمایا۔ لیجیئے میں بھی اپنی جانب سے اجازت نامہ لکھ دیتا ہوں۔ چنانچہ اسی وقت سند اجازت وخلافت اپنے دست خاص سے تحریر فرما کر آپ کو عطا فرما دی۔

ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء ط واللہ ذوالفضل العظیم

(نقل سند اجازت بلفظہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

الحمد للہ علیٰ احسانہ کہ محمد تیغ علی صاحب متوطن موضع گورپارہ ضلع مظفرپور نے مجھ فقیر جلال الدین سے راہ طریقت (کی) تعلیم تکمیل پایا۔ فقیر نے اجازت بیعت وتعلیم طریقت دست خاص سے لکھ دیا تاکہ کوئی صاحب شک نہ کریں۔ انشاء اللہ تعالیٰ جو ان سے تعلیم پائے گا فیض

یاب ہوگا۔

راقم
فقیر جلال الدین عفاعنہ باشندہ جراھوا حاجی پور، ضلع مظفر پور

ایک خط

۷۸۶
۹۰۶

حضرت پر نور سیدی و مرشدی قبلہ مدظلہم الاقدس
السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،
گذارش اینکہ میری حالت عزیزی حافظ محمد حنیف سلمہ سے معلوم ہوئی
عرصہ چھ ماہ سے بستر علالت پر پڑا ہوا ہوں۔ کمزوری دن بدن بڑھتی جاتی ہے۔
ڈاکٹر کا علاج ہو رہا ہے۔ لیکن ہنوز کوئی صورت افاقہ کی نظر نہیں آرہی ہے۔
واللہ اعلم کیا مشیت ہے۔ دعا فرمائیں۔

ضروری عرض یہ ہے کہ اپنی علالت کی زیادتی کو مدنظر رکھتے ہوئے
حافظ محمد حنیف و مولوی محمد خطاب وغیرہ کو میں نے سلسلۂ آبادانیہ و
سلسلۂ وارثیہ مجیبیہ دونوں کی اجازت و خلافت دے دی ہے۔ چونکہ ان لوگوں
کو دونوں سلسلہ کی تعلیم دی گئی ہے۔ چنانچہ یہ لوگ سلسلہ آبادانیہ میں مرید بھی
کرتے ہیں۔ اب مجھے ایک خیال پیدا ہوگیا ہے کہ حضور والا سے مشورہ نہیں لیا
گیا۔ لہٰذا عرض ہے کہ سلسلہ وارثیہ مجیبیہ کی اجازت اس خادم تک ہی

محدود رہے گی۔ یا یہ لوگ آگے ترقی کی کوشش کر سکتے ہیں۔ جیسا حضور والا
تحریر فرمائیں ویسا ہی عمل میں لایا جائے ان لوگوں کو اجازت دے دینا حضور کو
پسند ہو تو فوراً علی نور ورنہ منع کر دیا جائے گا۔
اور زیادہ کیا عرض کروں امید کہ جواب سے سرفراز فرمایا جائے۔

فقط والسلام
نیاز مند عقیدت گزیں آستانہ عالیہ
فقیر محمد تیغ علی غفرلہٗ آبادانی مجیبی مقام سرکاہی
ضلع مظفر پور مورخہ ۲۲ محرم الحرام
بروز جمعہ ۱۳۶۵ھ

جواب

۷۸۶
۹۰۶

مجبی و مخلصی شفاہ اللہ وعافاہ فی الدارین
السلام وعلیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ دعا گو ہوں۔ اللہ پاک آپ کو
جلد صحت و شفائے کلی اور عافیت دارین عطا فرمائے آمین ثم آمین
سلسلہ مجیبیہ کی اجازت صرف آپ تک محدود نہیں ہے بلکہ آپ جس
کو چاہیں اس کی اجازت دے سکتے ہیں۔ حافظ محمد حنیف صاحب اور

مولوی خطاب صاحب کے لیے بھی اس اجازت کو میں پسند کرتا ہوں۔
اللہ پر بھروسہ رکھیں اور اسی کے تصور میں بسر کریں۔ جب طبیعت گھبرائے تو اسی کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ والسلام

محمد محی الدین قادری پھلواروی
۵ صفر پنجشنبہ ۱۳۶۵ھ

تبلیغ و ہدایت

ہمارے سرکار قبلہ قدس سرہٗ العزیز رشد و ہدایت کی مسند پر جلوہ افروز ہونے کے بعد ہمہ تن ہدایت خلق اللہ میں مصروف ہو گئے۔ اپنی زندگی کی ہر حرکت، سکون، خدمت دین اور رضائے الٰہی کے حصول میں اس طرح وقف کر دی کہ الفقیر لا یملک الشئ اور من کان اللہ کان اللہ لہٗ کے سچے مصداق ہو گئے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کی زندگی کا زیادہ حصہ سفر ہی میں گزرا، مگر اس حال میں بھی فرائض و واجبات کی ادائیگی کے اپنے معمولات اور اذکار و اشغال میں کبھی فرق نہ آنے دیا۔ آپ کی ریاضت شاقہ اور مجاہدۂ نفس کا تفصیلی بیان اپنی جگہ پر آئے گا۔ یہاں قدرے تفصیل کے ساتھ تبلیغ و ہدایت اور اصلاح امت سے متعلق آپ کی خدمات تحریر کی جاتی ہیں۔
آپ کی خدمات کے دو دور ہیں۔ ایک گورپارہ سے ہجرت فرمانے کے

قبل، دوسرا گورپارہ سے سرکانہی شریف تشریف لانے کے بعد۔ پہلا دور گورپارہ سے سرکانہی شریف ہجرت فرمانے کے قبل کا ہے جس میں طریقت کی تعلیم کے ساتھ خلق کی ظاہری اصلاح و ہدایت اور بڑی بڑی دینی خدمات آپ نے انجام دیں اور مسلمانوں کی زندگی کے ہر گوشے میں رہنمائی کی۔ یہ وہ دور تھا کہ ضلع مظفرپور کے دیہی علاقوں میں جو مسلمان آباد تھے، ان میں جہالت و گمراہی پھیلی ہوئی تھی۔ علم دین سے بالکل بے بہرہ اور فرائض اللہ سے بالکل ناواقف تھے۔ بعض بستیاں ایسی بھی تھیں کہ وہاں کے مسلمانوں میں بہت سی عادتیں مشرکانہ تھیں۔ چھٹ، دیوالی نیز ہولی وغیرہ ہندوؤں کے تہوار مناتے تھے۔ شادی بیاہ میں ایسی ایسی بُری رسمیں برتی جاتی تھیں جن کا شریعت مطہرہ سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ منشیات، قمار بازی، رقص و سرود اور دیگر منہیات شرعیہ دن رات ان کا مشغلہ تھا۔ ایسے نازک دور میں حضرت سرکار قبلہ نے بڑی جانفشانی اور تن دہی کے ساتھ حالات کا مقابلہ کیا۔ قرب و جوار کے بہت سے علاقوں میں بغرض تبلیغ و ہدایت تشریف لے گئے اور لوگوں کو ناجائز رسوم اور افعال بد سے توبہ کرنے اور اعمال صالحہ و سنن نبی علیہ التحیۃ والثنا پر عمل کرنے کی دعوت دی۔ آپ کے وعظ و ہدایت کا بہت اچھا اثر پڑا اور لوگوں میں مشرکانہ رسوم اور عملہ بد اعمالیوں سے توبہ کرنے اور ایمان کے راستے پر چلنے کا جذبہ پیدا ہونے لگا۔
مسلمانوں کے آپس میں اتحاد و اتفاق بالکل ختم ہو چکا تھا، امراء غرباء

کو ذلیل و حقیر تصور کرتے تھے۔ آپ نے اس کی سخت مخالفت کی اور امراء کو بہت بے باکی کے ساتھ قرآن و حدیث کی روشنی میں سمجھایا اور بری ذہنیت کو ان سے دور کیا اور غرباء کو ترقی کی راہ دکھائی اور ہر ممکن صورت سے ان کی حوصلہ افزائی کی۔ ان کے اندر عزت نفسی پیدا کیا اور جذبات دینی کو بیدار کیا۔ نئی پود کی نشو و نما اور عوام کی تعلیم و تربیت کے لیے جابجا مکاتب قائم کرائے اور دینی اساتذہ رکھوائے بہت سی مسجدوں میں اذان تک نہیں ہوتی تھی، وہاں کے باشندوں کو صوم و صلوٰۃ کی ایسی ہدایت کی کہ وہ علاوہ پنجگانہ نمازوں کے نماز تہجد اور اذکار و اشغال کے پابند ہو گئے۔ بہائم کے مانند جو زندگی بسر کرتے تھے، انہیں شرعی احکام بتائے۔ اخوت و مساوات، الفت و محبت کا وہ سبق پڑھایا کہ امیر و غریب کا سوال ہی جاتا رہا اور مسلمانوں کے درمیان ؎

بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامی
کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

کی جلوہ فرمائی نظر آنے لگی۔

گوریارہ شریف سے ہجرت اور سرکاہی شریف میں قیام خانقاہ

چونکہ آپ کا حوصلہ نہایت بلند اور دل غنی تھا۔ لہٰذا ہمیشہ آپ کی دلی خواہش یہی رہا کرتی تھی کہ اچھا ہوتا کہ میری یہ خانقاہ صوفیائے متقدمین

کی خانقاہوں کا نمونہ ہوتی۔ اس میں ہمیشہ کچھ ایسے بندگان خدا عزلت نشین رہتے۔ جن کا مقصود صرف طلب دین اور ذکر الٰہی ہوتا، غرباء و مساکین اور واردین و صادرین کے قیام و طعام کا بھی معقول انتظام کیا جا سکتا چنانچہ اسی نیک مقصد کے ماتحت ۱۳۵۵ھ میں چند مخلصین اہل سلسلہ کے مشورہ سے آپ نے اپنے آبائی وطن گوریارہ سے ہجرت فرما کر بمقام سرکاہی شریف ضلع مظفرپور متصل مسجد خانقاہ شریف تعمیر کرائی اور خانقاہ شریف سے ملحق ایک عالی شان مقبرہ (جس میں آپ مع اپنی والدہ معظمہ اور اہلیہ محترمہ مدفون ہیں) تیار کرایا جس کی تعمیر میں مخلصین و حلقہ بگوشان سلسلہ نے نہایت فراخ دلی سے کام لیا اور ہر طرح سے آپ کی خدمت کی۔

آپ مرجع خلائق بن گئے۔ مجمع اتنا کثیر ہونے لگا کہ خانقاہ شریف کی عمارت زائرین و طالبین کے رہنے سہنے کے لیے ناکافی ہوئی تو آپ نے زمین خرید کر خانقاہ شریف کو اور وسیع کرائی جس سے واردین و صادرین کے لیے بہت سہولت ہو گئی اور آپ اب پہلے سے زیادہ مستعدی اور رشد و مد کے ساتھ خلق خدا کی ظاہری اور باطنی اصلاح و ہدایت میں مشغول ہو گئے۔

اب یہاں سے آپ کی خدمات دینی و ملی کا دوسرا دور شروع ہوتا ہے۔

[1] جو پہلے گوریارہ آپ کا زنانہ حویلی سے متصل ایک چھوٹا سا دالان تھا جس کے اندر مہمانوں کی گنجائش نہیں ہوتی تھی اور گرد و پیش اتنی جگہ نشاد بھی نہیں تھی کہ خانقاہ کو وسعت دیجاتی۔[12]

طالبین اہل ذوق اور جاں نثار مریدوں کی دعوتوں پر دوسرے اضلاع و صوبہ جات کے دورے شروع ہوئے اور آپ کی ذات گرامی سے فقر و تصوف اور دین و ملت کی غیر معمولی اشاعت ہونے لگی۔

مگر گرد و پیش کے ماحول کو دیکھ کر آپ کا قلب مبارک اب بھی مطمئن نہیں تھا۔ بعض اوقات دیکھا گیا کہ آپ کسی فکر میں مستغرق ہیں۔ یہ وہ پر آشوب دور تھا جب کہ فتنۂ نجدیت شمالی بہار کے گوشہ گوشہ میں وبائی امراض کیطرح پھیلتا جا رہا تھا اور عقائد باطلہ کی تبلیغ و اشاعت کے لیے ادارہ اور مدارس قائم کرکے عالم نما جاہل دیوبندیت اور وہابیت کے سانچے میں ڈھالے جا رہے تھے اور مظفرپور میں سنیوں کا کوئی دینی ادارہ نہیں تھا جہاں اہلسنت وجماعت اپنی دینی حاجتیں لیجاتے اور ان کے بچے اپنی تشنگی علم بجھا سکتے۔

قیام دارالعلوم

باطل کے اس سیلاب عظیم کو روکنے اور سنت حقہ کی ترویج و اشاعت کی غرض سے ایک خالص دینی و مذہبی دارالعلوم کے قیام کی آپ نے ضرورت محسوس کی۔ گویا آپ کی حق بیں نگاہیں امت مسلمہ کی ظاہری اور باطنی اصلاح و ہدایت کے لیے اپنے آستانۂ پاک کو شریعت و طریقت کا مجمع البحرین دیکھنا چاہتی تھی۔ اللہ عزوجل نے آپ کی دلی آرزو پوری کردی اور ۱۳۶۲ھ میں

بمقام سرکاہی شریف مقبرہ شریف کے متصل پورب جانب آپ کے مبارک ہاتھوں سے مدرسہ کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ جان نثار مریدوں اور معتقدوں کی جانی اور مالی امداد و استعانت سے آناً فاناً مدرسہ کی عمارت کھڑی ہوگئی۔ سُنّی صحیح العقیدہ مدرسین رکھے گئے اور دارالعلوم بنام علیمیہ انوارالعلوم اپنی خدمات بحسن و خوبی انجام دینے لگا۔

چونکہ سرکاہی شریف مظفرپور شہر سے آٹھ میل پچھم دیہات میں واقع ہے بنابریں بیرونی طلباء کے قیام و طعام اور آمد و رفت نیز مدرسہ کے اسباب و ضروریات کی فراہمی میں سخت دشواری ہوتی تھی۔ لہٰذا اس کی ایک شاخ بمقام دامودرپور (جو مظفرپور شہر سے متصل ہے) قائم کی گئی اور طلباء کے قیام و طعام اور فوقانی درجات کی تعلیم کا انتظام وہیں کیا گیا اور خانقاہ شریف میں صرف مقامی اور قرب و جوار کے بچوں کی ابتدائی تعلیم حفظ قرآن پاک اور فارسی کے درس کا انتظام رکھا گیا سردست مدرسہ سرکاہی شریف میں ایک مدرس ہیں جو علاوہ حافظ قرآن ہونے کے علم فارسی میں کامل دستگاہ رکھتے ہیں اور دامودرپور میں چار عالم دین ایک حافظ قرآن اور تین ملازمین اور تقریباً دو سو طلباء دنیاوی مصروفیتوں سے الگ ہو کر تعلیم و تعلم میں مصروف ہیں جن کے سارے مصارف کا بار دارالعلوم پر ہے۔ دارالعلوم کی ذمہ داری صرف تعلیم پر ہی موقوف نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ اس بات کی بھی کوشش ہے کہ لڑکوں میں بلند اخلاق اور اعلیٰ کردار پیدا

[۱] فی الحال سرکاہی شریف میں منتہی درجات کی تعلیم و تعلم کا مکمل نظم و نسق ہے تین سو طلباء مقامی و بیرونی اور مدرسین مصروف تعلیم و تعلم ہیں اور حضرت مولانا شاہ محمد علی برہانی کے زیر سرپرستی اور علامہ علی حسن تیغی کی نظامت نے چار چاند لگادیئے ہیں

کیے جائیں۔ بفضلہ تعالیٰ آپ کی دلی تمناؤں کا یہ ابھرتا ہوا آفتاب افق عالم پر چمکا اور شمع ہدایت کی کرنیں ہر سمت پھیل گئیں اور آپ کا یہ دارالعلوم آج اٹھارہ سال سے باضابطہ ایک مجلس منتظمہ کے تحت دین کے فرائض نہایت خوبی کے ساتھ انجام دے رہا ہے۔ آفتاب ہدایت کی آفاقی شعاعوں نے دشت وصحرا سب کو مطلع انوار بنا رکھا ہے اور آج اپنے غیر معمولی کارناموں سے ہندوستان کے گوشے گوشے میں مشہور ہے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ۱۳۷۱ھ جلسۂ دستار بندی کے موقع پر جو آپ نے وصایا شریف قلم بند کرایا تھا۔ اس کو بھی ہدیۂ ناظرین کردوں۔ وہو ھذا

وصایا شریف

حضور پُر نور سیدی وسندی حضرت الحاج شاہ محمد تیغ علی قادری قدس سرہٗ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِہِ النَّبِیِّ الْمُصْطَفٰی وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اُولِی الصِّدْقِ

وَالصَّفَا اما بعد! خدا کا ہزار ہزار شکر واحسان کہ اس نے اپنے بندے سے اپنے دین کی خدمت لی۔ اگرچہ میں اس قابل نہ تھا۔ یہ صرف اس کا فضل وکرم ہے مدتوں سے دل میں تمنا تھی کہ تبلیغ واشاعت مذہب اہل سنت وجماعت کے لیے ایک دینی مدرسہ عربیہ کی بنیاد پڑ جائے۔ چنانچہ خداوند تعالیٰ نے میری اس حسرت کو پوری فرمایا اور ۱۹۴۳ء میں بمقام سرکاہی شریف ضلع مظفر پور خانقاہ سے ملحق اس کی بنیاد قائم ہوگئی اور دل کو سکون اور آنکھوں کو شادابی حاصل ہوئی اور مدرسہ بنام مدرسہ علیمیہ انوار العلوم جاری کر دیا گیا۔ چند وجوہات کی بنا پر اس کی ایک شاخ بمقام دامودر پور مظفر پور میں قائم کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ چنانچہ ۱۹۵۰ء میں شاخ مدرسہ علیمیہ انوار العلوم بمقام دامودر پور مظفر پور میں قائم کی گئی جو اس وقت تک بعونہ تعالیٰ ہر دو مقام پر مدرسہ علیمیہ انوار العلوم دینی خدمات انجام دے رہا ہے۔ پس چاہیئے کہ ہمارے مریدین ومعتقدین حضرات ان دونوں جگہوں میں اس دینی ادارے کو قائم ودائم رکھنے کی جو بہترین صورت ہو عمل میں لاتے رہیں اللہ عز وجل آپ لوگوں کو توفیق عطا فرمائے۔ آمین

میں اپنی پیرانہ سالی اور ضعف وناتوانی کی وجہ سے چاہتا ہوں کہ اس مدرسہ کی خدمت ایک مجلس انتظامیہ کے سپرد کر دوں۔ چنانچہ مجھ سے تعلق رکھنے والے حضرات نے اس کام میں میرا ہاتھ بٹایا اور اس خدمت کے لیے تیار ہو گئے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک

اس سلسلہ میں خاص طور پر مجھے اس امر کی وصیت کرنی ہے کہ جس طرح اس وقت اس مدرسہ کے اراکین اور منتظمین اہل سنت وجماعت ہیں اسی طرح ہمیشہ اسی مذہب کے پیرو اراکین ومنتظمین ہوتے رہیں گے۔ اور اسی طرح مدرسہ کے تمام مدرسین بھی اسی مذہب کے متبع ہوں گے۔

تشریح مذہب اہلسنّت وجماعت

خدا کا شکر ہے کہ میں عقیدۃً وعملاً حنفی اور مشرباً قادری ہوں۔ میرا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ امکان کذب سے منزہ ومقدس ہے۔ نہ جھوٹ اس کی صفت نہ وہ بول سکتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے محبوب حضور مکرم نور مجسم محمد رسول اللہ صلیّ اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلّم کو علم غیب عطا فرمایا۔ میں ندائے یارسول اللہ، یا غوث کا قائل ہوں۔ میں ان حضرات کو دربار الٰہی میں اپنا وسیلہ جانتا ہوں۔ ان کی شفاعت کا قائل ہوں میں ان حضرات سے دونوں زندگیوں میں استمداد وتوسل کو جائز مانتا ہوں۔ میں میلاد شریف اور قیام وسلام کا قائل ہوں۔ میں فاتحہ گیارہویں اور عرس وغیرہ کو جائز جانتا ہوں۔ میں عملاً مطلقاً ائمۂ مجتہدین میں سے کسی ایک کی تقلید کو ضروری سمجھتا ہوں اور ان میں حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقلید کو دوسروں کی تقلید سے افضل سمجھتا ہوں۔

حضرات اراکین ومنتظمین ومدرسین کا اسی توسل کے ساتھ سنّی حنفی

ہونا ضروری ہے اور یہی حضرات اس مدرسہ کے حل وعقد شمار کئے جائیں گے میں اپنے مالک ومولیٰ سے اس کے محبوب بندوں کے طفیل میں دعا کروں گا۔ وہ مالکِ ذوالجلال والاکرام ہم کو اور ہمارے احباب کو خدمت دین اور حمایت مذہب اہل سنت کا جذبہ عطا فرمائے۔ آمین

بجاہ حبیبہ النبی الامین۔ وصلیّ اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمّد وّآلہٖ واصحابہٖ وبارک وسلّم اجمعین

العبد فقیر محمد تیغ علی غفرلہٗ قادری آبادانی مجیبی
مقام سرکاہی خانقاہ۔ ضلع مظفرپور
مورخہ ۱۲ شعبان المعظم ۱۳۷۱ھ

(۱) گواہ شد محمد ظفرالدین قادری رضوی سابق پرنسپل مدرسہ شمس الہدیٰ محلّہ شاہ گنج ڈاکخانہ مہندرو پٹنہ ۱۲ شعبان المعظم ۱۳۷۱ھ
(۲) گواہ شد فقیر قادری عبدالحفیظ حقانی مفتی آگرہ مورخہ ۱۷ اپریل ۱۹۵۲ء
(۳) گواہ شد غلام محی الدین غفرلہٗ مدرس مدرسہ علیمیہ انوارالعلوم دامودرپور مظفرپور
(۴) العبد سیدالزماں حمدوی ۷ اپریل ۱۹۵۲ء
(۵) فقیر شمس الدین ڈاکخانہ رکسہاں ضلع غازی پور مورخہ ۴ ربیع الاول ۱۳۷۲ھ

تعلیم طریقت

حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حلقۂ ارادت اتنا وسیع ہے کہ وابستگان سلسلہ کا صحیح اندازہ مشکل ہے۔ آپ کا حلقۂ ارادت صرف بھارت ہی تک محدود نہیں بلکہ پاکستان اور عرب میں بھی آپ کے مریدوں کی ایک بھاری جماعت موجود ہے ۱۳۶۷ھ میں حج وزیارت حرمین شریفین کے سلسلے میں جو آپ کا حجاز مقدس جانا ہوا، اس موقع پر مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ میں کتنے ہی اشخاص نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کی اور آپ کے فیوض روحانی سے استفادہ کیا۔

مسلمانوں کا ہر طبقہ آپ کے دامن فیض سے وابستہ تھا۔ ہند و پاک میں عوام المسلمین کے علاوہ کتنے ہی علماء، قرّاء، حفّاظ اور حکومت کے بڑے بڑے عہدے دار آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل تھے ہندوستان میں خصوصیت کے ساتھ بہار، بنگال اور یوپی میں بے شمار لوگ داخل سلسلہ ہوئے اور سینکڑوں اشخاص نے آپ کی زیر تربیت منازل سلوک طے کئے اور باطن کی تکمیل کی۔

دور دراز کے طالبین کی تربیت روحانی اور اصلاح باطن کا کام اپنے خلفاء کے ذریعہ خطوط اور مکاتیب سے انجام دیتے اور نزدیک والے جو آپ کی خدمت میں بآسانی پہنچ سکتے تھے، ان کی دیکھ بھال

روزانہ حلقہ میں طلب فرمایا کرتے۔

غرض کہ ارشاد وہدایت کی پوری مدت میں آپ خدمت دین اور تعلیم طریقت میں مصروف رہے۔ آپ کی دینی خدمات اور اجرائے طریقت کو بغور دیکھنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ صدی کے مسلمانوں کے لیے آپ کی ذات غنیمت ذات تھی۔ اگر یہ کہا جائے کہ اس دَورِ پرآشوب میں آپ نے دین وملت اور فقر وتصرّف کی لاج رکھ لی تو بجا اور درست ہے اب ایسے لوگ کہاں نظر آتے ہیں ؎

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

آپ کا وعظ فرمانا

حضرت سرکار قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دین کی خدمت اور خلق کی ہدایت کے سلسلے میں جو وعظ فرمائے وہ بھلائے نہیں جاسکتے رشد وہدایت کی مسند پر متمکن ہونے کے بعد آپ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر عامل رہے اور آپ کے مواعظ حسنہ سے عوام وخواص سبھی مستفید ہوتے رہے جب کبھی تقریر کرنا ہوتا تو آپ باادب دوزانو بیٹھ جاتے اور پہلے تین یا پانچ دفعہ نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ درود شریف پڑھتے اور حاضرین سے بھی

پڑھواتے۔ اس کے بعد بیان جاری فرماتے جس موضوع پر آپ وعظ فرماتے اس کے کسی گوشے کو تشنہ نہیں چھوڑتے، انداز بیان ایسا دلکش اکثر دلائل اتنے قوی اور تقریر ایسی عام فہم ہوتی کہ ہر خاص و عام کی سمجھ میں بہ آسانی آجاتی۔ اور مخالف و موافق سب کو سر تسلیم خم کرنا پڑتا۔ آپ کے کلام میں وہ تاثیر ہوتی کہ جب آپ آیات وعید کے معنی بیان فرماتے تو سامعین لرزہ براندام ہو جاتے ان پر گریہ وزاری طاری ہو جاتی۔

اور جب آیات رحمت کے معانی و مطالب بیان فرماتے تو فرط انبساط سے سامعین کے دل کی کلی کھل جاتی۔ بادۂ ذوق و شوق سے مست و بیخود ہو جاتے۔ سب سے بڑی کرامت آپ کے بیان ہدایت نشان میں یہ تھی کہ بغیر مناظرہ و مباحثہ صرف آپ کے مواعظِ حسنہ کو سن کر ہزاروں وہابیوں اور دیوبندیوں نے عقائد باطلہ سے توبہ کرکے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کر لی۔ جو اس وقت تک بحمدہ تعالیٰ سچے اور پکے، صحیح العقیدہ سنی مسلمان اور بعض ان میں کے صاحب سلسلہ بھی ہیں۔ مظفرپور اور چمپارن کے دیہی علاقوں میں ایسی کتنی بستیاں تھیں کہ وہاں کے باشندے سو فی صدی یا تو وہابی غیر مقلد تھے یا وہابی دیوبندی۔ یہ آپ ہی کی ہدایت و تبلیغ کا شاہکار ہے کہ آج ان بستیوں میں ڈھونڈھنے سے بھی کوئی ایک وہابی یا دیوبندی نہیں ملتا۔ بلکہ سب کے سب صحیح العقیدہ سنی آپ کے یا آپ کے خلفاء کے حلقہ ارادت میں داخل ہیں۔

برادر عزیز مولوی شاہ محمد علاء الدین سلّمہٗ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت سرکار قبلہ قدس سرہ العزیز شجاول پور برادر طریقت محمد عباس صاحب کے یہاں تشریف لے گئے۔ میں بھی آپ کے ہمراہ تھا۔ بروز جمعہ بعد نماز جمعہ آپ نے مسجد میں لوگوں کو ٹھہرا لیا اور مجھے حکم فرمایا کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ نعت شریف پڑھو ؎

ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیئے ہیں
جس راہ چل گئے ہیں کوچے بسا دیئے ہیں

میں نے دست بستہ کھڑے ہو کر تعمیل حکم کی اور وہ نعت شریف پڑھی اس کے بعد آپ نے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی دو حدیثیں من سلك طریقي فهو اهلي اور من ترك سنتي فليس مني بیان فرمائیں اور محض چند لمحوں میں اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایک مختصر مگر جامع اور درد و محبت میں ڈوبی ہوئی تقریر کی کہ مجمع میں حاضرین پر ایسی رقت طاری ہوئی کہ روتے روتے ہچکیاں بندھ گئیں۔ مولوی صاحب موصوف کا بیان ہے کہ اتنے مختصر وقت میں ایسی جامع اور پُر اثر تقریر میں نے کسی اور سے نہیں سُنی۔

اتباع سنت

کسی شاعر نے زمانے کی شکایت کرتے ہوئے سچ کہا ہے ؎

می شناسی عصر ما با ما چہ کرد
از جمال مصطفیٰ بے گانہ کرد

دورِ موجودہ کے مسلمانوں کی عام روش کو دیکھنے سے یہی پتہ چلتا ہے کہ واقعی جمال مصطفیٰ سے بیگانہ ہو چکے ہیں۔ نام کے مسلمانوں کی کمی نہیں لیکن ان کے قلوب سے محبت خدا اور رسول جل جلالہٗ وصلی اللہ علیہ وسلم (جو اصل ایمان ہے) کے نقوش مٹتے جا رہے ہیں۔ پابندیٔ شریعت و اتباع سنت کی جگہ خواہشات نفسانی کی پیروی اور مغرب کی آزاد روش نے لے لی ہے۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ مسلمانوں سے وہ قوت ایمان اور طاقت روحانی سلب ہوتی جا رہی ہے جس کے رعب و جلال نے کبھی بڑے بڑے اولوالعزم بادشاہوں کو اپنے در پر جھکوایا تھا اور جب بھی کوئی حق و باطل کا معرکہ پیش آیا، فتح و نصرت نے ان کے قدم چومے تھے۔

ربّ کریم کا شکر بے پایاں کہ اس نے محض اپنے فضل و کرم سے اس نازک دور میں ہمارے سرکار قبلہ قدس سرہٗ العزیز کو اس برِ عظیم میں حبِّ رسول و اتباع سنت کے غیر معمولی جذبے کے ساتھ جلوہ گر فرمایا، جنہوں نے نہ صرف اپنے قول سے بلکہ اپنے کردار و عمل سے قوم مسلم کی صحیح رہنمائی کی اور تادم واپسیں اتباع سنت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا درس دیتے رہے۔

آپ بڑے ہی متشرع اور سننِ نبویہ کے ازحد پابند تھے۔ اپنے

جملہ دینی و دنیاوی معاملات میں احکام شریعت کو ملحوظ رکھتے۔ حتیٰ کہ کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے چلنے پھرنے میں بھی احکام شرع کا پورا پورا لحاظ فرماتے۔ جس سختی سے آپ خود پابند شریعت تھے اسی شدت سے اپنے جملہ متوسلین کو بھی سنن نبویہ اور احکام شرعیہ پر عامل رہنے کی تاکید فرماتے تھے۔ اکثر فرمایا کرتے کہ کمال شریعت کا نام طریقت ہے۔ بلا اتباع شریعت، طریقت حاصل نہیں ہوتی۔ بزرگوں کا قول ہے کہ اگر کوئی شخص ہوا پر اڑتا ہو، پانی پر چلتا ہو، آگ پر بیٹھتا ہو، لیکن اس کی مونچھیں اگر خلاف شرع بڑھی ہوئی ہوں تو، اس کو ولی مت سمجھو۔ بلکہ وہ شیطان ہے ؎

شریعت را مقدم دار اکنوں
طریقت از شریعت نیست بیروں
کسے کو در شریعت راسخ آید
طریقت راہ بروے خود کشاید

خداوند قدوس نے اپنے کلام پاک میں مسلمانوں کو نہایت جامع نسخہ عطا فرمایا ہے۔ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۲ ہم کو اس فرمان خداوندی پر عامل ہونا چاہیئے اور بس۔

تشرع کا یہ عالم تھا کہ اگر کوئی شخص آپ کے ہاتھ کو بوسہ دیتا اور اس کی ناک اور پیشانی آپ کے ہاتھ سے مس ہو جاتی تو فوراً اس کو تنبیہ فرماتے کہ ناک اور پیشانی اعضائے سجود سے ہیں۔ ہاتھ چومنے یا کسی بزرگ کے مزار کو بوسہ دینے

میں اس کا خوب خیال رکھو کہ یہ اعضا اُن سے مس نہ ہونے پائیں۔

یوں ہی کوئی آپ کا قدم اگر چومنا چاہتا تو پاؤں تک پہنچنے سے پہلے ہی اس کو اٹھا لیتے اور اس کے سر پر دست شفقت پھیر لیتے۔ ننگے سر کھاتے پیتے یا قضائے حاجت کے لیے جاتے ہوئے آپ کو کبھی نہیں دیکھا گیا۔ ایک بار دامودر پور مدرسہ میں ایک طالب علم جو دورۂ حدیث میں تھے۔ ننگے سر کھانا کھا رہے تھے۔ کسی نے منع کیا تو انہوں نے کہا کہ کھانے پینے میں سر پر ٹوپی یا رومال رکھنا فرض و واجب تو نہیں ہے۔ جب یہ بات سرکار قبلہ کو معلوم ہوئی تو سخت برہم ہوئے اور فرمایا کہ سنّی مسلمان کو تو سرور کائنات صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہر ادا اور ہر سنت جان سے پیاری ہوتی ہے خواہ وہ سنت غیر مؤکدہ اور مستحب ہی کیوں نہ ہو۔

ایک بار آپ بلڈ پریشر کے دورے میں سخت بے چین تھے۔ کسی کروٹ آرام نہیں ملتا تھا۔ اسی حالت میں استنجا کی حاجت ہوئی۔ اسی بے چینی میں بستر سے اٹھے اور بدھنا لے کر استنجا خانے میں گئے جب بیٹھنا چاہا، اس وقت خیال آیا کہ سر پہ ٹوپی نہیں ہے۔ فوراً الٹے پاؤں پھرے اور چھپّر پر سے ایک کدّو کا پتّہ توڑ کر سر پر رکھا اور استنجا سے فراغت حاصل کی۔

اگر کسی کے پائجامے یا تہبند کا نچلا حصّہ اتنا بڑھا ہوا دیکھتے کہ اس کے پاؤں کے ٹخنے چھپ گئے ہیں تو نہ صرف یہ کہ اس کو تنبیہ فرماتے کہ اتنا نیچا نہ پہنو، بلکہ بعض اوقات اتنا رنج و ملال ہوتا کہ آپ رونے لگتے

اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپ کو سنن نبویہ سے کتنا شغف تھا اور احکام شرعیہ کے آپ کتنے پابند تھے۔ خلاصہ یہ کہ اپنی ساری زندگی میں آپ اپنے قول و فعل سے یہی سبق دیتے رہے۔

مسلکِ سنت پہ اے سالک چلا جا بے دھڑک
منزلِ مقصود کو سیدھی گئی ہے یہ سڑک

عِبَادت و رِیاضت

ہمارے سرکار قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ طاعت و عبادت اور مجاہدہ و ریاضت میں اولیائے متقدمین کا نمونہ تھے۔ ابتدائے سن شعور ہی سے آپ عبادت و ریاضت کی طرف مائل تھے۔ فرض نمازیں تو کیا قضا ہوتیں کہ اسی کمسنی ہی کے ایام میں نماز تہجد اور ریاضت و مجاہدہ کے عادی ہو چکے تھے۔ جیسا کہ بیعت طریقت کے باب میں واضح کیا جا چکا ہے۔

طالب علمی کے زمانے میں پڑھنے لکھنے کے بعد جو وقت بچتا، تلاوت کلام پاک اور ذکر الٰہی آپ کا محبوب مشغلہ تھا۔ اسی کثرت اذکار اور شب بیداری کا نتیجہ تھا کہ آپ آغاز شباب ہی سے طرح طرح کے جسمانی امراض میں مبتلا ہوتے رہے۔ چنانچہ جس روز آپ جد طریقت حضرت مولانا شاہ محمد سمیع احمد صاحب مونگیری رحمۃ اللہ علیہ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے۔

آپ کے عم محترم جناب اکبر علی صاحب مرحوم نے موصوف سے عرض کیا کہ حضور یہ (حضرت سرکار قبلہ) اکثر بیمار رہا کرتے ہیں۔ ان کی صحت کے لیے دعا فرمائیں۔ ان دنوں حضرت کے ہاتھوں اور پاؤں میں جلن رہا کرتی تھی۔ جس کے سبب راتوں کو نیند نہیں آتی تھی۔ حضرت دادا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے دریافت کیا کہ "کچھ ذکر و شغل میں رہتے ہو؟" آپ نے اثبات میں جواب دیا۔ پھر پوچھا وہ کون سے اذکار ہیں؟ بتلاؤ!

آپ نے بتلایا تو دادا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حیرت سے فرمایا اس کم عمری میں یہ جلالی اذکار اور وہ بھی اس کثرت سے؟ اچھا ان اذکار کو چھوڑ دو۔ میں جو بتلاتا ہوں اس کو کرو۔ اس روز سے اپنے مرشد کے بتلائے ہوئے اذکار میں مشغول ہو گئے۔ پھر ان کے وصال کے بعد جب حضرت شاہ مولی علی لعل گنجی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقۂ مسترشدین میں داخل ہوئے تو مسلسل بائیس ۲۲ سال تک آپ کی خدمت رہے اس طویل مدت میں فرائض و واجبات کے ساتھ حضرت شاہ صاحب موصوف کی جیسی خدمت آپ نے کی وہ اس دور میں اپنی آپ مثال ہے۔

شدید علالت اور حالت سفر میں بھی عبادت و ریاضت اور اوراد و اشغال میں کبھی کوئی تساہلی نہیں ہوئی۔ پچھلے چند سالوں میں جبکہ بلڈ پریشر (خون کا دباؤ) کے شدید دورے پڑنے لگے تھے تین تین چار چار آدمی آپ کی خدمت میں لگے رہتے۔ مگر کسی کروٹ آرام نہیں ملتا۔ رات میں آنکھوں سے نیند

کافور ہو گئی تھی۔ اس حال میں بھی دیکھا گیا کہ پچھلی رات میں حسب معمول بستر سے اٹھ جاتے اور شدید سردی میں بھی ٹھنڈے پانی سے وضو کرتے اور نماز تہجد ادا کر کے اپنے اوراد و اشغال میں مشغول ہو جاتے۔ نماز نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ ادا فرماتے اور اوراد و اذکار میں وہ سوز و گداز ہوتا کہ سننے والے مکیف ہو جاتے۔

اذکار قلبی میں حبس دم کا آپ کو بہت ملکہ تھا۔ ایک ایک حبس میں ہزار بارہ سو نفی اثبات ادا فرماتے۔ جاڑے کی شدت میں بھی مثل جیٹھ بیساکھ کی گرمی کے تمام جسم اور کپڑے پسینے سے تر ہو جاتے۔ دو تین بجے رات سے صبح تک مسلسل ریاضت و مجاہدہ میں مشغول رہتے۔ پھر نماز فجر کے بعد سے آٹھ بجے دن تک مراقبات و مشغولی اور طالبین کی تعلیمات کی اصلاح میں بسر فرماتے۔

نماز جماعت کے اہتمام و التزام کا یہ عالم تھا کہ علالتوں میں بھی دو آدمیوں کے سہارے مسجد میں تشریف لے جاتے اور نماز با جماعت ادا فرماتے رہے۔ بہت کم نمازیں آپنے بغیر جماعت پڑھیں وہ بھی شدت علالت میں جب کہ ضعف و نقاہت حد سے بڑھی اور نقل و حرکت دشوار ہو گئی۔ پھر جب اتنی طاقت ہوئی کہ دوسروں کے سہارے بھی مسجد میں جا سکیں تو جماعت میں شرکت فرمانے لگے۔

بچپن ہی سے روزے کے عادی تھے۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ سن بلوغ کو پہنچنے کے بعد رمضان المبارک کے فرض روزوں کے علاوہ بکثرت نفلی روزے بھی رکھا کرتے۔ مگر عمر شریف جب نصف سے زیادہ گذر چکی اور مسلسل علالتوں

کی وجہ سے قویٰ کمزور ہو گئے تو نوافل کے روزے چھوٹ گئے تھے۔ مگر رمضان المبارک کے روزے علالتوں اور سفر میں بھی نہیں چھوڑتے۔ ادھر وصال شریف کے چند سال پہلے سے جب کہ مرض نے شدت پکڑا اور ضعف و نقاہت حد سے زیادہ بڑھ گئی۔ نیز عمر شریف اسّی کے قریب پہنچ گئی اور روزے رکھنے کی آپ میں تاب و توانائی باقی نہ رہی تو اطبّا کے مشورے سے مجبورًا فرض روزے بھی چھوڑ دینے پڑے۔ مگر ان روزوں کے فدیہ دینے میں کبھی کوتاہی نہ ہوئی۔

تلاوت کلام اللہ شریف آپ کا محبوب مشغلہ تھا۔ اکثر نو دس بجے دن میں ناشتہ سے فارغ ہو کر کلام اللہ شریف لے کر بیٹھ جاتے اور گیارہ بجے تک تلاوت فرماتے رہتے۔ کسی روز حاجت مندوں کی بھیڑ یا کسی دوسری وجہ سے صبح کو فرصت نہ ہوتی تو بعد نماز ظہر تلاوت فرماتے۔ سفر میں بھی وہ حمائل شریف جو اخیر دم تک آپ کی تلاوت میں رہا، ضرور ساتھ لے جاتے۔ یہ آپ کی کرامت کہئے یا کثرت تلاوت کی برکت کہ کبھی کوئی آیت دیکھنا ہوتی تو اس انداز سے مصحف شریف کھولتے کہ اکثر پہلی ہی دفعہ وہ صفحہ نکل آتا جس میں وہ آیت ہوتی حالانکہ اس میں کوئی نشان نہیں دیا رہتا۔

عبادات میں درود شریف آپ کا وہ پیارا شغل تھا کہ جب دیکھئے لبوں کو جنبش ہے اور سرورِ کونین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی بارگاہ مقدس میں صلوٰۃ و سلام کا ہدیہ پیش ہو رہا ہے۔ درودوں میں ندائیہ درود شریف اکثر پڑھا کرتے اور مریدوں کو بھی سب سے پہلی تعلیم (تعلیم خمسہ) میں پانچ

سو بار صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہ پڑھنے کی ہدایت فرماتے۔

غرضکہ آپ عبادات الٰہی و ریاضات باطنی کے وہ مجسمہ تھے جس کی نظیر اس دور میں ملنا بہت مشکل ہے ؏

بسیار خوباں دیدہ ام اما تو چیزے دیگری

سلسلۂ طریقت

ہمارے سرکار قبلہ قدس سرہٗ العزیز نے سلسلہ قادریہ مجددیہ آبادانیہ فریدیہ میں (جو مملو ہے ہر چہار سلاسل طریقت سے) بیعت کی اور اسی کے طریقہ تکمیل سلوک کے مطابق منازل سلوک طے فرمائے اور اس کی کل تعلیمات حاصل کر کے پہلے اپنے مرشد طریقت واقف اسرار خفی و جلی حضرت شاہ مولیٰ علی لعل گنجی رحمۃ اللہ علیہ سے بعدہٗ حضرت مولانا مولوی حافظ شاہ محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سجادہ آستانہ عالیہ فریدیہ میر گنج آرہ و حضرت حکیم سید شاہ جلال الدین جرٹھوی رحمۃ اللہ علیہ سے اس میں بیعت و ارشاد کے مجاز ہوئے اس کے علاوہ حضرت مولانا سید شاہ محمد محی الدین صاحب قادری مجیبی پھلواروی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی آپ کو تعلیمات اور اجازت سلسلۂ قادریہ وارثیہ و عمادیہ و جنیدیہ کی اور سلسلہ چشتیہ نظامیہ اور صابریہ و قلندریہ کی حاصل ہیں۔

سلسلہ قادریہ مجددیہ چونکہ مملو ہے ہر چہار سلاسل دایفت قادریہ و نقشبندیہ و چشتیہ و سہروردیہ سے لہٰذا مشربًا اگرچہ آپ قادری تھے مگر جامع تھے ہر چہار

سلاسل کے طالب ان سلاسل مروجہ میں سے جس سلسلہ میں بیعت وارشاد کی خواہش ظاہر کرتا، اسی میں اس کی بیعت لیتے اور اس کی تعلیمات عنایت فرماتے بیعت لینے میں آپ کمال احتیاط برتتے تھے۔ جب کوئی مرید ہونے کی خواہش ظاہر کرتا تو پہلے اچھی طرح اس کو جانچ لیتے کہ کسی دوسرے پیر کا مرید تو نہیں ہے یا اس کو عقائد حقہ اہلسنت وجماعت سے کوئی اختلاف تو نہیں ہے۔ اگر کسی دوسرے پیر کا مرید ہوتا تو ہرگز اس کی بیعت نہیں لیتے اور اس کے شیخ کی خوبیاں وکمالات بیان کر کے اس کی بدظنی دور کر دیتے اور اس کو اپنے شیخ کی طرف پھر رجوع کرا دیتے اور اگر کسی طالب کا شیخ باحیات نہ ہوتا اور آپ سے تجدید بیعت کی خواہش ظاہر کرتا تب بھی اپنے آقایان نعمت ومرشدان طریقت کے مسلک کے مطابق اس اس کی بیعت لینے سے احتراز فرماتے البتہ طلب صادق دیکھ کر اس کی تعلیم و تربیت ضرور فرماتے۔ ہاں طالب کسی ایسے پیر کا مرید ہوتا کہ اس کو کسی پیر کامل سے بیعت وارشاد کی اجازت نہ ہوتی یا اس کے عقائد درست نہ ہوتے تو اس کی بیعت بلا پس وپیش لے لیا کرتے۔ یا طالب کے عقیدہ میں اگر کوئی فتور دیکھتے تو صاف کہہ دیتے کہ یہ سلسلۂ طریقت ہے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اور حضرت غوث پاک جس کا بار بزرگوں نے میرے سر اس لئے رکھا ہے کہ خلق خدا کو خدا و رسول جل جلالہٗ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضا حاصل کرنے کا طریقہ بتاؤں پس جب تک تمہارے عقائد درست نہ ہو جائیں تم مرید ہو کر کیا کرو گے جاؤ پہلے بزرگان دین وعلمائے اہل سنت کے

عقائد کے مطابق اپنے عقائد درست کرو پھر آؤ تو بیعت لی جائے گی تب تمہیں خدارسی کا راستہ معلوم ہوگا۔ اور بزرگانِ سلسلہ کے فیوض وبرکات حاصل ہوں گے۔ بغیر اس کے مرید ہونے کا کچھ حاصل نہیں اور اس کو علمائے اہلسنت کی تصانیف مثل بہار شریعت وانوار ساطعہ وحسام الحرمین شریف اپنے پاس سے مطالعہ کرنے کو دیتے۔ اگر ان کتابوں کے مطالعہ سے وہ صحیح العقیدہ سنی ہو جاتا تو اس کی بیعت لے لیتے ورنہ نہیں۔

نوٹ: آپ کے سلسلۂ طریقت کی تعلیمات اور اس میں تکمیل سلوک کا طریق فقیر کے رسالہ انتباہ الطالبین میں ملاحظہ فرمائیں۔

سماع و وَجُد

مسئلہ سماع کی توضیح قدرے تفصیل کے ساتھ میں اپنے رسالہ انتباہ الطالبین میں کر چکا ہوں۔ جس کا جی چاہے رسالہ ہٰذا کا مطالعہ کرے یہاں بطور اختصار یہ بتانا مقصود ہے کہ سلسلہ آبادانیہ میں سماع و غنا کا آغاز کب سے اور کیسے ہوا نیز ہمارے سرکار قبلہ قدس سرہ العزیز کا مسلک اور طریق کیا رہا۔ واضح ہو کہ حضرت مولانا صوفی شاہ آبادانی سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ (جن سے سلسلۂ آبادانیہ منسوب ہے) کے پیر و مرشد حضرت مولانا شاہ میر محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ آپ

کے تعلقات اپنے وقت کے اولیائے کرام ومشائخ عظام سے بہت وسیع تھے۔ بالخصوص حضرت مولانا فخر الدین نظامی رحمۃ اللہ علیہ اور سید السادات حضرت شاہ غلام سادات چشتی صابری رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کے قدیم مراسم اور گہرے روابط تھے۔ یہ دونوں حضرات اہل سماع تھے اور ہمیشہ اپنے بزرگان سلسلہ کے معمول کے موافق مجلس سماع منعقد کرتے تھے۔ ایک روز حضرت مولانا فخر الدین نظامی رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا شاہ میر محمد زکریا صاحب علیہ الرحمۃ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا کہ آج میرے یہاں مجلسِ سماع ہے۔

میں یہ جانتا ہوں کہ آپ سماع کی مجلس میں شرکت نہیں فرماتے لیکن میری تمنا ہے کہ آپ اپنے جاں نثار مُرید صوفی شاہ آبادانی صاحب کو اجازت دیں کہ وہ میری مجلس میں شریک ہوں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ آپ لوگوں کو تو خداوند تعالیٰ نے ہزاروں فرزند معنوی دیئے ہیں اور مجھ کو تو یہی ایک فرزند عطا کیا ہے میں اپنے طریقے کے خلاف کس طرح کروں اور صوفی آبادی کو کس طرح اجازت دوں۔ مولانا فخر الدین نظامی رحمۃ اللہ علیہ بہت مصر ہوئے اور نہایت عاجزی وانکساری کے ساتھ عرض کی میری خاطر سے اجازت دی جائے۔ آپ نے مجبوراً اجازت دے دی۔ چنانچہ صوفی آبادانی صاحب سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ اپنے پیر ومرشد کے حکم کے بموجب مولینا موصوف کے ہمراہ تشریف لے گئے اور مجلس سماع میں شریک ہوئے لیکن حضرت صوفی آبادانی رحمۃ اللہ علیہ نے تا زندگی اپنے یہاں کبھی ایسی مجلس منعقد نہیں کی۔ لیکن مخلصین کی استدعا پر ان کے یہاں مجلسِ

سماع میں شرکت فرماتے۔ آپ کے بعد آپ کے خلیفہ ومجاز حضرت حافظ شاہ احسان علی صاحب پاک پٹنی رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت میں ان صوفیائے متقدمین کے اصول پر جو اہل سماع گذرے ہیں۔ مخصوص آداب وشرائط کے ساتھ اپنے یہاں محفل سماع منعقد کرتے تھے۔ چنانچہ اسی وقت سے بزرگان سلسلہ آبادانیہ میں سماع کا آغاز ہوا جو اب تک رائج اور معمول ہے۔

ہمارے سرکار قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی ابتدا میں سماع سے ذوق تھا اور اپنے آقایان نعمت بزرگانِ سلسلہ آبادانیہ کے مسلک پر انہیں آداب وشرائط کے ساتھ محفل سماع میں شرکت فرماتے رہے۔ لیکن انقلاب زمانہ نے جب لوگوں کے ہاتھوں سے احتیاط کی باگ ڈور چھین لی اور متقدمین صوفیا کی نظر دل میں سماع وغنا کے جو منافع تھے ان کے حاصل ہونے کے بجائے مضرات زیادہ پیدا ہونے لگے تو آپ نے حزم واحتیاط کی بنا پر مجلسِ سماع کی شرکت یک قلم ترک کر دیا اور اپنے متوسلین ومسترشدین کو بھی محفل سماع کے انعقاد اور اس میں شرکت کی ممانعت فرما دی اور واضح طور پر فرما دیا کہ خواجۂ عالیشان حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مسلک اس بارے میں یہ تھا " نہ ایں کار میکنم نہ انکار میکنم " میرا بھی اس باب میں یہی مسلک ہے۔

مگر عشق الٰہی ومحبت جناب رسالت پناہی جَلَّ وَعَزَّ وصلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں جب کبھی بے چین ہو جاتے تو خود ہی گنگنانے لگتے اور معتنیہ اشعار

بے ساختہ آپ کی زبان پر جاری ہو جاتے۔ بعض اوقات کسی خوش گلو پرہیزگار نعت خواں کو نعت خوانی کا حکم فرماتے اس وقت آپ کا عالم دیکھنے کے قابل ہوتا جبکہ محفلِ نعت سرورِ کائنات علیہ التحیۃ والصلوٰۃ کے اندر آپ وجد و کیف میں ڈوبے ہوئے بادۂ حبِّ نبوی سے سرشار نظر آتے تھے اور فراقِ محبوب میں روتے روتے ہچکیاں بندھ جاتی تھیں بعض اوقات ایسا بھی ہوتا کہ وجد و کیف کا جب زیادہ غلبہ ہوتا تو اپنی جگہ سے اٹھ کر گھومنے لگتے اور متوسلین میں جس طرف توجہ فرماتے وہ بے خود ہو جاتا۔

ایک بار آپ برادرِ طریقت ہمت علی و ولایت حسین صاحبان کی دعوت پر موضع گوری گانواں تشریف لے گئے۔ رات کو ہمت علی صاحب کے یہاں میلاد شریف تھی۔ جناب مولوی شاہ محمد علاء الدین صاحب (جو اس وقت وہیں درس و تدریس کی خدمت پر مامور تھے) تقریر کے لئے کھڑے ہوئے اور خطبہ کے بعد نعت شریف پڑھنے لگے۔ مولوی صاحب موصوف نے یہ شعر پڑھا ؎

نبی ہمارے اگر حکم دیں اشارۂ دل میں
تو مر دے کلمۂ طیب پڑھیں مزاروں میں

تو آپ پر وجد طاری ہو گیا اور اپنی جگہ سے اٹھ کر دست بستہ کھڑے ہو گئے۔ اس وقت کا کچھ عجیب ہی منظر تھا۔ آپ کا اٹھ کر کھڑا ہوتا تھا کہ سارا مجمع ملیکف ہو گیا جس کو دیکھئے بجائے خود وجد و کیف میں ڈوبا ہوا نالہ کناں ہے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ انوار و تجلیات کی پھوہاریں پڑ رہی ہیں اور ساقیٔ کوثر جام بکف محفل میں جلوہ فرما ہیں۔ علیہ التحیۃ والثنأ۔

خلاصہ یہ کہ آپ کی ذاتِ گرامی جامع صفاتِ صوری و معنوی تھی۔ آپ

کی محفلِ نعت بھی تمام آلاتِ لہو و دف، عود، مزامیر وغیرہ سے پاک اور خالی ہوتی تھی اور آج بھی آپ کی خانقاہِ عالم پناہ میں موقع بہ موقع آداب و شرائط کے ساتھ نعت خوانی ہوا کرتی ہے۔

سفرِ حج و زیارتِ حرمین شریفین

حضرت سرکار قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قلب مبارک میں مدتوں سے زیارتِ حرمین شریفین کا ولولہ پنہاں تھا۔ چنانچہ ۱۳۴۹ھ میں جب کہ یہ ناچیز سرکاہی شریف کی مسجد میں امامت پر مامور تھا ایک رات خواب دیکھا کہ حضرت سرکار قبلہ رضی اللہ تعالیٰ کے ہمراہ مکّہ مکرمہ پہنچا اور خانہ کعبہ کی زیارت سے مشرف ہوا۔ پھر وہاں سے مدینہ طیبہ پہنچ کر روضۂ پاک سیدِ عالم نبیٔ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ہم دونوں حاضر ہوئے۔ حضرت سرکار قبلہ اس ناچیز کو اپنے کینڈل میں لے کر روضۂ پاک کے اندر تشریف لے گئے۔ ایسا معلوم ہوا کہ قبر شریف کھلی ہوئی ہے اور حضرت سرکار کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک نورانی چادر اوڑھے ہوئے استراحت فرما رہے ہیں۔ ہم لوگوں نے پڑھنا شروع کیا۔

" اَلصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہ "

صبح سویرے موضع گوریارہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا خواب بیان کیا تو مسکراتے ہوئے اپنے خیال کا اظہار یوں فرمایا — "کہ یوں تو اُس عالم (رویا) میں کئی بار زیارت نصیب ہوئی ہے۔ مگر کم از کم اِس عالم (جسم و جان کے ساتھ) میں دربارِ گہر بار میں حاضری کی تمنا بہت دنوں سے دل ہی دل میں مچل رہی ہے۔ دیکھئے وہ وقت کب آتا ہے" ؎

کے بود یارب کہ رُو در طیبۂ و بطحا کنم
گہہ بہ مکہ منزل و گہہ در مدینہ جا کنم

اسی وقت سے اکثر و بیشتر زیارت حرمین شریفین کا اظہار خیال فرماتے رہے۔ آخر ۱۳۶۷ھ میں آپ نے اس کا ارادہ کر ہی لیا اور بتاریخ ۲ر شوال المکرم ۱۳۶۷ھ میں جناب حاجی شاہ محمد یوسف صاحب داراپٹی و جناب حاجی خدا بخش صاحب چاندپوری کے ہمراہ حجاز مقدس تشریف لے گئے اور حج بیت اللہ و زیارت روضۂ مقدسہ سرکار دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہو کر محرم الحرام ۱۳۶۸ھ میں واپس تشریف لائے۔ اس سفر میں مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ میں متعدد اشخاص آپ کے دست حق پرست پر مرید بھی ہوئے۔

فالحمد للہ علیٰ ذالک ۔

آپ کے ارشادات

ایک بار مقام ہرپورکشنی ضلع چمپارن حاجی محمد یتیم صاحب مرحوم صاحب کے مکان پر سرکار قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تشریف لے گئے یہ فقیر بھی ساتھ تھا۔ صبح کے وقت بہت لوگ حاضرِ خدمت تھے جن میں مولوی محمد عالم صاحب دربھنگوی مدرسہ قومیہ ہرپورکشنی اور بابو عدالت حسین صاحب مہسون و ولی عالم شاہ صاحب چکیادی وغیرہ بھی تھے۔ حضرت سرکار قبلہ نے تصوف کے ضمن میں گفتگو شروع کی اور بتایا کہ تصوف کے چار درجے ہیں شریعت، طریقت، حقیقت اور معرفت۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ان چاروں مراتب کو اخروٹ سے مثال دی ہے۔ یعنی جیسے اخروٹ کے چار درجے ہیں — پوست، استخواں، مغز اور روغن اسی طرح تصوّف کے بھی چار درجے ہیں۔ شریعت پوست ہے۔ طریقت استخواں حقیقت مغز اور معرفت روغن۔ اگر پوست نہ ہو تو استخواں کا پیدا ہونا محال ہے اور استخواں نہ ہو تو مغز کہاں اور جب مغز ہی نہ ہو تو روغن کجا۔ پس تصوف ایک درخت ہے۔ جس کی بیج شریعت ہے، شاخ طریقت پھول حقیقت اور پھل معرفت۔

بہرحال شریعت اصل (اصول) تصوف ہے۔ بغیر شریعت تصوّف

حاصل نہیں ہو سکتا پھر فرمایا کہ عالم کی پانچ قسمیں ہیں ــ عالمِ[1] دنیا، عالمِ[2] شریعت، عالمِ[3] طریقت، عالمِ[4] حقیقت، عالمِ[5] معرفت ۔ پس عالمِ دنیا وہ ہے کہ تکبّر و غرور، بغض و حسد اور نفاق کی دستار سر پر ہو اور علمِ دین کے ذریعے سے دنیا حاصل کرے ۔ یہ سگِ دنیا ہیں۔ حدیث شریف میں ہے ۔ اَلدُّنْیَا جِیْفَۃٌ وَّطَالِبُھَا کِلَابٌ یعنی دنیا مُردار ہے اور اس کے چاہنے والے کتّے ہیں۔ اس دنیا سے مُراد وہ دنیا ہے جو غیر مشروط طور پر حاصل کی جائے وہ جیفہ ہے اور اس کے طالب کتّے ہیں ورنہ جو پاک دنیا ہے وہ مَزْرَعَۃُ الْاٰخِرَۃ ہے ۔ جس دنیا کے ذریعہ آخرت حاصل ہو جائے عالمِ شریعت وہ عالم ہے کہ علم دینیات کے حاصل کرنے کے بعد جائز اور ناجائز کے جھگڑے میں گرفتار ہو اور مدعی کو علم کلام کے زور سے پسپا کر دے انہیں کو علمائے ظواہر کہتے ہیں۔ ان کی مثال اخروٹ کے پوست کی سی ہے ۔ یعنی زاہد خشک ۔ عالمِ طریقت وہ ہے جو ان علماء سے کترا کر الگ ہو اور مجاہدہ نفس پر کمر باندھی وہ صلحاء میں داخل ہوا لیکن ابھی انانیت باقی ہے کہ گنہگاروں سے بھاگتا ہے ۔ اور غیر شرع سے نفرت کرتا ہے ۔ یہ نفرت دلیل اس بات کی ہے کہ اپنے آپ کو بہتر سمجھتا ہے اور یہ نہیں جانتا ہے کہ طریقت میں پہلا قدم دوئی اور انانیت کا مٹانا ہے ۔ اس کی مثال استخواں کی ہے ۔ کہ مغز ہونے کا یقین ہوا ۔ عالمِ حقیقت وہ ہے کہ پیر کامل کے وسیلہ سے طریقت سے حقیقت میں آوے ۔ اس وقت تمام مخلوقات کو اپنے آپ

سے بہتر و افضل جانتا ہے یہ مرتبہ مغز کا ہے ۔ یعنی صلحائے ابرار میں پہنچا اور پُر مغز ہوا ۔ عالمِ معرفت وہ ہے کہ حقیقت سے معرفت میں پہنچا ۔ یہاں نہ کچھ بُرا ہے نہ بھلا سب درجۂ مساوات میں ہیں یعنی اس مقام میں اسرارِ مشیت سے واقف ہو کر ابرار سے مقربین میں داخل ہوتا ہے ۔ اور مقامِ قرب حاصل کرتا ہے یہ مثال روغن کی ہے ۔ اس طریق کو راہِ سلوک اور تصوّف کہتے ہیں اور ایسے عالم کو صوفی، عالمِ ربّانی، وارثِ انبیاء، خلیفۃ اللہ اور قطب وغیرہ کہتے ہیں ۔ جب تک تصوّف کے چار مراتب کما حقہٗ حاصل نہیں کر لیتا صوفی نہیں کہلاتا ۔ سلوک کے معنی ہیں راستہ چلنا اور تمام امور میں نیک چلتی اختیار کرنا اور اصطلاحِ صوفیائے کرام میں اس کے معنی طلب حق ہیں ۔ اسی کا معنی علم قلب و حکمت و فقر اور علمِ باطن ہے ۔ اسی کے مقامات کا نام شریعت و طریقت، حقیقت و معرفت ہے اور اسی علم کے ابواب کا نام طلب عشق، عرفان توحید، استغناء، فنا و بقا ہے ۔ اسی علم کے حصول کو تذکر و تصور و تفکر و استغراق و شکر و بیداری و سرشاری و محویت و صحویت و حیرت کہتے ہیں ۔ اسی علم سے اپنی شناخت اور عرفان الٰہی ہوتا ہے ۔ اسی علم کے فاضل کو سالک و صوفی و فقیر و انسان کامل کہتے ہیں ۔ پھر فرمایا کہ عزیزو ! یہ وہ باتیں ہیں جو کتابوں میں پڑھنے سے حاصل نہیں ہو سکتیں اس کے لیے کسی کامل کے دامن سے وابستہ ہونا شرط ہے ۔ اھ بلفظہٖ

آپ کی اس تقریر کا ایسا گہرا اثر پڑا کہ سارا مجمع مکیف ہوگیا۔ اور ہو حق کی صدا بلند ہونے لگی۔ جب مجلس ختم ہوگئی اور مولوی محمود عالم صاحب مجلس سے اٹھ کر باہر آئے تو کہنے لگے بیشک یہ ولی اللہ ہیں۔ اس لیے کہ آپ کے وعظ میں جو تاثیر کی کیفیت تھی وہ محض اللہ والوں کی زبان میں پائی جاتی ہے۔ اس لیے کہ ان کی زبان اللہ کی زبان بن جاتی ہے۔ حضرت مولانا روم علیہ الرحمۃ کا قول سچ ہے ؎

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

جب ہرپور کشتی سے رخصت ہوکر سرکار قبلہ مہسی منشی عدالت حسین صاحب کے مکان پر رونق افروز ہوئے۔ شب میں مجلس میلاد پاک منعقد ہوئی۔ جناب مولانا حکیم مسیحا صاحب متوطن مقام قاضی بہیرہ ضلع دربھنگہ نے جو اس وقت وہاں مدرسہ میں مدرس تھے، میلاد شریف پڑھی۔ صبح کو بعد نمازِ فجر فراغت اوراد و وظائف حضرت سرکار قبلہ حسب معمول قرآن شریف تلاوت فرمانے لگے۔ آپ کا معمول تھا کہ قرآن پاک ترجمہ کے ساتھ تلاوت فرماتے۔ کثیر مریدین و معتقدین کی ایک جماعت نزدیک بیٹھی تھی۔ جب آپ نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی ــــ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ ؕ

ترجمہ: اے ایمان والو ڈرو اللہ سے اور ہو جاؤ سچوں کے ساتھ

حاضرین کی طرف مخاطب ہو کر صحبت فقراء پر آپ نے تقریر کرنی شروع کی۔ اور بتلایا کہ حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھ کو فقیروں میں ڈھونڈو۔ پس انہیں کی بدولت تم کو روزی اور نصرت نصیب ہوتی ہے۔ یعنی فقیر میرے دوست ہیں۔ میں انکے پاس بیٹھتا ہوں۔ ایک روز عرب کے بعض حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم ہمارا جی چاہتا ہے کہ آپ کی خدمت مبارک میں حاضر ہوا کریں۔ مگر ہر وقت یہ اصحاب صُفّہ رذیل و حقیر و فقیر شکستہ حال آپ کے ہم نشین رہتے ہیں۔ ان کے ساتھ بوجہ عار کے ہم نہیں بیٹھ سکتے۔ اگر ان کو اس وقت اٹھا دیا جائے تو آپ سے کچھ مسائل دینی حاصل کریں۔ منا اللہ عز وجل نے یہ آیت شریف نازل ہوئی ــــ

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ ؕ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِنْ شَيْءٍ وَمَا مِنْ حِسَابِكَ مِنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُونَ مِنَ الظَّالِمِينَ ۝ (پارہ ۷ سورۃ الانعام)

یعنی اور نہ دور کرو انہیں جو اپنے رب کو پکارتے ہیں صبح و شام اس کی رضا چاہتے ہیں۔ تم پر ان کے حساب سے کچھ نہیں پھر اگر انہیں دور کرو تو یہ کام انصاف سے بعید ہے ــــ

اب ذرا خیال کرو کہ اگر وہ فقرا تھوڑی دیر کے لیے اٹھا دیئے جاتے تو
اس میں کیا نقصان تھا۔ کہ بڑے بڑے عرب کے امرا مسلمان ہو جاتے لیکن
غیرت الٰہی نے قبول نہ کیا کہ یہ ہمارے خاص دوست حقارت سے اٹھا دیئے
جائیں۔ کوئی دین سیکھے یا نہ سیکھے یہ کسی کے کام میں خلل انداز نہیں ہیں
نہ یہ کسی کو رنج دیں نہ انہیں کوئی رنج پہنچائے کہ یہ ہمارے محب خاص
ہیں۔ چنانچہ پارہ پندرہ ۱۵ سورہ کہف میں ارشاد ہوا ـــ

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ
وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ تُرِيْدُ
زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا
وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًاo

یعنی اے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھام رکھیے اپنے آپ
کو ان لوگوں کے ساتھ جو پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح و شام طالب ہیں دیدار
کے۔ اور نہ دوڑیں آنکھیں آپ کی ان کو چھوڑ کر تلاش میں رونق دنیا کی زندگی
کی اور نہ کہا مانیئے اس کا جس کا دل غافل کیا ہم نے اپنی یاد سے اور پیچھے
لگا ہے وہ اپنی خواہشوں کے اور اس کا کام حد سے گزر گیا۔

وہ فقرا، اصحاب صُفّہ حضرت صہیب و حضرت بلال و حضرت عمار
و حضرت خباب تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ ان آیات کے نازل ہونے
کے بعد حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیشہ دعا کرتے تھے اَللّٰھُمَّ

اَحْيِنِيْ مِسْكِيْنًا وَاَمِتْنِيْ مِسْكِيْنًا وَاحْشُرْنِيْ فِيْ زُمْرَةِ الْمَسَاكِيْنِ۔ یعنی
اے اللہ زندہ رکھ مجھ کو مسکین اور مار مجھ کو مسکین اور حشر کر میرا گروہ مساکین
میں۔ یہاں فقیر اور مسکین سے طامع و حریص دنیا اور فقیر بے معرفت مراد
نہیں ہے بلکہ وہ فقرا مراد ہیں جو صاحب معرفت ہیں اور انوار الٰہی سے اپنے
سینے معمور رکھتے ہیں۔ ایک اور حدیث ہے جس کو ابونعیم نے حضرت جابر
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ
وسلم نے ہر ایک عالم کے پاس مت بیٹھو بلکہ اس عالم کے پاس بیٹھو جو پانچ
چیزوں سے پانچ چیزوں کی طرف بلائے۔

اوّل شک سے یقین کی طرف۔ دوسرے ریا سے اخلاص کی طرف تیسرے
دنیا کی خواہش سے زہد کی طرف۔ چوتھے تکبر سے تواضع کی طرف، پانچویں
عداوت سے خیر خواہی کی طرف۔ اور یہ پانچوں باتیں حاصل نہیں ہوسکتیں
مگر فقرا اور اولیاء اللہ کی خدمت میں۔ اسی لیے یہاں خداوند قدوس نے
فرمایا کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ۔ ہو جاؤ سچوں کے ساتھ۔ صادقین یہی
فقرائے کرام تو ہیں۔ جن کا سینہ انوار الٰہی سے روشن ہے۔

صحبتِ ایشاں اگر باشد نصیب
دولت جاوید یابد اے حبیب

حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے پوچھا کہ
اگر آپ کو شب قدر مل جائے تو آپ اس رات میں اللہ تعالیٰ سے کیا طلب

کریں گے۔ تو آپ نے فرمایا نیک صحبت۔ ایک حدیث اولیاء اللہ کی صحبت کے بارے میں یہ بھی ہے هُمُ الْقَوْمُ لَا يَشْقَىٰ جَلِيْسُهُمْ۔ یعنی یہ وہ لوگ ہیں کہ ان کے نزدیک بیٹھنے والا بدنصیب نہیں ہوتا۔ علاوہ ازیں اور بھی احادیث اور اقوال بزرگان سلف سے اولیاء کے فضائل ثابت ہیں۔ اس وقت بہ طور نمونہ دو ایک حدیثیں آپ لوگوں کے سامنے میں نے بیان کی ہیں تاکہ آپ سمجھ سکیں اور صحبت فقراء کو بہتر و غنیمت سمجھیں۔ اور کوئی انکی ظاہری حالت کو دیکھ کر اعتراض نہ کرے۔ اور حقارت کی نظر سے دیکھ کر اپنے دین و دنیا کا نقصان نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ چشم بصیرت عطا فرمائے آمین!

خاکساران جہاں را بحقارت منگر
تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

یہاں یہ بھی ملحوظ رہے کہ اگر فقرائے ربانی سے بظاہر خلاف شرع کوئی قول یا فعل ظاہر ہو جائے تو اہل ظواہر کو اس کی تحقیر مناسب نہیں کیوں کہ وہ لوگ سوختۂ آتش عشق و محبت و غریق بحر فنا ہوتے ہیں۔ غلبۂ عشق میں عشق کے آداب کچھ اور ہوتے ہیں۔ اور اہل فنا چونکہ خودی سے گزر جاتے ہیں۔ وہ خود معذور و مرفوع القلم ہیں ایسے لوگوں کو برا کہنے والا حکم خدا اور رسول سے انحراف و روگردانی کرتا ہے اور خود مبتلائے معصیت ہوتا ہے مَنْ عَادٰى لِيْ وَلِيًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ اس بیان سے فقیر و اہل فقر کی فضیلت آپ لوگوں پر ظاہر ہو گئی۔ کیونکہ یہ لوگ وہ ہیں کہ انکی تعلیم عام لوگوں کی

طرح صرف احکام شرعیہ کی نہیں ہے بلکہ ان کو علم حکمت و معرفت یعنی اسرار ربانی و رموز حقائق سے بھی حصہ ملا ہے جس سے عام لوگ محروم ہیں۔ ہاں اہل ظاہر ایسی باتوں کی اتباع کے مکلف نہیں ہیں بلکہ ان سے اجتناب بدرجۂ اولیٰ ضروری ہے۔ آخر میں آپ نے روتے ہوئے دعا کے لیے ہاتھ اٹھایا اور کہا کہ یا اللہ ہمارے حال پر رحم فرما اور ہمیں ان فقرائے حقانی کی محبت عطا فرما۔ ان کے قدم بہ قدم چلا اور انہیں کے ساتھ ہمارا حشر کر۔ آمین ثم آمین اثنائے دعا میں حاضرین پر وہ اثر پڑا کہ زار و قطار رونے لگے۔

شام کو جناب مولانا حکیم مسیحا صاحب مرحوم سرکار قبلہ سے ملنے آئے۔ بعد سلام و مصافحہ کے گفتگو شروع ہوئی۔ حکیم صاحب مرحوم نے حضرت سرکار قبلہ سے سوال کیا کہ فقر و تصوف کی تعلیم خواص ہی کو ہوتی ہے یا عوام کو بھی۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ حکیم صاحب کا یہ سوال کس نیت سے تھا۔ آیا امتحاناً تھا یا اپنی تشفی کے لیے۔ حضرت سرکار قبلہ نے فرمایا کہ آپ خود عالم ہیں پھر مجھ جیسے بے بضاعت سے یہ اہم بات کیوں پوچھتے ہیں۔ حکیم صاحب نے عرض کی کہ حضور تو علم اسرار کے عالم ہیں۔ سرکار قبلہ نے ارشاد فرمایا فقر و تصوف کی تعلیم خواص ہی کو ہوتی ہے عوام کو نہیں اور اس کے ثبوت کے لیے یہ حدیث کافی ہے کہ حضور اقدس رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ یعنی قسم ہے مجھ کو اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ اگر تم جان لو جو میں جانتا ہوں تو تھوڑا ہنسو اور بہت روؤ۔ اب یہاں پر غور

کرنا چاہیئے کہ جو کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے اس کو بیان کیوں نہ فرمایا ۔ بجز اس کے کوئی جواب اطمینان بخش نہیں کہ وہ بات عام طور پر بیان کرنے کی نہ تھی ورنہ پوشیدہ نہ فرماتے ع

ہر سخنے جائے و ہر نکتہ مقامے دارد

ایک اور حدیث ہے ۔ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے ایک خچر پر سوار تھا اور میرے اور حضور کے درمیان صرف کاٹھی کی پچھلی لکڑی کے برابر فرق تھا۔ پس آپ نے فرمایا اے معاذ کیا تو جانتا ہے کہ اللہ کا حق بندوں پر کیا ہے۔ میں نے کہا اللہ اور اس کا رسول خوب جانتا ہے ۔ تو آپ نے فرمایا کہ اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ شریک نہ کریں کسی شئے کو ۔

اور بندوں کا حق اللہ پر یہ ہے کہ عذاب نہ کرے اللہ اس کو جو شریک نہیں کرتا اللہ کے ساتھ کسی شئے کو ۔ میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کیا میں خوش خبری نہ دوں اس کی لوگوں کو ۔ آپ نے فرمایا مت خوش خبری دے اُن کو کہ اسی پر بھروسہ کر بیٹھیں گے ۔ اس حدیث کو بخاری اور مسلم دونوں نے روایت کی ہے ۔

اب فرمایئے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کیوں ممانعت فرمائی ۔ حالانکہ جمیع انبیاء علیٰ نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام شرک کی بیخ کنی کے واسطے مبعوث ہوئے ہیں ۔ اس سے بہتر اور

کون سی بات تھی کہ لوگ شرک فی العبادات سے چھوٹ جاتے اور خالص عبادات الٰہی میں مشغول ہو جاتے ۔ معلوم ہوا کہ اس میں کوئی راز مخفی تھا ، جو حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تعلیم فرمایا اور عوام کو اس کے قابل نہ سمجھا ۔ پس یہ تعلیم خاص تھی عام نہیں ۔ کیونکہ توحید و نفی شرک دریائے ناپیدا کنار اور عوام الناس کی عقل ناقص ۔ ورنہ کوئی وجہ ممانعت معلوم نہیں ہوتی ۔ چونکہ فقر بھی اسرار الٰہی میں سے ایک راز ہے ۔ اس کی تعلیم بھی خاص ہے عام نہیں ؎

آن راز کہ در سینہ نہانست نہ وعظ ست
بردار توان گفت و بر منبر نتوان گفت

چونکہ عبادت بلا شرک پر بھروسہ کرنا بھی شرک میں داخل تھا اور توحید میں نقص لہٰذا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرما دیا اور اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے ۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ ط

یعنی کہہ دیجئے اے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اگر تم اللہ تعالیٰ کو دوست رکھنے والے ہو تو میری اتباع کرو تاکہ اللہ تعالیٰ تم کو دوست رکھے ۔ اس آیۂ کریمہ سے اتباع ظاہر و باطن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اہل ایمان پر فرض ہوئی ۔ ظاہر اتباع بمرتبۂ نبوت ہے اور باطنی اتباع بمرتبۂ ولایت ہے ۔

صوفیائے کرام کی اصطلاح میں مرتبۂ نبوت وہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بواسطہ حضرت جبریل امین اللہ تعالیٰ اسرار توحید ظاہر اخذ کرتے

رہے۔ پس وہ ظاہر شریعت ہے اور ولایت کا مرتبہ وہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بلاواسطہ حضرت جبرئیل امین اسرار باطن اللہ تعالیٰ سے تعلیم پاتے رہے۔ چنانچہ حدیث شریف لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ لَا یَسَعُنِیْ فِیْہِ مَلَکٌ مُقَرَّبٌ وَّلَا نَبِیٌّ مُّرْسَلٌ سے ثابت ہے اور یہ مرتبۂ ولایت ہے پس اکثر لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ظاہری اتباع میں مشغول رہے۔ لیکن وہ لوگ بہت کم ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع باطنی میں ولایت سے بہرہ مند ہوئے۔ کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اس بات پر مامور ہوئے تھے کہ بغیر طلب صادق کسی کو مرتبۂ ولایت کے اسرار سے مطلع نہ فرمائیں چنانچہ صوفیوں کے فرقہ میں یہ سنت اب تک جاری ہے۔

جواہر غیبی میں درج ہے کہ ایک روز حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے دل میں معاً یہ خیال پیدا ہوا کہ بموجب فرمان خداوندی شرح ظاہری کے احکام میں تو ہم نے رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی اتباع کی۔ لیکن اسرار باطن سے فیضیاب ہوئے پس حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں کمالِ صدق واخلاص سے حاضر ہوئے اور سوال پیش کیا۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ مجھ کو حکم ہے کہ یہ راز مخفی بجز طالب صادق کسی پر ظاہر نہ ہو۔ پھر حضور نے حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہ کو اسرار باطنی کی تعلیم دی۔ پس اسرار بوسیلہ

حضرت علی مرتضیٰ فرقۂ صوفیائے کرام میں پہنچے اور تاقیامت ان سے یہ فیض جاری رہے گا۔ اَلْعُلَمَآءُ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَآءِ سے یہی لوگ مراد ہیں جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے علوم ظاہری وباطنی کے جامع ہیں۔

پھر شاہ صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا اب تو آپ کو معلوم ہوگیا ہوگا کہ فقر اور تصوّف کی تعلیم خاص ہے عام نہیں۔ حکیم صاحب مرحوم حضرت سرکار قبلہ کی اس تقریر سے پھڑک اٹھے اور ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ اور فوراً اٹھ کر دست بوس ہوئے۔ اس وقت کی اس تقریر کا سلسلہ کامل دو گھنٹہ جاری رہا۔ پھر کئی اشخاص نے اسی وقت داخلِ سلسلہ ہونے کی تمنا ظاہر کی اور مرید ہو گئے۔

ایک مرتبہ سلسلہ کے دورہ میں مقام جمسر بازار ضلع چھپرہ (برادر طریقت شفاعت حسین صاحب کے ہمشیرہ کے مکان پر) تشریف لے جا رہے تھے۔ یہ فقیر ہمراہ تھا۔ تھاوے اسٹیشن پر گاڑی سے اتر کر بیل گاڑی پر سوار ہوکر جاتے ہوئے اثنائے راہ میں اذکار واشغال کے متعلق کچھ فرمانے لگے۔ فقیر نے عرض کیا۔ حضور! علم الیقین اور عین الیقین اور حق الیقین کا کیا مطلب ہے۔

ارشاد فرمایا

ہر چیز کی شناخت کے لیے تین درجے یقین کے مقرر ہیں یعنی علم الیقین

عین الیقین ، حق الیقین ۔ جو شخص کسی چیز کو بتانا چاہتا ہے تو پہلے اس چیز
کا نام لے کر اس کی صورت وہیئت و شکل و ماہیت بیان کرتا ہے ۔
اس بیان سے جو علم سننے والے کے ذہن نشین ہوتا ہے اس کی مثال
یوں سمجھئے کہ جیسے کسی شخص نے بیان کیا کہ ایک انجن اس صورت و
شباہت کا ہوتا ہے ۔ اس میں بہت سے کل پرزے ہوتے ہیں ۔
اور یہ تیزی سے بھاپ کے ذریعہ چلتی ہے ۔ اس کا نام علم الیقین ہے
یہ کان سے متعلق ہے اور جب اس کو اسٹیشن پر لے جا کر اس کی شکل
دکھادی تو اس کو عین الیقین کہتے ہیں اس کا تعلق آنکھ سے ہے اور جب
اس کا تجربہ کرادیا ۔ یعنی ٹکٹ لے کر گاڑی میں سوار کرا کے فی گھنٹہ
اس کی رفتار کا یقین بھی کرادیا تو اس کو حق الیقین کہتے ہیں ۔ اس کا
علاقہ دل سے ہے ۔ پس ہر چیز کے یقین کے لیے تین درجے ہوں گے
یعنی وصف و صورت و تجربہ ذات شئے ۔ جب تک انسان کو چیز کا علم
نہ ہوگا اس کی طلب محال ہے اور جب علم ہوگیا تو طالب اس کی طلب میں
کوشش کرے گا ۔ اور سرگرم ہوگا ۔ اور جب پیدا ہوئی تو پھر طالب دیدار ہوگا
اور جب دیدار میسر ہوا تو پھر مشتاق وصال ہوگا ۔ پھر فقیر نے عرض کیا کہ
فقر کیا چیز ہے ؟

ارشاد فرمایا

کہ فقر ایک راز ہے جو تقریر و تحریر سے باہر ہے ۔ میں کیا بتلاؤں ۔
مثال کے طور پر یہ سمجھ لیجئے کہ دولہا و دولہن کی شادی اگرچہ ماں باپ کی
مرضی سے ہوتی ہے اور تمام رسومات انہیں کے وسیلہ اور واسطہ سے
انجام پاتے ہیں لیکن وصال میں کسی کو دخل نہیں ہوتا اور زفاف کی رات
کی کیفیت دولہا اور دولہن کے سوا کوئی نہیں جانتا ۔ لیکن کیف و وصل کا
بیان یہ دونوں بھی نہیں کرسکتے ۔ اسی طریقے سے مرشد کامل مرید طالب
کو سیر الی اللہ اور سیر مع اللہ اور سیر فی اللہ کراکے سپرد
خدا کردیتا ہے ۔ اس کے بعد جو راز و نیاز اس کے اور خدا کے درمیان ہوتا
ہے اس کو فقر کہتے ہیں اور ایسے فقیر کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا ۔ جیسا حدیث قدسی میں ہے ۔

اَوْلِیَآءِیْ تَحْتَ قَبَاءِیْ لَایَعْرِفُهُمْ غَیْرِیْ

یعنی میرے اولیا ، میری قبا میں ہیں میرے سوا ان کو کوئی نہیں جانتا
ایک روز بعد نماز عشاء کھانے پینے سے فارغ ہوکر جب بستر پر گئے
تو حسب معمول یہ فقیر سر میں تیل مالش کرنے لگا اور معرفت کے متعلق
آپ کچھ فرمانے لگے ۔ فقیر نے عرض کیا حضور مجذوب ، سالک اور سالک ،
مجذوب کسے کہتے ہیں ۔

ارشاد فرمایا

عشق کے بعد نظرِ معرفت سالک صانع سے صنعت میں آتی ہے اور تجلّیِ ذاتی عارف کے قلب پر وارد ہوتی ہے۔ اس تجلّی میں اس نور کو بے مثل اور مانند دیکھتا ہے اور ہستی حق جانتا ہے اور حق کو بے حجاب اشیاء میں مشاہدہ کرتا ہے اور ہر فعل و صفت کو جو اس سے یا دوسرے سے ظہور پکڑ پاتے ہیں بہ یقین جانتا ہے کہ یہ افعال و صفات حق ہیں۔ اس مرتبہ کو قربِ فرائض کہتے ہیں وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى اسی مقام کی گفتگو ہے۔ یعنی صفات اور ہستی ذات حق کو جمیع اشیاء میں جلوہ گر پاتا ہے۔ بلکہ ذات کو اشیاء سے دیکھتا ہے۔ جب سالک اس مرتبہ کے کمال کو پہنچ جاتا ہے تو اس کو مجذوب سالک کہتے ہیں کہ نظر اس کی ہمیشہ اشیاء سے پہلے ذات پر پڑتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا مَا رَأَيْتُ شَيْئًا إِلَّا رَأَيْتُ اللّٰهَ قَبْلَهٗ یعنی میں نے نہیں دیکھا کسی چیز کو مگر یہ کہ دیکھا کہ میں نے اللہ کو قبل اُس کے۔

اور جب سالک بفضلِ خدائے عزّ و جل اس درجہ سے ترقی پاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی عنایت سے تجلّی ذاتی بجمیع صفات سالک کے دل پر وارد فرماتا ہے اور عارف اس تجلّی ذات بجمیع صفات میں مستغرق ہو جاتا ہے۔

اس مرتبہ میں صنع کچھ باقی نہیں رہتی تمام صانع ہوتا ہے۔ یہاں مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ کی شان کھلتی ہے اور هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ کی حقیقت ظہور کرتی ہے اور بجز ہستیِ حق کچھ باقی نہیں رہتا اور سالک مِنْ كُلِّ الْوُجُوْهِ فانی ہو جاتا ہے۔ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهٗ کا ظہور ہوتا ہے اور عارف بچشمِ روح کہ نور ذات حق ہے۔ ذات حق کا مشاہدہ کرتا ہے رَأَيْتُ رَبِّيْ بِرَبِّيْ اسی مقام کا بیان ہے کہ عارف بغیر خودی ذات حق کو ذات حق میں معائنہ کرتا ہے اور اپنا پتہ بھی نہیں پاتا۔ اس کو فنائے مطلق دائم اور اس حال والے کو سالک مجذوب کہتے ہیں چونکہ حقیقت اشیاء بعد میں کما حقہ کھلتی ہے۔ لہٰذا سلطان المحققین نے فرمایا مَا رَأَيْتُ شَيْئًا إِلَّا رَأَيْتُ اللّٰهَ بَعْدَهٗ یعنی نہیں دیکھا میں نے کسی شے کو مگر یہ کہ دیکھا میں نے اللہ کو بعد اس شئے کے کہ حقیقت اشیاء بجز ذات حق کچھ نہیں۔ اور فرمایا کہ ابھی یہ سب باتیں آپ سب لوگوں کی سمجھ سے بالا ہیں۔

ریاضت و مجاہدہ میں کوشش کیجئے جب تک تزکیۂ نفس اور تصفیۂ قلب حاصل نہ ہو کامیابی محال ہے۔ اھ بلفظہ الشریف۔

ایک بار مقام حاجی نگر ضلع چوبیس پرگنہ۔ برادر طریقت ظہور علی صاحب کی باڑی میں حضرت سرکار قبلہ رونق افروز تھے۔ بوقت شب برادران طریقت ماسٹر رحمت اللہ صاحب و بھائی حسینی میاں و بھائی چھوٹو میاں و بھائی سید اللہ وغیرہ صاحبان حاضر خدمت تھے۔ ماسٹر رحمت اللہ صاحب نے آہستہ

سے کان میں مجھ فقیر سے کہا کہ حضور سے پوچھئے کہ توحید کس کو کہتے ہیں۔ فقیر نے انکار کیا کہ بھائی ہم نہیں پوچھ سکتے آپ ہی پوچھئے۔ یہ باتیں کرتے ہوئے سرکار قبلہ نے دیکھ لیا۔ فقیر سے پوچھا کہ کیا ہے حافظ صاحب! آپ دونوں آدمی کانوں کان کیا باتیں کر رہے ہیں۔ کیا میرے سننے کے لائق نہیں ہے۔ فقیر نے عرض کیا کہ حضور! یہ پوچھ رہے ہیں کہ توحید کس کو کہتے ہیں۔

ارشاد فرمایا

توحید نفی کرنا اضافات کا ہے جو غیر اللہ ہو۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے توحید کے چار درجے مانند اخروٹ قرار دیا ہے اور چوتھا مرتبہ توحید کا روغن کے مانند فرمایا ہے جو سب سے بہتر ہے اور یہ مشاہدہ سے حاصل ہوتا ہے۔ جس سے سینہ کی کشادگی اور نورِ حق مراد ہے۔ چنانچہ قرآن میں ارشاد فرمایا ہے فَمَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ اَنْ یَّھْدِیَہٗ یَشْرَحْ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ یعنی جس کو اللہ چاہے کہ راہ دے تو کھول دیتا ہے سینہ اس کا اسلام کے لیے۔ دوسری جگہ فرماتا ہے اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰہُ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ فَھُوَ عَلٰی نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّہٖ ط یعنی بھلا جس کا سینہ کھول دیا اللہ نے اسلام کے لیے پس وہ نور پر ہے اپنے رب کی طرف سے۔ اور اس توحید میں دو

اعتبار ہیں۔ ایک اعتبار تو صرف توحید اور وحدت وجود کا ہے جس سے یقینی یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاکر و مشکور محب و محبوب ایک ہی ہے اور یہ توحید ان لوگوں کی ہے جو سوائے اللہ کے اور کسی کو موجود نہیں جانتے اور اس بات بہرحال وہ زمان ازلاً ابداً سچ جانتے ہیں اور حقیقت میں یہی ہونا بھی چاہیئے۔ اس لیے کہ غیر وہ ہو سکتا ہے جو قائم بالذات نہ ہو اور اس طرح کا غیر کوئی موجود نہیں بلکہ محال ہے۔ کیونکہ موجود حقیقی وہ ہے جو قائم بالذات ہے اور جو قائم بالذات نہیں وہ بذات خود موجود بھی نہیں۔ جب اس کا قیام غیر ہے تو اس کا وجود بھی غیر سے ہوگا۔

پس ہم اگر صرف اُسی کی ذات کا لحاظ کریں اور دوسری جانب نہ دیکھیں تو اس کا وجود یقیناً نہ ہوگا کیونکہ موجود وہی ہے جس کو اپنی ذات سے قیام ہے۔ اور قائم بالذات اس کو کہتے ہیں کہ اگر غیر کو معدوم فرض کیا جائے تو وہ بغیر کسی نقصان کے بدستور قائم رہے۔ اور جو اس طرح کا قائم بالذات ہے کہ وہ اپنے وجود اور اپنے غیر کے وجود کو قائم رکھتا ہے تو اس کو قیوم کہتے ہیں اور قیوم بجز ذات یکتا کے نہ ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔ اس سے واضح ہے کہ سوائے ذات حیّ و قیوم اور کوئی موجود حقیقی نہیں پس جب اس اعتبار سے دیکھا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ سب کا مصدر اور مرجع وہی ذات واحد ہے۔ اسی لیے وہی شاکر ہے وہی مشکور۔ وہی محب ہے وہی محبوب۔ مثلاً اگر کوئی اپنے

فعل یا صفت کی تعریف کرتا ہے تو اپنی ہی تعریف کرتا ہے یا اپنے فعل اور صفت کو محبوب جانتا ہے تو وہ آپ ہی اپنا محبوب ہے۔ یہ دیدِ چشمِ توحید کی ہے اور صوفیائے کرام اس دید کو فنائے نفس کہتے ہیں کہ سالک غیر سے فنا ہو کر بجز ذات خدا کچھ نہیں دیکھتا۔

اب رہا دوسرا اعتبار وہ یہ ہے کہ موجود کو بہ نظر توحید نہ دیکھا جائے۔ یعنی اس کو مقام فنائے نفس حاصل نہ ہوا ہو اور ایسے لوگ دو قسم کے ہیں۔ ایک تو وہ ہیں کہ موجود ذات کے سوا اور کوئی موجود نہیں مانتے اور اس بات کو برا جانتے ہیں کہ کوئی ان کا معبود ہے جیسے دہریہ۔ یہ گروہ عقل سے عاری اور آنکھوں سے اندھا ہے۔ کیونکہ جب یہ محقق ہے کہ مخلوقات کو ہمیشہ زوال ہے۔ اور ذات حی و قیوم قائم بالذات و برقرار ہے تو یہ لوگ کافر ہیں۔ اور دوسری قسم کے دو گروہ ہیں۔ ایک گروہ ہے جن کی ایک آنکھ کور ہے۔ یعنی خدا کو بھی مانتے ہیں اور موجودات کو بھی موجود ثابت کر کے پوجتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ؕ یعنی ہم ان کو اس لیے پوجتے ہیں کہ ہم کو اللہ کے پاس پہنچا دیں قرب کے درجے تک۔ یہ لوگ مشرک ہیں اور دوسرا گروہ وہ ہے کہ آنکھ انکی کور نہیں لیکن انہیں چشم بینا میسر نہیں کہ ایک کو رب اور دوسرے کو بندہ کہتے ہیں۔ یہ گروہ موجود کو ناقص سمجھنے سے حدِ ابتدائے توحید میں داخل ہو جاتے ہیں۔ گو پورے

موحد نہیں ہوتے۔ پھر اگر آنکھ میں سرمہ لگایا جائے اور دھندلاپن کھو دیا جائے تو جتنا آنکھ کا نور بڑھتا جائے گا اتنا ہی ماسوا اللہ کا وجود کم ہوتا جائے گا۔ یہاں تک کہ دوسرا وجود بالکل محو ہو کر بجز ذات الٰہی کچھ نظر نہیں آئے گا۔ اور یہ مرتبہ توحید کامل کا ہے۔ اور ان دونوں کے درمیان بے انتہا مدارج ہیں۔ اسی سبب سے موحدین کے مختلف درجات ہیں اور جس سرمہ سے نورِ بصر زیادہ ہوتا ہے وہ احکام الٰہی ہیں جو رسولوں کے معرفت پہنچے ہیں اور رسول اس سرمہ کے لگانے والے ہیں کہ سب کو توحید محض کی طرف بلاتے ہیں۔ جس کا مضمون لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے یعنی سوائے خدا کے کوئی موجود اصلی نہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو جب وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ کا حکم ہوا تو آپ نے فوراً ہی سجدہ کیا اور ذات الٰہی کو افعال میں دیکھا تو عرض کیا اَعُوْذُ بِعَفْوِكَ مِنْ عِقَابِكَ میں پناہ مانگتا ہوں تیرے عفو کی تیرے عذاب سے۔ یعنی خدائے تعالیٰ کے فعل کی مدد سے اسی کے فعل سے مدد مانگی۔ پھر یہاں سے ترقی پا کر ان افعال کے مصادر کو مشاہدہ فرمایا۔ یعنی ذات کو صفات میں دیکھا تو عرض کیا وَاَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ یعنی میں پناہ مانگتا ہوں تیری رضا کی تیری ناراضگی سے رضا اور سخط دونوں صفت ہیں۔ پھر اس سے ترقی پا کر برائے مشاہدات ذات وحدت میں پہنچے تو عرض کیا وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ یعنی میں تیری پناہ مانگتا ہوں تجھ سے۔ چونکہ اس مقام

میں ایک قسم کی توحید کا نقص تھا۔ یعنی ایک مادح دوسرا ممدوح۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس مرتبہ میں قرب ذاتی عنایت فرمایا کہ جس میں دوئی کا نام و نشان بھی نہ تھا تو آپ کی زبان مبارک سے یہ کلمات سرزد ہوئے۔

لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِكَ

یعنی میں پورا نہیں کر سکتا تیری تعریف کو۔ تو ایسا ہے جیسا کہ تو خود ہی اپنی تعریف کی — یعنی میں کچھ بھی نہیں ہوں تو ہی مادح ہے اور تو ہی ممدوح ہے اور یہ رتبہ فنا ر نفس کلی کا ہے۔ اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ ھٰذَا الْمَقَامَ۔

ایک مرتبہ آپ کلکتہ سے مکان تشریف لا رہے تھے۔ یہ فقیر ساتھ تھا۔ جب گاڑی چھا چھا اسٹیشن سے کھلی تو انجن گاڑی کی آواز سے متعلق آپ نے فقیر سے پوچھا کہ آپ کچھ محسوس کر رہے ہیں۔ یہ انجن کیا کہہ رہا ہے۔ فقیر نے عرض کی کہ حضور مجھے تو یہ احساس ہو رہا ہے کہ صرف اِلَّا اللّٰہ ۔ اِلَّا اللّٰہ کی ضرب لگا رہا ہے۔

ارشاد فرمایا

لیکن ہمیں تو یہ احساس ہو رہا ہے کہ پورے نفی اثبات یعنی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی ضرب لگاتا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ عزوجل نے فرمایا ہے وَ اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ یعنی جمادات، نباتات اور حیوانات سے زندہ کوئی ایسی شئے نہیں ہے کہ تعریف کے ساتھ اس کی تسبیح نہ پڑھتی ہو۔ اور لیکن تم اس کی تسبیح نہیں سمجھتے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ ہر زندہ چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے اور ہر چیز کی زندگی اس کے حسب حیثیت ہے۔ مفسرین نے کہا ہے کہ دروازہ کھولنے کی آواز اور چھت کا چٹختا یہ بھی تسبیح کرتا ہے۔ اور ان سب کی تسبیحات سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِهٖ ہے

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ حضور اکرم صلیّ اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے انگشت مبارک سے پانی کے چشمے جاری ہوتے ہم نے دیکھے اور یہ بھی ہم نے دیکھا کہ کھاتے وقت کھانا تسبیح کرتا تھا۔ حدیث شریف میں ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اس پتھر کو پہچانتا ہوں جو میری بعثت، سے پہلے زمانے میں مجھے سلام کرتا تھا۔ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ رسول اکرم صلیّ اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم لکڑی کے ایک ستون سے تکیہ لگا کر خطبہ

فرمایا کرتے تھے۔ جب منبر بنایا گیا اور حضور منبر پر جلوہ افروز ہوئے تو وہ ستون رویا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس پر دست کرم پھیرا اور شفقت فرمایا اور تسکین دی ان تمام احادیث سے جماد کا کلام کرنا اور تسبیح پڑھنا ثابت ہوا۔ پھر فقیر نے عرض کی کہ حضور قرب الہٰی کی کیا علامت ہے۔

ارشاد فرمایا

اللہ تعالیٰ کے سوا سب چیزوں سے علاحدگی اختیار کرنا قرب الہٰی کی علامت ہے۔ احسن یہ ہے کہ تم کو اپنے نفس سے وحشت ہو۔ شریعت یہ ہے کہ اسی کو پوجو۔ طریقت یہ ہے کہ اسی کو طلب کرو اور حقیقت یہ ہے کہ اسی کو دیکھو، حضرت ابوالقاسم نصیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بعض لوگ نامحرم عورتوں کے پاس بیٹھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم اسی کو دیکھتے ہیں۔ معصوم ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جب تک صورتیں باقی ہیں یعنی جان بدن میں ہے، اس وقت تک، بندہ سے حرام وحلال پر حساب کتاب کیا جائے گا۔ آپ نے فرمایا کہ اصل اصول تصوف یہ ہے کہ مطابق قرآن واحادیث کے چلے۔ بدعتوں اور اپنی طبیعت کی خواہشوں سے پرہیز کرے۔ مشائخ طریقت کی عزت اور تعظیم کرے اور مخلوقات کے

لیئے معذرتوں کو قائم کرے اور ان پر ہمیشگی کرے۔ زاہد لوگ دنیا میں غریب ہیں۔ عارف لوگ آخرت میں غریب ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ جذب سلوک سے زیادہ تیز ہے۔ کیونکہ ہر ایک جذب بندہ کو انسان اور جن دونوں کے اعمال سے بے پرواہ کر دیتا ہے۔ معرفت سنت کی متابعت سے پا سکتا ہے۔

اور قرب فرض کی ادائیگی سے۔ اور محبت نوافل کی مداومت سے پا سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں جہاں کے گرد بہت پھرا اور اس راہ طریقت کو بہت ڈھونڈا لیکن کہیں نہیں پایا اور نہ کسی دفتر میں دیکھا اگر پایا تو نفس کی ذلت میں پایا۔

حضور پرنور سیدی غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اپنے نفس سے یکدم نکل جاؤ اور اپنے اختیار سے بالکل باہر ہو جاؤ اور سب کو خدا کے سپرد کر دو اور اپنے دل پر خدا کے پہرہ دار بن جاؤ۔ پھر وہ جسکو جانے کا حکم دے جانے دو اور جس کو جانے سے منع کرے اس کو روک دو اور خواہشوں کو اپنے دل میں نہ آنے دو۔ ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے اپنے لیے نہ نعمت کو طلب کرو اور نہ مصیبت و بلا کے دور ہونے کی خواہش کرو۔ اگر نعمتیں تمہاری قسمت میں ہوں گی تو ضرور پہنچے گی اور اسی طرح بلا ضرور پہنچے گی۔ پس چاہیئے کہ سب کو خدا پر چھوڑ دو۔ جب تم کو نعمت ملے تو شکر کرو۔ اور جب بلا آوے تو صبر کرو۔ اس کی رضا پر راضی رہو۔ آپ کا

قول ہے جب کوئی چیز طلب کرو تو میرے وسیلہ سے طلب کرو۔

آپ نے فرمایا کہ تیرے اور تیرے نفس کے درمیان مخلوق حجاب ہے اور تیرے اور تیرے رب کے درمیان نفس حجاب ہے۔ تو جب تک خلق کو دیکھے گا نفس کو نہیں پائے گا اور جب اپنے نفس کو دیکھے گا تو رب کو دیکھے گا۔ آپ نے فرمایا میں نے سبھی اعمال کو دیکھا مگر کھانا کھلانے سے بڑھ کر کوئی کام نہیں پایا۔ اگر تمام دنیا مل جائے تو بالکل بھوکوں کو کھلا دوں۔ آپ کا کلام ہے کہ ولی لوگ اللہ تعالیٰ کے عروس ہیں کہ محرم کے سوا کوئی ان کو دیکھ نہیں سکتا ہے۔ یعنی نااہل لوگ انہیں نہیں پہچان سکتے۔ جس طرح عروس تک نامحرم کا گزر نہیں ہو سکتا۔

(اھ بلفظہ الشریف)

ایک مرتبہ موضع بچار ضلع دیوڑ تشریف لے جانا ہوا۔ یہ فقیر ساتھ تھا۔ بعد نماز مغرب برادران طریقت محمد اسحٰق وظہور علی وبدرالدین وحافظ نبی بخش صاحبان علاوہ اور مریدین ومعتقدین کی ایک کثیر جماعت حاضر خدمت تھی۔ راہ سلوک میں کچھ فرما رہے تھے۔ فقیر نے عرض کی حضور قبض اور بسط کا کیا مطلب ہے ؟

ارشاد فرمایا

راہ طریقت میں خصوصًا سلسلۂ آبادانیہ میں اکثر قبض وارد ہوتے ہیں۔ پس ایسے وقت میں اگر عنایت خدائے رحیم وکریم طالب مولیٰ کے شامل حال ہے تو بحکم اِنَّ مَعَ العُسْرِ یُسْرًا ہ قبض بسط سے مبدل ہو جاتا ہے۔ اس حالت میں طالب کو گھبرانا نہیں چاہیئے۔ بلکہ اپنے مولائے کریم ورحیم کا امیدوار رہ کر اپنے کار طلب میں مشغول رہے۔ قبض کی متعدد صورتیں ہیں۔ کبھی یہ باعث معصیت وسوسہ شیطانی وغیرہ کے موافق مادہ واستعداد وسواس گوناگوں پیدا ہوتے ہیں اور اکثر مقامات بند ہو جاتے ہیں۔ بے قراری اور مبہوتگی چہرے سے عیاں ہوتی ہے اور حجابات گوناگوں آتے ہیں۔ اپنے شیخ سے بدظن ہو جاتا ہے اور ہزاروں وسواس واعتراضات پیدا ہو جاتے ہیں۔ کبھی بہ سبب افراط محبت، شریعت پرستی زہد کی خود پرستی غرض یہ کہ طالب اپنے مطلوب کو نہ بھولے۔ ہمیشہ ہوشیار اور چوکنا رہے اور لازم ہے کہ رات میں سونے کے وقت تمام دن کے افعال کا خیال کر کے کار حسنات ومعصیت کی نگاہ داشت کرے اور واضح ہو کہ قبض وبسط طالب کے لیے مثل دو پر کے ہے۔ جیسا کہ طائروں کو ہوتا ہے اور اس کے ذریعہ سے پرواز کرتا ہے۔ اسی طرح

سلوک کے قطع منازل کے لیے قبض وبسط ہوتے ہیں۔ بغیر اس کے سیر سلوک نہیں ہوسکتا۔ لیکن قبض سے باہر آنا اللہ عزوجل کی عنایت پر ہے۔ بہت سے پُرمایہ کشتیوں کو اس طوفان میں غرق ہوتے دیکھا ہے۔ حضرت حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

کشتی شکستگانیم اے باد شرط برخیز
باشد کہ باز بینم آں یار آشنا را

تاہم بزرگان دین نے قبض کے دفعیہ کے لیے بہت سی ترکیبیں بتلائی ہیں۔ حضرت نواب امجد علی خاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہے کہ جب قبض وارد ہو تو غسل و وضو کرکے دو رکعت نماز نفل ادا کرے، اور قلب کی طرف متوجہ ہو کر اللہ تعالیٰ سے گریہ و زاری کے ساتھ دعا مانگے۔ تین روز تک برابر یہ عمل کرے۔ انشاء اللہ تعالیٰ قبض دفع ہو جائے گا۔ دوسری ترکیب یہ ہے کہ تین مرتبہ درود شریف پڑھ کر داہنے ہاتھ پر دم کرے اور قلب پر ملے۔ لیکن ظلمت اور قبض کی تمیز کرتا رہے۔ یعنی ظلمت اگر کسی گناہ کی وجہ سے ہو تو اس گناہ سے توبہ کرے اور اگر قبض ہو تو اس کے دفع کی ترکیب کرے۔

صبح کو بعد نماز فجر حلقہ شروع ہوا۔ فقیر سے فرمایا۔ حافظ صاحب آپ پرانے لوگوں کا وظیفہ دیکھیے اور درست کر دیجیے۔ ہم نے لوگوں کو سمجھاتے ہیں۔ ختم فاتحہ کے بعد فرمایا کہ ابھی بیٹھنے

جاؤ۔ سب لوگ بیٹھے رہے۔

ارشاد فرمایا

کہ جب تک نفس مردہ نہ ہو دل زندہ نہیں ہو سکتا۔ صوفیائے کرام فرماتے ہیں۔ سب سے بہتر پانچ آدمی ہیں۔ ایک وہ زاہد جو عالم ہو۔ دوسرا وہ صوفی جو فقیہہ ہو تیسرا وہ دولت مند جو متواضع ہو۔ چوتھا وہ درویش جو صابر و شاکر ہو، پانچواں وہ جو طریق اہل سنت و جماعت پر عامل ہو۔ صبر مضطر لوگوں کا توشہ ہے اور رضا عارفوں کا درجہ ہے اور معرفت کی حقیقت یہ ہے کہ اس کو دل سے دوست رکھے اور زبان سے یاد کرے اور ماسوا سے علاحدہ رہے۔ بھوک آخرت کی کنجی ہے اور شکم سیری دنیا کی کنجی ہے۔ اور دوزخ اس شخص کے لیے عذاب ہے جو خدا کو نہیں پہچانتا اور خداشناس لوگ دوزخ کے لیے عذاب ہیں کہ ہر روز پناہ مانگتی ہے۔

حضرت حافظ شاہ احسان علی صاحب پاک پٹنی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بزرگان طریقت کا مقولہ ہے کہ درمیان طالب و آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے شیخ برزخ ہوتا ہے۔ اور درمیان شیخ اور خدا کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اللہ

عزّ وجل سے پہنچتا ہے۔ وہ شیخ کو پہچانتے ہیں اور شیخ اس فیضان کو لے کر طالب کو پہنچاتے ہیں۔ جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کو دو مناسبت ہے۔ ایک خدا سے دوسری شیخ سے۔ ویسا ہی شیخ کو دو مناسبت ہے۔ ایک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم سے۔ دوسری طالب سے۔ حضرت حاجی شاہ دیدار علی خاں غازیپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقولہ ہے کہ اگر طالب کے سلوک کی تکمیل زندگی میں نہیں ہوئی تو مرتے وقت بالکل تکمیل ہو جاتی ہے۔ اور فرمایا کہ علم تصوّف حسّی نہیں ہے کہ آیات قرآنی و حدیث کے پڑھنے سے حاصل ہو۔ جب تک کہ کسی راہ دیکھے ہوئے شیخ کامل سے ارادت حاصل کرکے اس کی پیروی نہ کرے۔ سالک کو دردِ محبت ہونی چاہیئے نماز بہت پڑھنا، روزہ زیادہ رکھنا، قرآن شریف کی تلاوت ہر ایک سے ہو سکتی ہے مگر محبّت جو سالک کے لیے بڑا ہی زبردست گُر ہے بغیر ریاضت باطنی کے نہیں ہو سکتی۔ اھ بلفظہ الشریف

ایک روز توکل کے متعلق دریافت کیا گیا۔

ارشاد فرمایا

کہ اپنے جمیع حرکات و سکنات کو خدا کے سپرد کر دینے کا نام توکّل

ہے اور یہ ایمان کی شرط ہے۔ قرآن شریف میں اللہ عزّ وجل فرماتا ہے فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ یعنی خدا پر بھروسہ کرو۔ اگر تم ایمان والے ہو۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس رسول اکرم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم خدا پر کامل توکّل کرو تو بہرحال تم کو روزی عطا فرمائے گا۔ جیسے کہ پرندوں کو روزی عطا فرماتا ہے کہ فجر کے وقت بھوکے اپنے گھونسلے سے نکلتا ہے اور شام کو شکم پُر کرکے واپس آتا ہے۔ توکّل کے متعلق بزرگوں نے بہت ہی گفتگو کی ہے مگر عوارف شریف میں لکھا ہے کہ توکّل یہ ہے کہ تجھے اس بات پر پورا یقین ہو جائے کہ حق تعالیٰ نے جو کچھ عبادات کا حکم تجھ کو دیا ہے اس کی توفیق کے سوا کبھی تو اس کو پورا نہیں کرسکتا۔ تاکہ ہمیشہ خدا سے توفیق اور قوّت مانگتا رہے اور جو کچھ کہ بھی دنیا میں حق تعالیٰ نے تیری قسمت میں کیا ہے۔ بغیر کسی امداد کے ہر طرح سے تجھ کو ملے گا تاکہ ہر ایک مخلوق سے اپنے دل کو الگ رکھے۔ اور کسی سے کسی چیز کا طلب گار نہ بنے۔ یہ توکل باطنی فرض ہے۔ یعنی اپنے دل کو اسباب اور مخلوقات سے ہاتھوں کو ہشار رکھے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ حدیث شریف میں حضور صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اَلدُّنْيَا مَلْعُوْنَةٌ وَّ مَلْعُوْنٌ مَا فِيْهَا اِلَّا ذِكْرُ اللّٰهِ ۝ یعنی دنیا ملعون ہے اور

جو کچھ اس میں ہے اللہ کے ذکر کے سوا سب ملعون ہے۔ پس انسان کو کوشش کرنی چاہیئے کہ اس کے غیر سے بھاگ کر اس کی یاد میں لگ جائے بلکہ ہمہ دم اس کی بارگاہ میں حاضر رہے تاکہ کوئی لمحہ اس کی یاد سے غفلت میں نہ گذرے۔ ورنہ قیامت کے دن نہایت حسرت اور افسوس کرنا پڑے گا۔ جو دم ہے غنیمت ہے۔ چاہیئے کہ اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے سوتے اور جاگتے جہاں پر جس طرح ہو سکے اس کی یاد میں رہے تاکہ اس کی رحمت بے اندازہ ذاکر پر نثار ہوتی رہے حدیث شریف میں ہے لَا یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ اِلَّا حَفَّتْھُمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ وَغَشِیَتْھُمُ الرَّحْمَۃُ خصوصاً آدھی رات کو ضرور ہی اس کی یاد میں لگ جائے کہ یہ وقت خاص کر نزول رحمت کا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ عرش آسمان سے فرش زمین کی طرف نزول فرماتا ہے اور پکارتا ہے کہ ہے کوئی میرا بندہ جو مجھے یاد کرے تو میں اس کو یاد کروں۔ ہے کوئی میرا بندہ جو مجھ سے اپنے گناہوں کی معافی چاہے تو میں اسے معاف کروں، ہے کوئی میرا بندہ جو مجھ سے سوال کرے اور میں اس کے سوال کو پورا کروں۔

کچھ وہ آئے کچھ گیا میں ان کی جانب دوڑ کر
وصل بھی حاصل ہوا اور منہ سے جو مانگا ملا

صبح کے وقت گریہ وزاری اور دعا و استغفار میں مشغول ہو

کہ اس وقت میں اس کا نہایت ہی عجیب اثر ہوتا ہے۔

حکایت

ہے کہ ایک شخص تمام رات کو ذکر و اذکار اور وظائف میں مشغول رہتا تھا۔ ایک رات نیند کے غلبہ سے سو گیا اور کوئی وظیفہ وغیرہ نہیں پڑھا۔ خواب میں دیکھتا ہے کہ حورالعین کی ایک جماعت اس کے ارد گرد حلقہ باندھ کر کھڑی ہو گئی جس کی تعریف تحریر و تقریر سے باہر ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد ان میں سے ایک بڑھیا سیاہ رنگ بدخو بدبو والی ظاہر ہوئی جس کے دیکھنے سے خوف معلوم ہوتا تھا۔ اس شخص نے ان پری چہرہ والوں کی طرف مخاطب ہو کر پوچھا کہ بتاؤ تم کون ہو؟ اور یہ بدشکل بھوت کون ہے؟ انھوں نے کہا کہ ہم وہ راتیں ہیں جن کو تو نے اللہ کے ذکر کے ساتھ معمور رکھا تھا اور یہ بدشکل وہ رات ہے جس کو تو نے غفلت میں کھو یا ہے۔ اب تجھ کو چاہیئے کہ بیدار اور ہوشیار ہو جا۔ اس فقیر نے عرض کی کہ اگر ہمہ اوست صحیح ہے جیسا کہ بعض صوفیوں کا کلام ہے تو پھر عبادت کس لیئے ہے اور کس کی ۔

ارشاد فرمایا

کہ عبادت اپنی شناخت آلہ ہے۔ کیونکہ آئینۂ دل کو مصقلۂ
عبادت سے صاف نہ کرو گے۔ معرفت نفس محال ہے۔ حدیث شریف
میں ہے لِكُلِّ شَيْءٍ صِقَالَةٌ وَصِقَالَةُ الْقُلُوْبِ ذِكْرُ اللّٰهِ یعنی
ہر چیز کے لیے صیقل ہے اور دل کا صیقل اللہ کا ذکر ہے وَ
مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ یعنی جس نے اپنے
کو پہچان لیا۔ اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔ جس طرح آئینہ صیقل
کرنے سے ہر ایک چیز اس میں نظر آتی ہے۔ اسی طرح عبادت اور
مجاہدہ سے انسان کو اپنے اوصاف اور کمالات ظاہر ہو جاتے ہیں تو جب
تک معرفت تامہ حاصل نہ ہو، عبادت نہایت ضروری ہے۔ حضرت منصور حلاج
کا قول ہے کہ میں اپنی عبادت آپ کرتا ہوں۔ کیونکہ ہر شخص اپنا کام آپ
ہی خوب کرتا ہے۔ یعنی خواص لوگ ماسوا اللہ کو نفی کر کے اپنی عبادت آپ
کرتے ہیں۔ اسی کا نام مشاہدہ ہے۔ یعنی آپ کو خود دیکھنا۔ پھر فرمایا کہ
معرفت تامہ حاصل ہو جانے کے بعد عبادت شرک ہے۔ حضور پر نور
سیدی غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے مَنْ اَرَادَ الْعِبَادَةَ
بَعْدَ الْوُصُوْلِ فَقَدْ اَشْرَكَ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ ۔ جس نے ارادہ کیا
عبادت کا بعد وصول کے پس اس نے شرک کیا اللہ بزرگ

و برتر کے ساتھ۔ وصول سے مراد سیر فی اللہ ہے یعنی سیر عاشق کی
معشوق میں اور یہ سعادت بعد فنائے صفات بشریت اور ظہور بے
اختیاری حقیقی کے میسر آتی ہے۔ اس مقام میں سوائے خدا کے
کچھ باقی نہیں رہتا اور عبادت کا شعور دوئی میں ہوتا ہے۔ پس عارفوں
کے نزدیک دوئی شرک ہے مَنْ عَرَفَ اللّٰهَ لَا يَقُوْلُ اللّٰهَ یعنی
جس نے پہچان لیا اللہ کو وہ اللہ نہیں کہتا ع

آں راکہ خبر شد خبرش باز نیامد

مَنْ عَرَفَ رَبَّهٗ فَكَلَّ لِسَانُهٗ یعنی جس نے
پہچان لیا اپنے رب کو پس گونگی ہو گئی اس کی زبان وَمَنْ
عَرَفَ اللّٰهَ لَا يَقُوْلُ اللّٰهَ یعنی جو اللہ کہتا ہے اس نے اللہ کو
نہیں پہچانا۔ لیکن جب تک معرفت میں یقین کا مرتبہ کماحقہٗ حاصل
نہ ہو جائے، عبادت واجب ہے بلکہ فرض ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں
ارشاد ہے وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ط
عبادت کر اللہ کی یہاں تک کہ تجھ کو یقین آ جائے۔ یعنی موت ارادی یا غیر
ارادی۔ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مَا عَرَفْنَاكَ
حَقَّ مَعْرِفَتِكَ یعنی نہیں پہچانا ہم نے تجھ کو جیسا کہ حق ہے
پہچاننے کا پس اس سے ثابت ہوا کہ معرفت تامہ محال ہے۔ پس
ترک عبادت گناہ کبیرہ اور نادرست ہے۔ بلکہ فقیر پر فرض ہے کہ

کوئی دقیقہ عبادت میں فروگذاشت نہ کرے۔ اھ بلفظہٖ شریف

ایک مرتبہ گوریارہ شریف میں کتاب اسرارالاولیاء فارسی ملفوظات حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پڑھنے کا حکم ہوا۔ ایک مقام پر فقیر نے عرض کی کہ حضور عالم ناسوت و ملکوت و جبروت ولاہوت کیا ہے؟

ارشاد فرمایا

کہ ابھی تو یہ بات عوام کی سمجھ سے بالا ہے۔ لیکن کچھ کہہ دیا جاتا ہے عالم ظاہر کو ناسوت کہتے ہیں اور عالم فرشتگان کو عالم ملکوت کہتے ہیں۔ اور عالم معقولات کو عالم ارواح اور جبروت کہتے ہیں۔ اور جو عالم ان کے سواہے اس کو لاہوت کہتے ہیں۔ یعنی لاہوت ذات اور جبروت صفات اور ملکوت فعل اور ناسوت اصل فعل کی ہے۔ حضور پرنور سیدی غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ ہر طور کہ ناسوت اور ملکوت کے درمیان ہے وہ شریعت ہے اور جو ملکوت اور جبروت کے درمیان ہے وہ طریقت ہے اور جو جبروت اور لاہوت کے درمیان ہے وہ حقیقت ہے۔ ناسوت سے جبروت تک افعال واقوال ہیں الشریعۃ اقوالی۔ والطریقۃ افعالی۔ الحقیقۃ احوالی ولمعرفۃ رأس مالی یعنی میرے اقوال شریعت ہے اور افعال طریقت اور احوال حقیقت اور اصل راس مال معرفت، شریعت صرف باتوں پر عمل

ہے۔ طریقت فعلوں پر عمل ہے۔ حقیقت ایسا حال ہے کہ جو کلام سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا اور جہاں پر نہ گفتار ہے نہ کردار۔ جبکہ تو نے شریعت کی منازل کو طے کرلیا تو میرے حالوں میں داخل ہوگیا۔ یعنی حقیقت میں پہنچ گیا۔ تیرا بدن ناسوت کے مرتبہ میں ہے اور دل ملکوت اور روح جبروت کے اور سر لاہوت کے مرتبہ میں ہے۔ جب ناسوت سے گزر جائے تو ملکوت میں پہنچ جائے گا۔ زبان اور دل اور روح اور سر کا علیحدہ علیحدہ ذکر ہے۔ زبان کا ذکر ناسوتی ہے دل کا ملکوتی، روح کا جبروتی۔ زبان کا ذکر لا الٰہ الا اللہ ہے اور دل کا اللہ اور روح کا ہو اور سر کا انا۔ جس میں نہ عبارت ہے نہ اشارت۔ لاہوت بیج کے مثل ہے۔ اور ملکوت وجبروت مثل شاخ اور پھول پتوں کے ہے۔ ظاہر ہونے سے پہلے سب کا سب درخت گویا بیج میں ہوتا ہے۔ مگر اس وقت نہ اس کا کوئی نام ہوتا ہے نہ اسم۔ پھر درخت کے پیدا ہونے سے وہی بیج اس درخت میں ہوتا ہے۔ ایسا ہی خلقت کے ظاہر ہونے سے پہلے تمام مخلوق حق تعالیٰ میں مخفی تھی۔ جب خلقت نے ظہور پکڑا تو حق تعالیٰ مخفی ہوگیا۔ مگر اس کو وہی سمجھ سکتا ہے۔ جس کو علم سلوک سے بہرہ ہو۔

پھر فرمایا کہ حدیث قدسی ہے کُنْتُ کَنْزًا مَّخْفِیًا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ وَتَعَرَّفْتُ اِلَیْهِمْ فَبِیْ عَرَفُوْنِیْ وَ۔

وَعُرِفْتُ بِهٖ یعنی تھا میں پوشیدہ ایک خزانہ پس میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں۔ تو پیدا کیا خلق کو اور ان کو اپنا میں نے شناسا کیا۔ پس انہوں نے مجھ کو مجھ سے پہچانا اور میں ان کے سبب پہچانا گیا۔ یہ اسی مقام کی بات ہے۔ جب اس ذات نے ارادہ ظہور کا کیا تو پہلے نور محمدی کو پیدا کیا۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم۔ اس مرتبہ میں ذات کا نام وحدت رکھا۔ جس کو حقیقت محمدی یا عالم جبروت یا برزخ کبریٰ کہتے ہیں۔

"حدیث شریف میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا اَنَا مِنْ نُوْرِ اللّٰہِ وَالْخَلْقُ مِنْ نُوْرِیْ یعنی میں اللہ کے نور سے ہوں اور خلقت میرے نور سے ہے۔ دوسری حدیث حضرت جابر ابن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ :-

یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خبر دیجیے مجھ کو کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کس چیز کو پیدا فرمایا۔ آپ نے فرمایا کہ تحقیق کہ اللہ تعالیٰ نے سب چیزوں سے پہلے تیرے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا کیا یعنی اس سے پہلے کوئی چیز زمین و آسمان، لوح و قلم، عرش و کرسی وغیرہ نہیں تھے اور اللہ تعالیٰ میرے نور کو پھرایا جب تک چاہا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ خلقت کو پیدا کروں تو میرے نور سے فلاں فلاں چیز کو پیدا کیا۔ حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی

کتاب مدارج النبوت میں نقل کیا ہے اور تفصیل اس حدیث کی بہت طویل ہے۔ مقصود یہ کہ کوئی چیز نور محمدی سے کہ وہ نور ذاتی ہے، خالی نہیں اور کل اشیاء اسی ذات احدیت کا جلوہ ہے۔

یہاں مراتب، درجات، اور قدر و منزلت حضرت محبوب خدا احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی جو خدائے عزوجل کے نزدیک ہے ظاہر ہے کہ ذات خدا سے کیا نسبت رکھتے ہیں۔ اس سے زیادہ اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ آپ محبوب خدا ہیں اور مرتبہ محبوبیت رکھتے ہیں۔ جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم۔ ذرا قرآن پاک کے صفحات تو ملاحظہ کیجیے کہ قرآن پاک کا ایک ایک جملہ ایک ایک حرف صفت و ثنا ہے۔ حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کا وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی ۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ ۝ وَدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا ۔ قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّکِتٰبٌ مُّبِیْنٌ ۝ ان آیات بینات میں خداوند قدوس کس کی تعریف کر رہا ہے۔ کس کی صفت و ثنا کو بیان کر رہا ہے۔ کیسے شقی ازلی ہیں وہ بدبخت گمراہ جو کہتے ہیں کہ یہ لوگ رسول اللہ کی تعریف کا پل باندھتے ہیں ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم ؎ چشمۂ آفتاب را چہ گناہ ۝

یَهْدِی اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ یَّشَآءُ یعنی ہدایت کرتا ہے اللہ اپنے نور سے جس کو چاہتا ہے عالم ارواح جس کو ملکوت بھی کہتے ہیں اور قرآن شریف میں ہے فَسُبْحَانَ الَّذِیْ بِیَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَیْءٍ وَّ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ○ اس مرتبے کی طرف اشارہ ہے۔ روح ایک وجود صرف بسیط ہے۔ جس کی کوئی صورت نہیں مگر جس صورت میں چاہتا ہے نمودار ہوتا ہے۔ اور یہ معنی ہر ایک صورت میں ظاہر ہے۔ اس کو روح ربانی کہتے ہیں۔ اس مرتبہ میں ذات بہ اسم روح موسوم ہے اور نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ اسی مقام کا بیان ہے۔ عالم لاھوت ذات بحت اور بحت کے معنی خالص کے ہیں۔ یعنی جو ذات کہ اسم اور اسم ونعمت و وصف سے منزہ ومبرہ ہو اسی کو ذات بحت کہتے ہیں اور اسی کو احدیت صرف و وجود مطلق اور وراء الوریٰ اور ہویت حق وحقیقت حق بھی کہتے ہیں۔ یہ مقام تنزیہ ہے اس کا نام عالم لاہوت ہے۔ اس مرتبہ میں ذات کا کوئی نام نہیں۔ لیکن اہل تصوف نے دوسروں کو سمجھانے کے لئے ذات مطلق نام رکھ لیے ہیں۔ عالم ناسوت سے عالم اجسام مراد۔ صور مرکبات کشفیہ سے جن میں تجزی وتبعیض وخرق والتیام کی قابلیت ہے۔ اس کو عالم ناسوت کہتے ہیں یا عالم حس یا عالم شہادت بھی کہتے۔ یہ مرتبہ جامعیہ ہے۔ پس جو حرکت یا حس کہ اس عالم میں موجود ہے۔ عالم مثال کے واسطہ سے ہے۔ یعنی

پہلے فیاض مطلق کا فیض عالم ارواح میں پہنچتا ہے۔ پھر عالم مثال میں پھر عالم حس وشہادت میں۔ عالم شہادت صور حسی ہے اور عالم مثال صور خیالی اور عالم ارواح دونوں سے لطیف تر اور حق سبحانہٗ تعالیٰ سب سے الطف لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ یُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ ؎

شنیدہ ام کہ جمال تو دیدہ اند بسے
ولے چنانکہ توئی آنچناں نہ دید کسے

اس کی تفصیل بہت طویل ہے۔ کہاں تک بیان کیا جائے۔ جب عبادت اور مجاہدہ کے ذریعہ ان مقامات کو حاصل نہ کرے اس کو بکواس کے سوا اور کیا تصور کیا جائے گا۔ اللہ عزوجل توفیق عطا فرمائے آمین !

ایک مرتبہ توحید کے متعلق گفتگو فرما رہے تھے۔ فقیر نے عرض کی حضور کیا توحید میں سیر ہے ؟

ارشاد فرمایا

کہ حضور پُر نور سیدی غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اعیان ثابتہ بھی کہتے ہیں کہ جس کا ظہور اب تک نہ ہوا اور نہ ہوگا یہ موجودات اس کے آثار ہیں اور اس وجود میں ہمیشہ ہر شے کی حقیقت

میں ذاتِ حق کا مشاہدہ کرتے رہنے کا نام صلوٰۃ دائمی ہے۔ عارف الوجودؒ۔ لاہوتی لاہوتی میں ذکر سری معین ہے۔ یعنی ہر شے کی حقیقت کو ذاتِ حق میں ہمیشہ معائنہ کرتا رہے۔ جیسے دریا میں امواج و حباب۔ اس وجود میں حقائق اشیاء کو ذاتِ حق کو ملاحظہ کرتے کا نام صلاۃ دائمی ہے۔ واصل الوجودؒ۔ احدیت ذات ہاہوتی ذکر خفی ظہور میں آتا ہے۔ یعنی احدیت ذات میں محو در محو و فنا در فنا ہو جاتے کا نام صلوٰۃ دائمی ہے اور اسی کو ذکر مشاہدہ بھی کہتے ہیں مگر ابھی سمجھ میں نہیں آسکتا جب طالب صدق ارادت کے ساتھ کسی مرشد کامل کے دامن سے وابستہ ہو کر موافق تعلیم مرشد ریاضت اور مجاہدہ میں مصروف ہوتا ہے تو بتدریج ان سب مقامات کو حاصل کرتا ہے اور یہ سب باتیں سمجھ میں آتی ہیں۔ مگر پھر بھی یہ نہایت دشوار گذار راہ ہے کہ شاذ و نادر ہی کسی کو نصیب ہوتا ہے۔

دریں ورطہ کشتی فرو شد ہزار
کہ پیدا نہ شد تختہ بر کنار

پھر فرمایا اَلْاِنْسَانُ سِرِّیْ وَاَنَا سِرُّہٗ یعنی انسان میرا بھید ہے اور میں اس کا بھید ہوں۔ جب انسان اپنی اصل کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور ریاضت و مجاہدہ کرکے منازل کو طے کرتا ہے تو اس میں دو قسم کے کمال پیدا ہوتے ہیں۔ اول قربِ نوافل۔ قربِ فرائض۔ قرب نوافل یہ ہے کہ صفات بشریہ زائل ہو جاتے ہیں اور اوصاف الٰہیہ

حاصل۔ یعنی مارنا، جلانا اور بغیر کان، آنکھ کے دیکھنا سننا۔ اس مرتبہ میں بندہ تو غافل ہوتا ہے اور خدا اس کا آلہ ہوتا ہے۔

مثنوی شریف میں ہے ؎

علم حق در علم صوفی گم شود
ایں سخن کے باور مردم شود
علم حق در بحر علم صوفیاں
گم شود نے نام ماندنے نشاں

حدیث قدسی ہے حضرت احمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہمیشہ میرا بندہ مجھ سے قربت اور نزدیکی چاہتا ہے بذریعہ نوافل کے۔ یہاں تک کہ میں اس کو دوست بنا لیتا ہوں تو میں اس کے کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور میں اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ اور میں اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے۔ اور میں اس کا پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے میں اس کی زبان ہو جاتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے۔ پس وہ میرے ہی ذریعہ سے بولتا ہے۔ میرے ہی ذریعہ سے دیکھتا ہے۔ میرے ہی ذریعہ سے سنتا ہے۔ میرے ہی ذریعہ چلتا ہے۔ میرے ہی ذریعہ سے پکڑتا ہے۔ پھر اس فقیر کی طرف متوجہ ہو کر (بطور تہدید) فرمایا کہ "کہیئے یہ قرب

کیسے اور کب حاصل ہوگا؟

ذرا غور کیجئے کہ یہ جسم اور ہاتھ پاؤں، آنکھ، کان وغیرہ کس کے ہیں۔ اگر کہا جائے کہ انسان کے ہیں تو یہ انسان کے قبضہ میں نہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ انسان کے نہیں، تو پھر کس کے ہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ یہ جو کچھ ہے وہ سب اللہ ہی کا ہے۔ دوسرے کا دعویٰ قطعی غلط ہے۔ جب کہ اللہ کے سوا کچھ موجود ہی نہیں تو شرکت کیسی؟

دوسرے قربِ فرائض۔ وہ یہ کہ انسان ذات خدا میں ایسا فنا ہو جاتا ہے کہ سوائے ذات پاک کے اس کی نظر میں کوئی چیز باقی نہیں رہتی۔ اس مرتبہ میں خدا فاعل اور بندہ اس کا آلہ ہوتا ہے۔ جیسا کہ قرآن شریف میں ارشاد ہے فَلَمْ تَقْتُلُوهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ یعنی تم نے انہیں قتل نہیں کیا۔ بلکہ اللہ نے انھیں قتل کیا وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى یعنی اے محبوب وہ خاک جو تم نے پھینکی تم نے نہیں پھینکی بلکہ اللہ نے پھینکی تھی۔ یعنی اللہ ہی نے کفار کی آنکھوں میں خاک ڈالی۔ اھ بلفظہ الشریف

ایک بار بمقام گوریارہ شریف برادر طریقت جناب شاہ قیام الدین صاحب ضلع چھپرہ نے دریافت کیا کہ حضور بیعت کرنا فرض ہے یا سنت اور قرآن شریف میں اس کا تذکرہ ہے یا نہیں۔

ارشاد فرمایا

بیعت کرنا سنت ہے۔ فرض نہیں اور قرآن مجید میں متعدد مقاموں پر مختلف عنوان سے اس کا ذکر ہے۔ کہیں فرمایا يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ یعنی اے ایمان والو! ڈرو اللہ سے اور ڈھونڈو اس کی طرف وسیلہ۔ کہیں ارشاد ہوا يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ ٥ یعنی اے ایمان والو! ڈرو اللہ سے اور ہو جاؤ سچوں کے ساتھ۔ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰى أَنْ لَا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَانٍ يَفْتَرِينَهُ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ إِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ٥ اے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تمہارے پاس جب مسلمان عورتیں اس بات پر بیعت کرنے کو آئیں کہ نہ کسی کو خدا کے ساتھ عبادت میں وہ شریک کریں گی اور نہ چوری کریں گی — اور نہ حرام کاری کریں گی اور نہ اپنی اولاد کو مار ڈالیں گی اور نہ کسی پر جھوٹ بہتان باندھیں گی اور نہ شریعت میں تمہاری نافرمانی کریں گی، تو ان کی بیعت لو اور خدا سے ان

ان کے لیے بخشائش چاہو۔ بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اب یہ سمجھنا چاہیئے کہ ان عورتوں کو بیعت کے لیے آنے کی کیا وجہ ہوئی۔ اس لیے کہ مردوں کو اس قسم کی بیعت کرتے ہوئے پایا۔ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کے دست حق پرست پر اسی قسم کی بیعت۔ یعنی شرک وکفر و معاصی نہ کرنے اور آپ کی اتباع وفرماں برداری میں رہنے کا معاہدہ کیا کرتے تھے۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالےٰ عنہ صحابی بدری سے روایت ہے کہ بے شک حضرت رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا اور اس وقت آپ کے گرد تھوڑا مجمع اصحاب کا تھا۔ تم لوگ مجھ سے بیعت کرو اس بات پر کہ عبادت میں اللہ کا شریک کسی کو نہ بناؤ اور چوری نہ کرو۔ اور زنا نہ کرو اور اپنی اولاد کو مار نہ ڈالو، اور کسی پر جھوٹ بہتان نہ باندھو اور احکام شریعت میں نافرمانی نہ کرو تو جو کوئی تم میں سے اپنا عہد پورا کرے گا، اس کا ثواب دینا اللہ تعالیٰ پر ہے۔ اور جو کوئی اس میں سے کسی گناہ میں پڑجائے اور دنیا میں حدود شرعی کی سزا پائے تو وہ اس کے گناہوں کا کفارہ ہے اور جو کوئی اس میں سے کسی گناہ میں پڑجائے۔ پھر اللہ کی سترپوشی میں آجائے۔ یعنی گناہ ظاہر نہ ہو اور حد شرع نہ جاری ہو تو اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی طرف سونپا ہوا ہے۔ وہ چاہے معاف کرے،

چاہے قیامت کے دن سزا دے۔ تو ہم لوگوں نے آپ سے اس بات پر بیعت کرلی۔ یعنی جن کلموں کا استعمال مردوں کی بیعت میں تھا۔ وہی سب اس میں فرمایا گیا اور ایک جگہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ یعنی تحقیق کہ جو لوگ بیعت کرتے ہیں تم سے اے محبوب صلیّ اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں۔ ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ آگے فرمایا کہ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا یَنْكُثُ عَلٰی نَفْسِهٖ وَمَنْ اَوْفٰی بِمَا عٰهَدَ عَلَیْهُ اللّٰهَ فَسَیُؤْتِیْهِ اَجْرًا عَظِیْمًا ۝ یعنی جو شخص عہد کو توڑے تو اپنے نفس کو نقصان پہنچانے کے لیے عہد توڑے گا اور جو شخص اللہ کے معاہدے کو پورا کرے گا، اللہ اس کو بڑا ثواب دے گا اور یہ بھی واضح رہے کہ مشائخ طریقت مرید اس کو کہتے ہیں کہ جو مجرد طالب حق ہو یا جو کسی بزرگ کے ہاتھ پر بہ مضمون بالا بیعت کرے۔ اور بعض کے نزدیک جو شخص کسی صاحب ولایت کی صحبت میں رہ کر وصول الی اللہ کی تعلیم پائے اور اپنی ارادت اور خواہشوں کو چھوڑ دے اور اس تعلیم دینے والے کی ارادت کی تعمیل کرے۔ اس کا پورا فرماں بردار ہوجائے اور اس کے حرکات وسکنات کی متابعت کرے۔ اس متعلم متبع کو مرید ومسترشد اور اس معلم متبوع کو شیخ و پیر و مرشد کہتے ہیں۔

علمائے کرام وصوفیائے عظام نے بیعت کی چار قسمیں بیان کی ہیں۔ بیعت شریعت۔ بیعت وسیلت۔ بیعت طریقت۔ بیعت حقیقت۔ بیعت شریعت اور بیعت وسیلت کے اہل موجودہ زمانے میں زیادہ ہیں۔ اور بیعت طریقت کے کم اور بیعت حقیقت کے اہل بہت ہی کم ہیں۔ بیعت شریعت کو بیعت توبہ اور بیعت انابت بھی کہتے ہیں۔ اور اس کی اصل آیۂ کریمہ یَآ اَیُّھَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَکَ الآخر اور حدیث شریف میں مذکور ہے اور اس کا فائدہ یہ ہے کہ ایک عامی آدمی جب غفلت اور نافرمانی کی زندگی گذار کر اپنے حال پر نادم اور شرمندہ ہو اور تقوے اور اطاعت اللہ و رسول کی طرف آنا چاہے تو یہ کام کتابوں کی دیکھ بھال یا عالموں سے پوچھ کر نہیں کرسکتا۔ جس طریقے سے مریض طب کی کتابیں دیکھ کر یا مختلف طبیبوں سے دوائیں پوچھ کر خود اپنا علاج کرنا چاہے تو نہیں کرسکتا۔ نہ کوئی فائدہ حاصل ہوسکتا ہے۔ بلکہ کسی واحد طبیب کے ہاتھ میں اپنے کو دے دینا پڑے گا۔ اسی طرح ضرورت ہے کہ وہ عامی آدمی بھی ایسے کامل عالم و متقی کو (جو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے معاملے میں تساہلی نہ کرتا ہو اور طالب کے حال کے مناسب جو کچھ افضل اور سہل ہو اس کی شناخت اور پہچان رکھتا ہو) اپنے اوپر حاکم بنالے اور اپنے آپ کو جمیع امور میں بالکلیہ اس کے اختیار میں دے دے اور اس کی اتباع اور پیروی مطابق فرمان خداوندی یٰاَیُّھَا

الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ اپنے اوپر لازم و فرض کرلے تاکہ مراد حاصل ہو اور اس بیعت میں ان تمامی آداب کو اختیار کرنا شرط ہے۔ جو صوفیائے کرام نے آداب پیر و مرشد کے سلسلے میں فرمائے ہیں اور شیخ کو راضی رکھے کہ اس کے قلب میں مرید کی جانب سے کوئی ملال نہ پیدا ہو اور اپنی کسی حالت کو پیر سے پوشیدہ نہ رکھے۔ تاکہ فیض باطن مسدود نہ ہو۔ کیونکہ اشراف بر خواطر مرید کی پوشیدہ باتوں کا جاننا شرط پیری نہیں ہے۔ اور بیعت وسیلت جس کو بیعت انتسابی بھی کہتے ہیں اس کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ عز و جل نے طریقت کے خاندانوں کے ہر حلقہ سے بڑا احسان کی کچھ بشارتیں اور وعدے فرمائے ہیں۔ جیسا کہ حضور پُرنور سیدی محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میرے مرید بے توبہ نہیں مریں گے۔ اور حضرت خواجہ عالی شان بہاء الدین نقشبند قدس سرہٗ العزیز نے فرمایا کہ میں بہشت میں نہ جاؤں گا جب تک میرے مریدان خاندان کو داخل نہ کردیا جائے اور استحقاق ان بشارتوں کا جبھی حاصل ہوسکتا ہے کہ ان بزرگوں سے محبت اور عقیدت کے ساتھ ان کے زمرے میں داخل ہو اور شرط اس بیعت میں یہ ہے کہ عظمت اور یادگاری ان بزرگوں کے دل میں رکھے اور ان حضرات کے اعمال و اشغال سے کوئی چیز عمل میں لاتا رہے تاکہ ایک قسم کی مناسبت ان بزرگوں کی ارواح طیبہ سے قائم رہے اس کا ثمرہ وقت موت اور قبر و حشر میں ظاہر ہوگا۔

انشاءاللہ تعالیٰ۔ اھ

ایک بار فقیر نے پوچھا کہ حضور! اس شعر کا کیا مطلب ہے، جس کو اکثر لوگ خاص کر جاہل صوفی پڑھا کرتے ہیں ؎

علم سینہ جس کو کہتے ہیں سفینہ میں کہاں
جس کو پاتے ہیں خدا کو وہ تو منتر اور ہے

ارشاد فرمایا

کہ اس شعر میں شاعر کی مراد سفینہ سے کتب دینیات نہیں ہے۔ بلکہ غیر دینی علوم کی کتابیں مُراد ہیں۔ علم سینہ اور لفظ منتر اور ہے سے اشارہ مرید میں شوق اور طلب صادق اور توجہ الی اللہ اور محبت فی اللہ ہونے کی ضرورت اور شیخ کامل کی تدبیر و اصلاح اور توجہ قلبی اور تاثیر قوت ارادی کی طرف ہے کہ ان چیزوں کا صرف کتب دینیات کے مطالعہ سے حاصل ہونا دشوار ہے۔ یہ چیز اکثر و بیشتر تدبیر و اصلاح و توجہ قلبی و تاثیر قوت ارادی شیخ کامل سے جو مرید کے باطن میں اثر پذیر ہوتی ہے، حاصل ہوتی ہے اور اللہ سے ملنے کے لئے شوق و طلب صادق و توجہ الی اللہ و محبت فی اللہ ضروری ہے اور یاد رہے کہ شاعر کی مراد لفظ سفینہ سے کتب دینیات ہو ہی نہیں سکتی۔ کیونکہ باطن کی درستگی مربوط ہے ظاہر کی درستگی کے ساتھ اور ظاہر ہے کہ درستگی کے لئے اعمال سیئہ سے اجتناب اور اعمال حسنہ

سے اکتساب کی ضرورت ہے اور اعمال سیئہ اور اعمال حسنہ کی تفصیل کتب دینیات سے ہی ہو سکتی ہے۔ کیا کہا جائے جہالت بُری چیز ہے۔ بعض جہّال نام نہاد صوفی حضرت حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر پڑھ کر عوام کو مغالطہ دیتے ہیں کہ ؎

بمے سجادہ رنگیں کن گرت پیر مغاں گوید
کہ سالک بے خبر نبود زراہ و رسم منزلہا

یعنی شراب میں اپنے مصلّے تر کرلے۔ اگر تجھے پیر کامل کہے، کیونکہ پیر حق آگاہ منزلوں کے راہ و رسم سے بے خبر نہیں ہوتا۔ حالانکہ ان کے معنی و مطالب سے کبھی بے خبر ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ان میں علم دین کامل طور پر حاصل کر لینے کے بعد قیل و قال سے تجاوز کر کے ذوق و حال پیدا کرنے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ ذوق و حال کے لیے سکوت اور تجرد درکار ہے نہ قیل و قال مَنْ عَرَفَ رَبَّہٗ کَلَّ لِسَانُہٗ مطلب شعر کا یہ ہے کہ پیر کامل جو پورا متبع شریعت ہو اگر کسی وقت کسی عمل کا تجھ کو حکم دے اور وہ عمل تیرے فہم ناقص میں خلاف شریعت معلوم ہو تو اس کو عمل میں لاؤ اور پیر کے حکم سے انحراف نہ کرو کہ اسمیں تمہارے لیے بھلائی ضرور ہوگی۔ کیونکہ سالک پیر حق آگاہ شریعت و طریقت کی منزلوں کی راہ و رسم سے بے خبر نہیں ہوتا۔ وہ تم کو خلاف شریعت و طریقت باتوں کا حکم دے کر تباہ و برباد نہیں کریگا

اس کے یہ معنی نہیں کہ کوئی شیطان کا مرید پیر اگر صریح خلاف شریعت باتوں کا تجھ کو حکم دے تو تم اس پر عمل کرنے لگ جاؤ اور شریعت کی پابندی چھوڑ دو لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم ۔ اھ بلفظہ الشریف

۱۱ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ میں جبکہ اس ناچیز فقیر کو دستار خلافت سے نوازا تو ۔

ارشاد فرمایا

کہ حافظ صاحب ! آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ہم نے حتی الامکان آپ کو محنت و ریاضت کرا کر آپ کی تکمیل سلوک کر دی اور حسب منشائے بزرگان دستار خلافت بھی آپ کے سر پر باندھ دیا اور تمام تعلیمات خفی وجلی کی مشاقی بھی کرا دی ۔ علاوہ تصوف کی بہت ساری باتیں کچھ زبانی کچھ کتابوں کا مطالعہ کرا کر بتلا دی ہیں ۔ تو اب اس سے یہ گمان نہیں کر لینا چاہیئے کہ ہم نے بہت کچھ جان لیا اور ہم کچھ ہو گئے معاذاللہ یہ گمان نہایت ہی بے نصیبی کی بات ہے ۔ اکثر ہلاکی و تباہی و رجوع اس راہ میں اسی خیال سے رونما ہوتی ہے کہ اب ہم کچھ جان گئے کچھ ہو گئے ۔ ہمیشہ یہ مدنظر رکھنا چاہیئے کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے ۔ وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ یعنی جاننے والے کے اوپر جاننے والا ہے اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے مَا عَرَفْنَاكَ حَقَّ

مَعْرِفَتِكَ اور مَا عَبَدْنَاكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ نہیں پہچانا ہم نے تجھ کو جیسا کہ حق ہے تیری عبادت کا ۔ اللہ اللہ یہ تو اللہ کے پیارے محبوب فرما رہے ہیں ۔ تو پھر ما و شما کس شمار میں ہیں ۔ بہرحال جو نعمت اس وقت بزرگوں کی طرف سے ملی ہے ۔ اس کی قدر اور حفاظت کرنی چاہیئے ۔ شریعت کی پابندی نہایت ضروری ہے ۔ اپنے اندر ذوق وشوق توجہ الی اللہ ومحبت فی اللہ پیدا کرنی چاہیئے ۔ عاجزی وانکساری حد درجہ ہونی چاہیئے ۔ حضرت مولانا روم قدس سرہ فرماتے ہیں ؎

در بہاراں کے شود سرسبز سنگ
خاک شو تا گل بروید رنگ رنگ
سالہا تو سنگ باشی دلخراش
آزموں را یک زمانے خاک باش

عاجزی وانکساری کی تعلیم ہی مقصود تھی کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ عزوجل نے فرمایا قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ یعنی آپ فرما دیجئے اے محبوب کہ میں تمہیں جیسا بشر ہوں ۔ جس کو بے دینوں ، عقل کے اندھوں نے کچھ کا کچھ سمجھا اور کہنے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ۔ معاذاللہ ! ہمارے جیسے بشر ہیں تصوف کی کتابوں میں بعض اکابر صوفیاء کا قول ہے ۔ کہ طالب جب تک اپنے گھر کے گدھے اور لید سے اپنے کو بدتر نہ سمجھ لے ۔ طریقت کی ہوا

بھی نہیں پاسکتا۔ اس موقع پر ایک حکایت بیان فرمائی وہ یہ ہے۔

حکایت

ایک بزرگ کسی شیخ سے بیعت حاصل کرنے گئے۔ شیخ نے فرمایا کہ پہلے چالیس روز کسی ایسی جگہ پر بیٹھ کر چلّہ کرو جو تم سے بدتر ہو۔ انہوں نے سوچا کہ سب سے بدتر تو میں ہی ہوں۔ چلہ کہاں کروں۔ آخر فیصلہ کیا کہ پائخانے کی کھڈی مجھ سے بدتر ہے کہ وہاں شہر بھر کی گندگی جمع ہوتی ہے اور وہاں نماز وغیرہ بھی نہیں ہوتی۔ وہاں جاکر بیٹھ گیا کھڈی سے قدرتی آواز آئی کہ حضرت سلامت! میں تو عمدہ غذا اور پھل وغیرہ تھا۔ صرف چند گھنٹے آپ کے معدے میں رہا۔ آپ کی صحبت سے ایسا راندہ ہوا کہ یہاں ڈال دیا گیا۔ اب جو مجھ پر کرم فرمانے تشریف لائے ہیں کیا مجھے دوزخ میں پہنچائیں گے۔ یہ شخص دوڑے اور شیخ کی خدمت میں آکر عرض کی کہ سب سے بدتر تو میں ہوں۔ چلّہ کہاں کروں۔ شیخ نے فرمایا۔ آؤ مرید ہو جاؤ بس یہی سمجھانا تھا۔ پس اپنے کو حقیر و کمزور جاننا، یہی تصوّف ہے اور رحمت الٰہی کا باعث انسان کی پیدائش خاک سے ہے اور خاک میں عجز و نیاز ہے۔ خواہ اس پر مسجد بناؤ خواہ پائخانہ وہ کچھ نہیں کہتی۔ اس عجز کا نتیجہ یہ ہوا کہ سارے پھل پھول، باغ و بہار، چشمے، کانیں اسی

خاک سے پیدا ہوئے۔ مکّہ معظمہ اور مدینہ منورہ جیسے مقامات اور بڑے بڑے انبیائے کرام اور اولیائے عظام کے مقابر اسی خاک پر واقع ہوئے آگ میں تکبّر اور غرور ہے۔ جس کا انجام یہ ہوا کہ اس میں نہ پھل لگے نہ پھول۔ خاک سب کو بناتی ہے۔ آگ بگاڑتی ہے۔ باغ میں آگ لگا دو تو برباد ہو جائے گا۔ اسی طرح عجز و انکسار والا آدمی اپنے دل میں تقویٰ، طہارت، ایمان و عرفان کے پھول لگائے گا اور متکبر انسان ان سب سے محروم رہے گا۔ اسی لیے متکبّر انسان کا انجام دوزخ کی آگ ہے۔ کیونکہ دنیا میں اس کے دل میں غرور کی آگ تھی۔ آگ سے آگ مل گئی

مخلوق خدا کے ساتھ اخلاق و محبت کا برتاؤ رکھنا چاہیئے۔ تاکہ مخلوق کی رجوعات ہو اور ہر کس و ناکس سمجھے کہ سب سے زیادہ محبت میرے ساتھ کرتے ہیں۔ ہدایت محض خالصۃً لوجہ اللہ کرنی چاہیئے۔ کسی قسم کا طمع و حرص نہ ہو۔ ہر امر میں بزرگان دین کے نقش قدم پر چلنے کا خیال رکھنا چاہیئے۔ تاکہ بزرگان سلسلہ کی ارواح طیبہ خوش ہوں اور ان کی نگاہِ کرم شامل حال رہے اور اپنے مرشد کے لیے ہمیشہ ہمیشہ ثابت قدمی اور حسن خاتمہ کی دعا کرتے رہنا چاہیئے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ عزوجل آپ کو اس راہ پر ثابت قدم رکھے اور بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور دونوں جہاں میں سرخرو رکھے۔ بارِ الہا! تو میری دعا

کو محض اپنے فضل وکرم سے اور اپنے پیارے محبوب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے طفیل میں قبول فرما اور میری محنت ٹھکانے لگا۔ آمین ثم آمین بجاہ حبیبہٖ سید المرسلین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ محمد و علیٰ آلہٖ و اصحابہٖ اجمعین ۔

کرامات

اولیائے کرام کی کرامتیں حق ہیں۔ ان کا صحابۂ کرام و اولیائے امت سے صدور حد تواتر اور شہادت کو پہنچا ہے۔ ان میں شک وشبہہ کی گنجائش نہیں۔ ان کا انکار کرنا گمراہی ہے۔ اولیاء اللہ سے خلاف عادت باتیں ظاہر ہونے کو کرامت کہتے ہیں۔ کرامت حقیقت میں نبی کا معجزہ ہے کہ بعد ان کے انکے نائبوں، اولیائے اُمّت سے ظاہر ہوتی ہے اور اس نبی کی سچائی اور اس کے دین کی صحت و حقانیت پر دلالت کرتی ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ معجزہ دعوائے نبوت کے ساتھ ہوتا ہے اور کرامت دعوائے نبوت سے خالی ہوتی ہے۔ لہٰذا سوائے ان معجزات کے جن کے ظہور کی دوسروں سے نفی کی گئی ہے۔ تمام معجزات بطریق کرامت اولیائے کرام سے ظاہر ہونا ممکن ہیں ۔

ہمارے سرکار قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تصرفات وکرامات اس قدر ہیں کہ رسالۂ ہٰذا کے صفحات ہرگز ان کے حامل نہیں۔ حق یہ ہے کہ

آپ سراپا کرامت تھے۔ ہمارے برادرانِ طریقت میں کم ایسے لوگ ہوں گے جنہوں نے آپ کی کوئی کرامت نہ دیکھی ہو۔ یہاں آپ کے کچھ مختصر کرامات و واقعات لکھے جاتے ہیں تاکہ طالب کا یقین زیادہ کامل ہو اور راہ طریقت کے طے کرنے میں زیادہ ذوق وشوق پیدا ہو۔

کرامت (۱)

امّاں جان مرحومہ (آپ کی زوجہ محترمہ) بیان فرماتی ہیں کہ ایام شباب میں ایک مرتبہ جبکہ آپ مشق سلوک میں مشغول تھے۔ چاندنی رات تھی کچھ رات گئے میں اندر سے نکلی۔ دیکھا کہ بالکل سناٹا ہے۔ میں اس مقام پر آئی جہاں آپ بیٹھتے اور ریاضت و مجاہدہ فرمایا کرتے۔ ابھی میں باہر ہی تھی کہ خلاف معمول کچھ روشنی زیادہ معلوم ہوئی اور معلوم ہوا کہ کسی دوسرے شخص سے (جس کی آواز بڑی ہیبت ناک تھی) آپ باتیں کر رہے ہیں۔ میں ایسی خوف زدہ ہوئی کہ بدن پر لرزہ پڑ گیا اور الٹے پاؤں پھری کہ جلدی سے اندر چلی جاؤں اور والدہ صاحبہ سے کہوں۔ ابھی میں دروازے کے باہر ہی تھی کہ آپ حجرے سے نکل آئے اور مجھے دیکھ کر پوچھا "کون ہے؟" میں نے جواب دیا۔ "میں تو ہوں آپ کی خادمہ" پھر ہمت کرکے میں آپ کے نزدیک گئی اور پوچھا کہ آپ کس سے باتیں کر رہے تھے؟ اور وہ روشنی کیسی تھی۔ آپ نے فرمایا یہ مت پوچھو۔ یہ کہنے کی بات نہیں ہے

پھر آپ نے پانی مانگا۔ میں نے پانی لاکر دیا۔ آپ نے فرمایا سو جاؤ۔ ابھی رات زیادہ ہے۔ میں اندر آکر سو گئی۔ پھر پوچھنے کی کبھی جرأت نہ ہوئی کہ آخر وہ کیا سماں تھا؟

کرامت

ایک بار حضرت سرکار قبلہ رضی اللہ عنہ مقام کھیری۔ ضلع آرہ تشریف لے جا رہے تھے۔ خدمت کے لیے یہ فقیر بھی ہمراہ تھا اثنا راہ میں اپنے زمانہ مشق سلوک کا ایک واقعہ آپ نے خود اپنی زبان مبارک سے تذکرۃً بیان فرمایا کہ جس زمانے میں مَیں اپنے مرشد حضرت شاہ مولا علی لعل گنجی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں تھا۔ ایک بار شاہ صاحب موصوف بخار میں مبتلا ہو گئے۔ ایک حکیم صاحب جو آپ کے بہت ہی معتقد تھے۔ آپ سے ملنے تشریف لائے تو آپ کو بیمار پایا۔ حال پوچھا، نبض دیکھی اور مجھ سے فرمایا کہ میاں جی روغن احمر لاکر شاہ صاحب کے تمام جسم میں مالش کر دو۔ فوراً دوکان سے جاکر روغن احمر لایا اور مالش کرنا شروع کیا کہ ایک شخص حیران و پریشان آیا اور آپ کے سامنے کھڑا ہو گیا اور زار و قطار رونا شروع کیا۔ آپ چونکہ بخار میں سخت پریشان تھے اعضار شکنی شدت کی تھی۔ فرمایا کہ میری طبیعت اچھی نہیں ہے جو کچھ کہنا ہے ان سے کہو (میری طرف اشارہ کرکے) اور مجھ سے فرمایا جاؤ میاں جی! ان سے پوچھو کیا بات ہے اور جو کچھ کرنا ہے کر دو۔ میں

وہاں سے اٹھ کر باہر آیا اور پوچھا آپ کا مکان کہاں ہے اور کیوں اس قدر پریشان ہیں۔ شخص مذکور نے کہا کہ میں گیا ضلع کے ایک دیہات کا رہنے والا ہوں اور نہایت غریب پسر ہوں یہاں (کلکتہ) محنت مزدوری کرکے اہل و عیال کی پرورش کرتا جس زمین دار کی زمین میں میرا مکان ہے وہ بڑا ہی ظالم بد اطوار ہے۔ چند وجوہات کی بنا پر وہ ہمیشہ مجھ سے ناراض رہتا ہے۔ اور مجھ پر طرح طرح کے مظالم ڈھایا کرتا ہے۔ آج وہ کلکتہ سے اس ارادے سے مکان جا رہا ہے کہ وہاں پہنچ کر کل میرے مکان کو آگ لگا کر جلا دے گا۔ میں نہایت پریشان ہوں کہ کیا کروں۔ چند لوگوں نے مجھے بتایا کہ قصائی گلی میں ایک پیر صاحب رہتے ہیں۔ ان کو لوگ ڈانڈا شاہ بھی کہتے ہیں۔ رنگائی چھپائی کی ان کی دوکان ہے۔ تم وہاں جاؤ یقیناً تمہارا مقصد بر آئے گا۔ اس لیے میں یہاں آیا ہوں کہ مجھ دکھیارے پر رحم کیا جائے۔ اُس وقت میں مراقب تھا آنکھیں بند تھیں۔ عالم انکشاف میں دیکھا کہ معاً وہ ظالم میرے سامنے آگیا۔ اسے دیکھتے ہی میری زبان سے بے ساختہ نکل گیا کہ اطمینان رکھو یہ ظالم وہاں تک نہیں پہنچ پائے گا۔ یہ آواز حضرت کے گوش مبارک میں پہنچی۔ پوچھا کہ کیا ہے میاں جی۔ میں نے واقعہ بیان کیا اور کہا کہ وہ ظالم زمیندار میری نظر کے سامنے آگیا تو میری زبان سے بے ساختہ نکل گیا کہ یہ ظالم وہاں تک نہیں پہنچ پائے گا۔ حضرت نے فرمایا ایسا کہدیا ہے ٹھیک ہے ایسا ہی ہوگا۔ ہفتہ کے بعد وہ شخص شیرینی اور دو روپیہ نذرانہ

لے کر حاضر ہوا اور حضرت کے پاؤں پر گر گیا۔ حضرت نے پوچھا کیا ہے جی اس نے میری طرف اشارہ کرکے کہا کہ اس روز انہوں نے جو کچھ کہا وہ ٹھیک ہوا۔ یعنی وہ زمین دار اسی روز شام کے وقت ہوڑہ ریل گاڑی میں سوار ہوا۔ جب گاڑی کھلی تو وہ گاڑی سے جھانکنے لگا۔ گاڑی جب اسٹیشن سے نکل گئی اور اس کی رفتار تیز ہوئی۔ یکا یک دروازہ کھل گیا اور وہ زمین دار نیچے گر کر مر گیا۔

یہ واقعہ بیان فرماکر آیۂ کریمہ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ تلاوت فرمائی یعنی اور اپنے رب کی نعمت کو بیان کرو۔ اور فرمایا کہ ایسی ہی بہت سی باتیں ہیں جو میری زبان سے نکلیں اور وہ بحمدہٖ تعالیٰ ہو کر رہیں یہ اس لیے میں نے آپ سے کہا کہ یہ سب محض اللہ عزوجل کا فضل اور بزرگوں کی نگاہ کرم اور انکی جوتی کا صدقہ ہے جو ہوا اور اب ہو رہا ہے۔ آپ نے تو کتاب گلستاں میں پڑھی ہے۔ اس میں حضرت سعدی علیہ الرحمۃ کا شعر ہے ؎

ہر کہ سیمائے راستاں دارد
سر خدمت بر آستاں دارد

مجھ کو تو جو کچھ ملا بزرگوں کی خدمت ہی سے ملا ہے ؎

بنو پہلے خادم تو مخدوم ہو گے
بڑھا دے گی عزت یہ ذلت تمہاری

کرامت

ایک بار حضرت سرکار قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کلکتہ سے مکان (گوریارہ شریف) تشریف لائے اور کچھ دنوں کے بعد جب کلکتہ جانے کا قصد فرمایا تو بقرعیدن صاحب سے فرمایا کہ میں تو جا رہا ہوں۔ مگر یہاں ہیضہ آئیگا۔ آج تین روز سے حملے کر رہا ہے۔ تم لوگ گھبراؤ گے نہیں اللہ اپنے حفظ و امان میں رکھے گا۔ یہ فرماکر آپ کلکتہ تشریف لے گئے اور یہاں ہیضہ شروع ہو گیا۔ آپ کے آبائی مکان سے پورب جانب متصل ہی ایک ٹولہ تیلیوں کا ہے۔ اس میں بہت سے لوگ مرے اور بہت بیمار پڑے۔ کلکتہ میں آپ کے جائے قیام سے تھوڑے ہی فاصلے پر ایک انگریز کی کوٹھی تھی جہاں فوجدار میاں صاحب ساکن سرکاہی شریف ملازم تھے۔ بعد نماز مغرب آپ ان کو پڑھانے کے لیے اس کوٹھی میں جایا کرتے تھے۔ ایک روز حسب دستور بعد نماز مغرب فوجدار میاں صاحب کو آپ پڑھا رہے تھے کہ یکا یک آپ کی آنکھیں جھپک گئیں اور باآواز بلند آپ کی زبان مبارک سے نکلا "جاؤ چھوٹ گیا" یہ آواز اتنی بلند ہوئی کہ ساری کوٹھی میں گونجنے لگی۔ یہاں تک کہ صاحب اور میم جو دو منزلہ پر رہا کرتے تھے دونوں گھبرا کر نیچے اتر آئے اور فوجدار میاں سے پوچھنے لگے۔ کہ سائیس! یہ کیا شور و غل ہے۔ فوجدار میاں صاحب نے کہا۔ صاحب!

یہ ہمارا پادری ہے ہم کو پڑھاتا ہے۔ ہم بھول گئے ہیں اس لیے ہم کو ڈانٹا ہے۔ یہ سن کر صاحب اور میم دونوں خاموشی کے ساتھ اوپر چلے گئے۔ فوجدار میاں صاحب نے آپ سے پوچھا حضرت استاذی یہ کیا ماجرا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ بھائی جانے دو کیا پوچھتے ہو۔ فوجدار میاں نے اصرار کیا کہ نہیں حضرت استاذی کچھ تو فرمایئے کہ الجھن دور ہو۔ میں سخت پس وپیش میں ہوں کہ آخر آپ نے ایسا کیوں فرمایا۔ آپ نے فرمایا کہ بھائی میری بستی میں ہیضہ پھیل گیا ہے۔ ابھی ذرا آنکھ جھپکی تو دیکھا کہ میں گوریارہ میں ہوں تیلی ٹولہ میں ایک ضعیفہ تیلن ہے۔ وہ اپنے دروازے پر کھڑی تھی مجھے دیکھ کر وہ میری طرف لپکی اور سامنے کھڑی ہو کر نہایت اضطراب میں کہنے لگی۔ "ہُو بابو! گاؤں تو ویران ہو گیا۔ فلاں مر گیا، فلاں مر گیا اور بہت لوگ بیمار ہیں جن میں ہمارا ایک پوتا بھی ہے جس کے جینے کی امید نہیں ہے۔ بابو ذرا چل کر دیکھ لیجئے۔ اسی تیلن کو میں نے ڈانٹ کر کہا کہ جاؤ چھوٹ گیا۔" کلکتہ میں اس واقعہ کا چرچا پھیلا۔ اور یہاں وہ ضعیفہ تیلن صبح آفتاب نکلتے ہی آپ کے دولت خانہ پر آئی اور دادی صاحبہ مرحومہ (آپ کی والدہ محترمہ) سے پوچھنے لگی۔ میاجی کہاں ہیں؟ دادی صاحبہ نے کہا وہ تو کلکتہ ہیں۔ بڑھیا تیلن نے کہا نہیں کل ہی شام کو تو وہ آئے ہیں ہم سے باتیں ہوئی ہیں۔ دادی صاحبہ مرحومہ نے کہا تم نے خواب دیکھا ہوگا۔ وہ بڑھیا قسمیں کھانے لگی اور کہنے لگی کہ میں نے خواب

میں نہیں دیکھا بلکہ سرِ شام ہی میں اپنے دروازے پر کھڑی تھی کہ وہ پورب جانب سے آئے ہم نے ان سے بستی کی حالت بیان کی اور کہا کہ ہمارا پوتا بھی بیمار ہے۔ جس کے جینے کی امید نہیں ہے۔ ذرا چل کے دیکھ لیجئے۔ انہوں نے ڈانٹ کر کہا کہ جاؤ چھوٹ گیا یہ کہہ کر وہ اس طرف آئے اور اسی وقت سے ہمارے پوتے کی حالت سدھرنے لگی۔ اس وقت وہ بالکل اچھا ہے۔ دادی صاحبہ مرحومہ کچھ سوچ کر خاموش ہو گئیں۔ مگر یہ واقعہ ڈھکا چھپا نہ رہا۔ قرب وجوار میں اس کا چرچا ہونے لگا۔ کلکتہ سے کچھ لوگ اپنے مکان آئے اور وہاں کا واقعہ بیان کیا۔ جس سے سب لوگوں کو یقین ہو گیا کہ یہ واقعہ صحیح اور درست ہے ابھی فوجدار میاں صاحب باحیات ہیں جن کا جی چاہے سرکانہی شریف آکر دریافت کر سکتے ہیں۔ سچ ہے ؎

اولیاء را ہست قدرت از الٰہ
تیر جستہ باز میدارد ز راہ

کرامت

جس زمانے میں حضرت سرکار قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کلکتہ لوور سرکلر روڈ ٹائر کی دکان میں قیام پذیر تھے۔ مرزاپور ضلع کے ایک سن رسیدہ آدمی جو چورنگی میں دربانی کرتے تھے۔ اکثر آپ سے ملنے آیا

کرتے تھے ۔ آپ اُن کی بہت خاطر تواضع فرماتے اور بہت بے تکلفی سے باتیں کرتے اور فرماتے کہ یہ میرے بہت پرانے دوست ہیں۔ ایک روز وہ صاحب تشریف لائے۔ حسب دستور آپ نے کچھ مٹھائی اور چائے سے انکی تواضع کی۔ اس کے بعد محمد جان کمپنی منیاری والے کی کوٹھی میں غسل کرنے کے لیے تشریف لے گئے اور ان سے فرمایا کہ آپ بیٹھئے۔ حافظ صاحب سے باتیں کیجئے جب تک میں غسل کرکے آتا ہوں۔ جب آپ چلے گئے وہ صاحب میری طرف مخاطب ہوئے اور پوچھا کہ آپ بھی میاںجی کے مُرید ہیں۔ میں نے کہا مرید کیسے کہوں البتہ مریض ہوں۔ انہوں نے کہنا شروع کیا کہ میاںجی سے میری بہت پرانی دوستی ہے۔ جب یہ اپنے چچا کے ساتھ چتو بستی میں (کلکتہ کا ایک محلہ ہے) رہتے تھے اور بالکل نوجوان تھے۔ سبزہ بھی نمودار نہیں ہوا تھا۔ جب ہی سے میں ان کو جانتا ہوں۔ حافظ جی! میاںجی بڑے ہی کامل آدمی ہیں۔ لوگ انہیں جانتے نہیں ہیں۔ آج تو خدا نے انہیں ہادی اور رہنما کے درجے پر فائز کر دیا ہے۔ ابتدائے سن شعور ہی سے ان کا کمال ظاہر تھا اور مخلوق خدا کی رجوعات روز بروز بڑھتی ہی جارہی تھی۔ چنانچہ ایک مرتبہ کئی روز تک ہم دونوں کی ملاقات کا اتفاق نہیں ہوا تو آپ چورنگی میرے قیام گاہ پر گئے۔ ناشتہ چائے کے بعد کچھ باتیں ہونے لگیں تو خلاف معمول آپ فرمانے لگے کہ ہاں

بھائی یہ دنیا ہے ایک جاتا ہے ایک آتا ہے۔ انسان کو ہر حال میں صابر و شاکر رہنا چاہیئے۔ مشیت ایزدی میں کس کو دخل ہے۔ پھر میرے پشت پر ہاتھ رکھ کر فرمایا۔ اچھا خدا میں سب قدرت ہے۔ وہ نعم البدل عطا فرمائیگا مجھ کو تشویش ہوئی اور ان کا منہ دیکھنے لگا۔ آپ نے فرمایا۔ اچھا بھائی اجازت ہو میں جاتا ہوں۔ آپ چلے گئے اور میں سوچنے لگا کہ آخر میاں جی جو بول رہے تھے اس کا مطلب کیا ہوگا۔ چند ہی ساعت کے بعد قریب چار بجے یکا یک مکان سے خط آیا۔ جب خط کو کھول کر پڑھا تو معلوم ہوا کہ میرا ایک لڑکا جو دس بارہ سال کا تھا دو روز بخار میں مبتلا رہ کر اس دار فانی سے رحلت کر گیا۔ اب سمجھ میں آیا کہ میاںجی کے فرمانے کا یہ مطلب تھا۔ اور وہ جو فرمایا تھا کہ خدا نعم البدل عطا فرمائے گا۔ سو ویسا ہی ہوا کہ سال بھر کے بعد ایک لڑکا خدا نے عنایت فرمایا جو اب تک بفضلہٖ تعالیٰ زندہ ہے اور گورکھپور ریلوے کارخانہ میں مستری ہے۔ یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ حضرت قبلہ غسل سے فارغ ہو کر تشریف لائے اور اُن صاحب کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے فرمایا۔ بھائی کیا شکوہ شکایت حافظ صاحب سے کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ وہی جو میرا بڑا لڑکا انتقال کر گیا تھا، وہی سرگزشت بیان کر رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا ہاں ایک وقت تھا۔ اور خاموش ہو گئے۔

کرامتُ

برادر طریقت جناب مولوی شاہ محمد خطاب صاحب ساکن گوپیا ڈومری فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت سرکار قبلہ دعوت میں پگھیاں جا رہے تھے۔ میں بھی آپ کے ہمراہ تھا۔ راستے میں ایک بہت بڑا میدان ملا۔ جب ہم لوگ بیچ میدان میں پہنچے تو بڑے زور کی آندھی اور بارش شروع ہوگئی۔ مجھ کو تشویش ہوئی کہ اب تو ہم لوگ مع اسباب کے بھیگ جائیں گے کتابیں خراب ہو جائیں گی۔ مگر حضرت سرکار قبلہ بالکل مطمئن نظر آتے تھے۔ خدا کی شان دیکھئے کہ راستہ کے چاروں طرف کچھ دور کے فاصلہ پر بڑے زور کی بارش ہو رہی ہے مگر راستہ کے متصل دائیں بائیں اور سامنے ایک بوند بھی نہیں گرتی۔ ایک عجیب منظر تھا۔ بادل گھر گھر کے آتا تھا مگر سامنے سے چھٹ جاتا۔ میلوں دور جا کر ایک جھونپڑی نظر آئی۔ سرکار قبلہ نے فرمایا کہ اب گاڑی روکو۔ جب گاڑی روک کر اسباب اتارے گئے اور اس جھونپڑی میں ہم لوگوں نے پناہ لی۔ تب موسلا دھار بارش ہونے لگی۔ بہت دیر کے بعد جب پانی برسنا موقوف ہوا تو وہاں سے روانہ ہو کر پگھیاں پہنچے۔

کرامت

مولوی صاحب موصوف ایک اور سفر کا واقعہ بیان فرماتے ہیں

کہ حضرت سرکار قبلہ ایک مرتبہ موضع چتر پٹی علاقہ کھفاتہ پارد سے خانقاہ شریف واپس آرہے تھے۔ میں بھی آپ کے ہمراہ تھا۔ راستے میں ایک میدان ملا۔ جس میں چرواہے لوگ مویشیاں چرا رہے تھے۔ ایک بہت شریر اور خطرناک سانڈھ جو لوہا کے تار سے تانا ہوا تھا۔ گاڑی کو دیکھ کر دوڑا۔ ہم لوگ بہت خوف زدہ ہوئے اور اس کے حملہ کے دفعیہ کا سامان کرنا ہی چاہ رہے تھے کہ وہ ہماری گاڑی کے بالکل قریب آگیا اور بڑی مستی میں گاڑی کے پہیہ میں سینگ لگا کر گاڑی کو الٹ دینا چاہا۔ کہ معاً حضرت سرکار قبلہ کی زبان مبارک سے نکلا "ہیہ" اتنا کہنا تھا کہ اس سرکش سانڈھ کا پاؤں زمین سے ایسا بندھ گیا کہ نہ آگے بڑھ سکتا ہے نہ پیچھے ہٹ سکتا ہے۔ سکتے کے عالم میں کھڑا اٹک رہا تھا۔ تمام لوگ تماشہ دیکھ رہے تھے کہ آخر سانڈھ کو کیا ہو گیا کہ نہ آگے بڑھتا ہے نہ پیچھے ہٹتا ہے۔ جب گاڑی بہت دور نکل گئی تو زمین نے سانڈھ کے پاؤں کو چھوڑا اور اس نے مویشیوں کے غول کی طرف رخ کیا۔

اسی سفر میں آگے چل کر یہ واقعہ پیش آیا کہ ایک بستی میں پہنچ کر ایک چورا ہا ملا۔ اس کے کونے پر بغل میں ایک بڑا سا گڈھا تھا۔ وہاں پہنچ کر گاڑیبان پر غنودگی طاری ہوگئی۔ گاڑی کے بیل یکایک بستی کی طرف مڑ گئے۔ اور گاڑی اس گڈھے کی نشیب کی طرف چلی گئی اور گاڑی کا جوا کھڑا ہو گیا کہ معاً حضرت سرکار قبلہ کی زبان مبارک سے نکلا "تھم" گاڑی رک

گئی۔ خدا کی شان دیکھئے کہ باوجودیکہ گاڑی نشیب کی طرف جارہی تھی مگر جونہی آپ نے فرمایا "تھم" گاڑی رک گئی اور جلدی سے ہم لوگوں نے اتر کر گاڑی کو پکڑ لیا اور کندھے پر کھینچ کر باہر لائے۔ یہ کھائی ایسی تھی کہ ذرا اور گاڑی کھسک جاتی تو چاروں شانے چت الٹ جاتی اور سب لوگ مع اسباب کے اس گڈھے میں آجاتے اور خدا جانے کیا حشر ہوتا۔

کرامت

محترم جناب حاجی شاہ محمد صدیق صاحب ناظم اعلیٰ مدرسہ علیمیہ انوار العلوم بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ سرکار قبلہ میرے آبائی میرے آبائی مکان پر موضع دارا بیٹی تشریف فرما تھے۔ دس بجے شب کو نماز عشا سے فارغ ہو کر کھانا کھلانے کا انتظام ہونے لگا کہ معًا اسی وقت گیارہ آدمی گوریگاواں اور بختیاں کے حضرت کی زیارت کے لیے آپہنچے۔ والد صاحب قبلہ نے مجھ سے فرمایا کہ اندر جاؤ کھانا پکانے کو کہو۔ حضرت سرکار قبلہ نے منع فرمایا کہ اب کھانا پکانے کی ضرورت نہیں اسی کھانے میں سب لوگ کھالیں گے۔ حسب الارشاد دسترخوان بچھایا گیا اور کھانا لاکر دسترخوان پر رکھا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ کھانا میرے سامنے لاکر رکھو اور پلیٹ لاؤ۔ حسب الحکم کھانا اور پلیٹ آپ کے

سامنے رکھ دیئے گئے۔ آپ نے خود اپنے دست مبارک سے کھانا پلیٹ میں رکھ کر تقسیم کرنا شروع کیا اور مجھ سے فرمایا کہ تم دال اور ترکاری تقسیم کرو۔ میں نے دال ترکاری ڈال کر لوگوں کے سامنے رکھنا شروع کیا۔ آپ نے فرمایا اب کھاتے جاؤ۔ آخر سب لوگوں نے آسودہ ہو کر کھالیا اور نصف کھانا بچ گیا جو صبح کو بچوں نے کھایا۔

کرامت

موضع چاندپور فتح والے محمد سلیمان صاحب کی اہلیہ کو اُم الصّبیان کا مرض تھا۔ چند بچے اس مہلک مرض میں مبتلا ہو چکے تھے۔ ایک لڑکا پھر تولّد ہوا مگر چند ہی ماہ کے بعد وہ بھی اسی بلا میں گرفتار ہو گیا۔ جب حالت بہت نازک ہوگئی تو بھائی سلیمان صاحب نے برادر طریقت صوفی شاہ محمد یوسف صاحب سے نہایت منّت و سماجت سے کہا کہ بچے کی حالت بہت خراب ہوتی جا رہی ہے۔ آپ مہربانی فرما کر اپنے پیر صاحب کو بلا دیجیے (اُس وقت گاؤں میں صرف صوفی صاحب ممدوح ہی حضرت قبلہ کے حلقۂ ارادت میں داخل تھے) صوفی صاحب حضور کی خدمت میں آئے اور ان کی پوری سرگذشت بیان کر کے چاندپور فتح تشریف لے چلنے کی درخواست کی۔ حضرت سرکار قبلہ نے ان کی دعوت قبول فرمائی اور دوسرے روز وہاں تشریف لے گئے

بچے کو دیکھا اور دَم کر دیا۔ فوراً سکون ہوگیا۔ آپ نے فرمایا گھبرائیے نہیں اللہ تعالیٰ نعم البدل عطا فرمائے گا۔ اس کے خزانے میں کسی چیز کی کمی نہیں ہے۔ غرض یہ جملہ آپ نے کئی بار فرمایا۔ صوفی صاحب سے آپ نے تنہائی میں فرمایا۔ بابو اس بچے کی صحت کے لیے میں نے درخواست کی لیکن منظور نہیں ہوئی۔ حکم ہو رہا ہے کہ میں یہاں سے چلا جاؤں۔ اس لیے کہ اس بچہ کی موت کا وقت قریب ہے۔ لہٰذا مصلحت یہی ہے کہ آپ مجھے رخصت کر دیں۔ صوفی صاحب نے سواری کا بندوبست کیا اور آپ وہاں سے روانہ ہوگئے۔ چلتے وقت آپ نے اشارۃً بھائی سلیمان صاحب سے فرمایا کہ گھبرائیے نہیں اللہ پاک نعم البدل عطا فرمائے گا۔ اس کے دوسرے روز یا تیسرے دن بچہ انتقال کر گیا۔ انتقال کے دوسرے روز حضرت سرکار قبلہ کا ایک خط بھائی سلیمان صاحب کے نام پہنچا۔ جس میں تحریر تھا کہ بابو سلیمان صاحب صبر کیجیے مشیت ایزدی سے چارہ نہیں۔ مولیٰ تعالیٰ اس کا بہتر بدلہ عطا فرمائے گا۔ بستی والوں کے دل پر اس خط کے مضمون کا بڑا گہرا اثر پڑا اور آپ کی اس کرامت کو دیکھ کر یکے بعد دیگرے داخل سلسلہ ہونے لگے۔ کچھ دنوں بعد بھائی سلیمان صاحب کے گھر میں حسب بشارت سرکار قبلہ ایک لڑکا تولد ہوا جو بفضلہٖ تعالیٰ جوان ہو چکا ہے اور اس کی شادی بماہ ذیقعدہ ۱۳۷۷ھ حضرت سرکار قبلہ رضی اللہ عنہ کے ہمشیرزادہ

جناب صوفی شاہ عبداللہ صاحب کی بڑی صاحبزادی سے ہوئی ہے۔ اللہ پاک زوجین کو صحت و عافیت زندہ رکھے۔ آمین

کرامت

جناب حاجی امیر علی صاحب ساکن موضع چاندپور فتح کا اکلوتا لڑکا کلکتہ سے میٹرک کا امتحان دے کر مکان آیا اور انتقال کر گیا اس کی موت کی وجہ سے حاجی صاحب کا دل بجھ کر رہ گیا۔ ہر چند بستی والے دوسری شادی کرنے پر اصرار کرتے رہے مگر اپنی ضعیفی کو دیکھتے ہوئے وہ برابر انکار ہی کرتے رہے۔ ایک مرتبہ حضرت سرکار قبلہ وہاں تشریف لے گئے چونکہ حاجی صاحب موصوف کو بیعت حضرت مولانا سید شاہ محمد محی الدین صاحب قادری پھلواروی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل ہے۔ لہٰذا پیر بھائی ہونے کی حیثیت سے انھوں نے حضرت سرکار قبلہ کی دعوت کی۔ جب آپ حاجی صاحب موصوف کے گھر تشریف لے گئے۔ دوران گفتگو میں ایک صاحب نے حاجی صاحب کے متعلق حضرت سرکار قبلہ سے عرض کیا کہ حاجی صاحب کو خدا نے بہت مال و دولت عطا فرمائی ہے۔ مگر کوئی اولاد نہ ہونے کی وجہ سے گھر اندھیرا معلوم ہوتا ہے۔ بیچارے کا ایک ہی لڑکا تھا جو کلکتہ ملائی اسکول میں پڑھ رہا تھا بلکہ میٹرک کا امتحان دے چکا تھا۔ امتحان

دے کر گھر آیا اور انتقال کر گیا ۔ حاجی صاحب دونوں میاں بیوی اب ضعیف ہو چکے ہیں اور اولاد ہونے کا سلسلہ بھی اب ختم ہو چکا ہے ۔ خدا جانے ان کے بعد اس دولت و عمارت کا کیا حشر ہو گا ۔ حضرت سرکار قبلہ نے یہ سن کر بہت افسوس کیا ۔ آخر میں فرمایا اچھا ان سے کہئے وہ شادی کریں انشاء اللہ العزیز لڑکا ہو گا ۔ بستی والوں نے حاجی صاحب سے کہا کہ اب تو آپ کو شادی کرنی ہو گی ۔ کیوں کہ سرکار قبلہ نے حکم دیا ہے ۔ حاجی صاحب نے سرکار کے حکم کا لحاظ کرتے ہوئے ایک نوجوان عورت سے شادی کی قدرت خداوندی کہ سال ہی بھر کے بعد ایک لڑکا تولد ہوا ۔ حضرت سرکار قبلہ جب پھر چاند پور فتح تشریف لے گئے ۔ ایک روز صوفی شاہ محمد یوسف صاحب کو صبح کے وقت اپنے ہمراہ لے کر اسی راستے سے تفریح کے لیے جا رہے تھے اور حاجی صاحب موصوف اسی لڑکے کو گود میں لیے ہوئے کھڑے تھے یکایک سرکار قبلہ سے چہار چشمی ہو گئی ۔ سرکار قبلہ نے بعد سلام کے پوچھا یہ لڑکا کون ہے ۔ حاجی صاحب ممدوح تو مسکرا کر خاموش رہ گئے مگر صوفی صاحب نے یاد دلایا کہ حضور نے جو حاجی صاحب کو شادی کرنے کو فرمایا تھا، حسب حکم شادی کی اور یہی لڑکا تولد ہوا ہے۔ سرکار قبلہ نے مسکرا کر از راہِ مزاح فرمایا کہ آپ لوگ تو کہا کرتے تھے کہ پیدائش کا سلسلہ بند ہو گیا ہے، اچھا اب تو کھل گیا نا؟ چنانچہ اس کے

بعد ایک لڑکی اور دو لڑکے اور پیدا ہوئے جو سب بفضلہ تعالیٰ زندہ ہیں۔ اور طلب علم میں مشغول ہیں

کرامت

ایک دفعہ موضع چین پور علاقہ تھانہ مینا پور میں ہیضہ ہو گیا اور کثرت سے اموات ہونے لگیں ۔ ان دنوں فقیر غریب خانہ ہی پر تھا ۔ فقیر کے چچا زاد بھائی مولوی محمد نعیم سلمہٗ چین پور ہی رہا کرتے تھے۔ انہوں نے گھبرا کر بستی والوں کو رائے دی کہ جلد بھین گاواں سے بھائی صاحب کو بلائیے ۔ چنانچہ دو آدمی بھین گاواں پہنچے اور کہا کہ آپ جلد چلیں مولوی صاحب نے بلایا ہے ۔ چین پور کی حالت خراب ہے ۔ اگرچہ اپنے موضع کے لوگ مانع ہوئے کہ ایسی حالت میں وہاں جانا مناسب نہیں ۔ مگر مولوی محمد نعیم سلمہٗ کی وجہ سے جانا پڑا ۔ مکان سے بعد نماز ظہر روانہ ہوا ۔ درمیان میں ایک موضع مؤنا ہے جہاں فقیر کے نسبتی بھائی مولوی فرزند علی صاحب وارثی مرحوم مغفور نور اللہ مرقدہٗ بسلسلہ تعلیم و تعلم مقیم تھے ۔ رات کو وہیں ٹھہر گیا ۔ پہلے تو مولوی صاحب مرحوم بھی وہاں جانے سے مانع ہوئے ۔ لیکن فقیر نے جب بابو نعیم سلمہٗ کا حال بیان کیا کہ وہ بہت گھبرا رہے ہیں ۔ تو فرمایا کہ خیر نعیم بابو وہاں ہیں اور وہ آپ کو بلا رہے ہیں تو مجبوری ہے ۔ لیکن بستی میں آپ

نہ جائیں بلکہ گنج بازار پر (جو چین پور سے دو میل کے فاصلے پر ہے) قیام کیجئے اور وہیں سے جو ترکیب کرنی ہو کر دیجئے۔ غرض صبح کو ناشتہ کے بعد وہاں سے روانہ ہوا اور سیدھا گنج بازار پر پہنچا۔ اور برادرِ طریقت جناب عبدالحمید صاحب گودام دار سے کہا کہ بھائی میں یہیں ٹھہروں گا اور جو ترکیب کرنا ہوگی یہیں سے کردوں گا۔ مجھے چین پور مت لیجائیے۔ انہوں نے کہا کہ اچھا آج بازار ہے سب لوگ بازار آویں گے۔ امید ہے کہ مولوی صاحب بھی آویں گے۔ ان لوگوں کی جو رائے ہوگی اس پر عمل کیا جائے گا۔ کچھ دیر بعد مولوی محمد نعیم صاحب سلمہٗ اور بھائی عبدالخالق مرحوم آئے۔ اُن سے ملاقات ہوئی وہ بستی کی حالت بیان کرنے لگے کہ آج نئے سات آدمی بیمار ہوئے ہیں اور روزانہ دو چار آدمی مرتے ہیں۔ آج بھائی اقبال حسین صاحب بھی انتقال کر گئے ان کی تجہیز و تکفین کرکے ہم لوگ آرہے ہیں۔ ابھی یہ گفتگو کر ہی رہے تھے کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کی ایک جماعت پہنچ گئی اور فقیر کو دیکھ کر بے اختیار رونا شروع کردیا اور سب نے یک زبان ہوکر کہا کہ حضور کا بہت انتظار تھا۔ اب جبکہ حضور یہاں تک پہنچ گئے ہیں تو چین پور ضرور تشریف لے چلیں۔ فقیر خاموش ہوگیا۔ پھر بھائی عبدالخالق صاحب نے کہا۔ حافظ صاحب! اب خدا کو جو منظور ہوگا وہ ہوگا۔ مگر اتنے لوگوں کی تمنا کو ٹھکرا دینا مناسب نہیں ہے۔ آپ چین پور ضرور چلیں۔

فقیر نے کچھ سوچ کر کہا اچھا آپ لوگوں کو بازار میں جو سودا سلف کرنا ہو کر لیجئے پھر دیکھا جائے گا۔ وہ لوگ بازار چلے گئے اور فقیر نماز ظہر ادا کرکے گودام میں سوگیا۔ جونہی آنکھ لگی دیکھا کہ حضرت سرکار قبلہ تشریف لائے اور فقیر سے فرمایا، حافظ صاحب گھبرائیے مت آپ چین پور جائیے اور فلاں فلاں ترکیب کیجئے۔ میں نے دربارِ غوثیت میں درخواست کردی ہے جو ہونا تھا وہ ہوگیا۔ آپ کچھ نہیں ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ۔ البتہ پرانے مریضوں میں سے دو آدمی جن کی عمر کا پیمانہ لبریز ہوچکا ہے مرجائیں گے اس کے بعد بستی سے بیماری دفع ہوجائے گی۔ آنکھ کھلی تو بھائی عبدالحمید صاحب گودام دار سے کہا اچھا اب ان لوگوں کو بلائیے میں چین پور جاؤں گا۔ ابھی سرکار قبلہ تشریف لائے تھے۔ مجھے حکم ہوا ہے کہ چین پور جاؤ۔ آپ لوگ اطمینان رکھیئے انشاء اللہ تعالیٰ اب کوئی بیمار نہیں ہوگا۔ عصر کی نماز پڑھ کر وہاں سے سب لوگوں کے ہمراہ چین پور گیا اور جو ترکیب کرنے کا حکم تھا کردی۔ بفضلہ تعالیٰ اس روز سے پھر کوئی بیماری میں مبتلا نہیں ہوا۔ البتہ دو آدمی ایک ہندو عورت اور ایک مسلمان لڑکا پرانے مریضوں میں سے مرگئے جس کی اطلاع سرکار قبلہ نے پہلے ہی کردی تھی۔ اس کے بعد بستی میں مکمل امن ہوگیا۔ ایک ہفتہ وہاں قیام کرکے مجلس میلاد پاک اور فاتحہ و ایصال ثواب بزرگان سلسلہ کے نام کرکے مکان واپس آیا۔

چین پور میں یہ واقعہ دیکھنے والے بہت سے حضرات ابھی زندہ ہیں جس کا جی چاہے وہاں جاکر دریافت کرے۔

کرامت

سنہ ۱۳۴۶ھ میں ناچیز کے وطن موضع بھن گاواں میں آتشزدگی کی شکل میں بلا نازل ہوئی۔ جس کا سلسلہ قریب دو ماہ تک رہا۔ حال یہ تھا رات اور دن میں تقریباً آٹھ دس مرتبہ روزانہ آگ لگتی۔ تمام بستی والے پریشان۔ نہ دن کو چین نہ رات کو آرام۔ لوگوں کا کاروبار بالکل بند ہو ہوگیا تھا۔ ہمہ دم لوگ اپنے اپنے مکان اور مال و اسباب کی حفاظت میں مصروف رہا کرتے تھے۔ فقیر ان دنوں مکان ہی رہا کرتا تھا۔ اس وقت جوار میں مولانا بشارت کریم صاحب گڑھول والے کا بڑا شہرہ تھا۔ بستی والوں نے فقیر کو وہاں جانے پر مجبور کیا۔ فقیر نے دو آدمیوں کو اپنے ہمراہ لیا اور مولانا موصوف کی خدمت میں پہنچا۔ بعد سلام و مصافحہ کے بستی کی حالت بیان کی۔ مولانا موصوف نے پانی پر دم کرکے دیا کہ اس پانی کو تمام مکانات پر چھڑک دیا جائے اور فرمایا کہ چار آدمی بستی کے چاروں کونے پر کھڑے ہوکر بیکبار سات روز تک اذان پڑھیں۔ حسبِ فرمان مکانات پر پانی چھڑکے گئے اور اذان پڑھی گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس روز کثرت سے آگ لگی۔ دوسرے روز پھر مولانا کی خدمت میں

پہنچ کر حال بیان کیا۔ مولانا نے دعا فرمائی مگر حاصل کچھ نہیں ہوا۔ آتش زدگی کی شکایت بڑھتی ہی گئی۔ ان دنوں فقیر کے چچازاد بھائی مولوی محمد نعیم سلمہٗ موضع محمد پور جین معلّم گیری کرتے تھے۔ ان کے پاس خط لکھا کہ بستی کی حالت بہت ہی ناگفتہ بہ ہے۔ حضرت سرکار قبلہ اس وقت کہاں تشریف رکھتے ہیں۔ ان سے مل کر بستی کی حالت بیان کرو اور عرض کرو کہ اب دستگیری فرمائیں۔ ہم لوگ بہت پریشان ہوگئے۔ مولوی محمد نعیم سلمہٗ گوربارہ شریف جاکر سرکار قبلہ سے ملے اور فقیر کا عریضہ پیش کیا۔ آپ نے خط پڑھ کر فرمایا دو ماہ سے بھولے ہوئے تھے۔ اب یاد آیا ہے۔ انہیں (فقیر مؤلف کو) لکھ دو کہ تین روز سات آدمی مل کر ختم خواجگان پڑھ دیں۔ میں دعا کرتا ہوں اللہ عزوجل فضل کرے گا۔ مولوی صاحب موصوف نے خط کے جواب میں تحریر کیا کہ حضرت سرکار قبلہ نے تین روز ختم خواجگان پڑھنے کو فرمایا ہے اور فرمایا کہ میں بھی دعا کرتا ہوں اللہ تعالےٰ فضل کرے گا۔ فقیر نے حسب فرمان عالی تین روز سات آدمی مل کر ختم خواجگان پڑھ دیا۔ بفضلہ تعالیٰ اسی دن سے آتشزدگی کی شکایت ختم ہوگئی اور آج تک خدا کے فضل سے بستی اس بلا سے محفوظ ہے۔

خدا کرے ہمیشہ مامون رہے۔ آمین

کرامت

ناچیز فقیر مؤلف غفرلہٗ المولی القدیر کے گھر میں امّ الصّبیان کا عارضہ تھا۔ متواتر تین بچیاں اس موذی مرض کا شکار ہو چکی تھیں جس زمانے میں نورِ چشم بابو مولوی محمد غلام فرید سلّمہٗ حمل میں تھے ان کی والدہ نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ دو بزرگ تشریف لائے جن میں ایک عمر دراز بوڑھے تھے اور دوسرے نوجوان۔ بوڑھے بزرگ نے ان نوجوان صاحب کو صحن میں کھڑا کر دیا اور خود وجد کرتے ہوئے مکان کے اندر تشریف لائے اور ان کے سر پر اپنا دستِ شفقت پھیرا اور فرمایا بیٹی! اب مت گھبراؤ جو بلا تمہارے ساتھ وہ دفع ہو گئی اور تشریف لے گئے۔ فقیر جب مکان گیا تو انہوں نے خواب بیان کیا۔ فقیر نے ان دونوں بزرگوں کا حُلیہ دریافت کیا۔ انہوں نے حلیہ بتایا۔ اس سے ایک بزرگ کو جو عمر دراز تھے پہچان لیا کہ وہ اعلیٰحضرت شیخ الطریقت حافظ شاہ فریدالدین آروی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ مگر ان نوجوان حضرت کو نہیں پہچان سکا۔ پھر خانقاہ آیا اور حضرت سرکار قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ خواب بیان کیا تو آپ نے بھی مسکراتے ہوئے فرمایا کہ وہ بوڑھے بزرگ بڑے سرکار تھے اور وہ نوجوان حضرت مولانا شاہ محمد معین الدین رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ پھر حضرت سرکار قبلہ

رونے لگے اور آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر فرمایا خداوند تیرا ہزار ہزار شکر ہے اور احسان ہے کہ اپنے ایک بندۂ خاص کے ذریعہ اس بلائے عظیم کو تو نے دفع فرمایا۔ پھر حاضرین کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا دیکھیے بزرگانِ سلسلہ اپنے غلاموں نام لیواؤں کی یوں امداد فرماتے ہیں۔

بہرکیف حضرت سرکار قبلہ کلکتہ تشریف لے گئے اور فقیر تراویح پڑھانے کی غرض سے سرکا ہی ٹھہر گیا۔ بماہ شوال ۱۳۵۶ھ میں بابو محمد غلام فرید سلّمہٗ پیدا ہوئے۔ فقیر جب کلکتہ پہنچا تو سرکار قبلہ سے عرض کی کہ حضور پوتا تولّد ہوا ہے۔ خوشی کا اظہار فرماتے ہوئے دست بدعا ہوئے پھر پوچھا کہ نام کیا رکھا ہے۔ عرض کی سب لوگ مشتاق احمد کہتے ہیں مسکراتے ہوئے فرمایا نہیں نہیں مشتاق احمد تو عقب سے آنے والے یہ تو غلام فرید ہیں۔ چنانچہ بماہ ذیقعدہ ۱۳۵۸ھ میں ایک لڑکا تولّد ہوا جس کا نام مشتاق احمد رکھا گیا مگر سال بھر کے بعد انتقال کر گیا۔

کرامت

برادرِ طریقت حافظ شاہ محمد یٰسین صاحب سعد پورہ ڈھولی والے بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ سرکار قبلہ میرے غریب خانہ پر تشریف فرما تھے۔ جناب مولوی شاہ محمد سعید صاحب اور صوفی شاہ محمد یوسف صاحب ساتھ تھے۔ کچھ دنوں سے وہاں نتھونی میاں صاحب

کے مکان میں آتشزدگی کی شکایت تھی۔ جس سے وہ کافی پریشان تھے۔ متعدد جگہوں سے تعویذ گنڈہ بھی کرایا مگر کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ بستی کے چند آدمیوں نے مشورہ دیا کہ پیر صاحب آئے ہوئے ہیں۔ ان سے مرید ہو جایئے۔ انشاءاللہ یہ بلا آپ کے مکان سے دور ہو جائیگی۔ اس پر وہ راضی ہوگئے اور میرے غریب خانے پر آکر داخل سلسلہ ہوگئے۔ اتفاق سے حضور کی موجودگی ہی میں پھر ایک روز ان کے مکان میں آگ لگی۔ ہم لوگوں نے حضرت قبلہ قدس سرہٗ سے عرض کی کہ حضور تھوڑی دیر کے لیے بھائی تھوتی صاحب کے مکان پر تشریف لے چلیں تاکہ حضور کے قدم پاک کی برکت سے یہ بلا ان کے مکان سے دور ہو جائے آپ نے فرمایا۔ اچھا کل سویرے چلوں گا۔ صبح کو بعد نماز فجر وہاں تشریف لے گئے اور دروازے پر کھڑے ہو کر کچھ پڑھ لیا۔ اور فرمایا کہ تین روز تک ختم خواجگان پڑھ دو۔ انشاءاللہ تعالیٰ اب کبھی آگ نہ لگے گی۔ حسب الحکم تین روز تک ختم خواجگان کیا گیا۔ پھر کبھی آتش زدگی کی شکایت نہ ہوئی۔

کرامت

جناب مولوی اصغر علی صاحب متوطن مقام موتی حاطہ ڈاکخانہ چوکی حسن ضلع چھپرہ کا بیان ہے کہ میرا دماغ کچھ خراب ہوگیا تھا۔

بہت سے فقیروں کی خدمت میں حاضری دی کہ شاید ان کی ہمت و برکت سے اللہ تعالیٰ صحت بخشے مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ مدتوں حیران و پریشان پھرتا رہا۔ اتفاق سے ایک مرتبہ حضرت سرکار قبلہ رحمۃ اللہ علیہ مقام کیوپٹ پور بھائی شفاعت حسین صاحب کے مکان پر جلوہ افروز ہوئے۔ بھائی شفاعت حسین صاحب نے مجھ سے فرمایا۔ مولوی صاحب آپ سرکار سے مرید ہو جایئے۔ اگر خدا نے چاہا تو آپ اچھے ہو جائیں گے۔ چنانچہ میں مرید ہو گیا۔ حضرت قبلہ نے فرمایا تم گھبراؤ مت انشاءاللہ تعالیٰ اب ضرور اچھے ہو جاؤ گے۔ اولیاء اللہ کی بات خدا ہی کی بات ہوتی ہے۔ دو ہی تین روز کے اندر میں بالکل اچھا ہوگیا اور پھر کوئی شکایت باقی نہ رہی۔

کرامت

ایک مرتبہ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی خانقاہ شریف میں مقیم تھے۔ مکئی کی فصل آباد ہو چکی تھی مگر بارش نہ ہونے کی وجہ سے بالکل سوکھ رہی تھی۔ تمام کسان پریشان تھے۔ ایک روز میتھو ورسنگھ نامی بھومہار باشندہ قابل پور جو حضرت سرکار قبلہ کا بڑا ہی معتقد تھا، خانقاہ شریف میں آیا اور عرض کیا یا بابا یہ کیا ہو رہا ہے ؟ آپ کی موجودگی میں لوگ پانی کے لیے ترس رہے ہیں۔

کھیتی جل گئی حضور کب کرپا کریں گے۔ خانقاہ شریف کے سائبان کے نیچے آٹھ دس پیڑ مکئی کے تھے جو دھوپ میں بالکل پژمردہ ہو گئے تھے۔ حضرت قبلہ نے [illegible] پیڑوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بیجنور سنگھ سے فرمایا، مالک کی مرضی کو کون ٹال سکتا ہے۔ دیکھئے نا بابو یہ ہماری مکئی بھی سوکھ گئی۔ پھر شاہ دراست حسین صاحب خادم خاص کو بلاکر فرمایا [illegible]ت! دیکھو ہماری مکئی سوکھ رہی ہے۔ ذرا اس میں پانی دے دو۔ شاہ صاحب موصوف نے لوٹے میں پانی لیا اور ٹونٹی سے ہر پیڑ کی جڑ میں تھوڑا تھوڑا پانی دے دیا۔ ابھی برہمن مذکور بیٹھا ہی تھا کہ پندرہ بیس منٹ کے اندر پچھم جانب سے بادل نمودار ہوا اور موسلا دھار بارش ہونے لگی۔ اس قدر پانی برسا کہ تمام گڈھے ندی نالے بھر گئے۔ [illegible] مسکراتے ہوئے بھائی دراست حسین صاحب کی طرف اشارہ کرکے از راہ مزاح فرمانے لگے۔ دیکھو بابو یہی بھائی دراست حسین، پانی کو روکے ہوا تھا۔ مکئی کی جڑ میں اس نے لوٹے کی ٹونٹی سے دھار چھوڑا ہے تو آسمان سے موسلا دھار بارش ہوئی ہے۔ اب اگر بارش نہ ہو تو اس کی ٹانگ میں رسی باندھ کر خوب زور سے گھسیٹئے گا، پانی برسنے لگے گا۔

کرامت

جناب مولوی شاہ دراست حسین صاحب خادم خاص بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ بارش کے موسم میں حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ خانقاہ شریف ہی میں قیام فرما تھے۔ ایک روز آپ رفع حاجت کے لیے بیت الخلاء میں تشریف لے گئے۔ اتفاقاً بارش کچھ زور میں ہونے لگی۔ میں چھتری لے کر دوڑا ہوا بیت الخلاء کے دروازے پر گیا کہ آپ کو پانی سے بچا کر واپس لے آؤں۔ جب آپ نے فارغ ہوکر باہر نکلنا چاہا تو میں نے جلدی سے چھتری بڑھائی۔ آپ نے چھتری نہیں لی اور جھٹک کر باہر نکل آئے۔ اور دو تین قدم آگے چلے کہ یکایک پانی برسنا موقوف ہوگیا۔ حضرت قبلہ نے پیچھے مڑ کر مسکراتے ہوئے فرمایا "اب لاج لگی"

کرامت

جناب شاہ عبدالحفیظ صاحب راجہ رام پوری بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میری اہلیہ اپنے میکے موضع نیوڑہ تھیں جاڑے کا موسم تھا۔ قریب چار بجے رات میں میرے خسر صاحب کے ایک پڑوسی کے گھر میں دجو اُن کے مکان سے بالکل متصل

ہے، آگ لگی۔ میری اہلیہ سوئی تھیں۔ ان کی والدہ نے ان کو جگایا کہ اٹھو گھر میں آگ لگی ہے۔ جلد سامان گھر سے نکالو۔ وہ گھبرائی ہوئی اٹھیں اور کچھ سامان لے کر باہر آنا چاہتی تھیں کہ آنگن میں کسی چیز سے ٹھوکر لگی اور زمین پر گر گئیں۔ پھر جلدی سے اٹھ کر دروازہ پر آئیں اور مکان کے پیچھے جا کر دیکھنے لگیں کہ اپنا مکان محفوظ ہے یا نہیں۔

دیکھا کہ اس پڑوسی کا مکان قریب قریب پورا جل چکا ہے۔ اور اس کے مکان سے صرف دو تین ہاتھ کے فاصلے پر اپنا مکان ہے۔ درمیان میں ایک تنگ راستہ ہے۔ اس راستے پر حضرت سرکار قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دست مبارک میں عصا لیئے ہوئے کھڑے ہیں اور اپنا مکان جلنے سے بالکل محفوظ ہے۔ حضرت قبلہ کو دیکھ کر ان کو پورا بھروسہ ہوگیا کہ اب میرا مکان نہیں جلے گا۔ کیوں کہ حضرت سرکار قبلہ خود حفاظت فرما رہے ہیں۔ چنانچہ اس پڑوسی کا پورا مکان جل کر خاکستر ہوگیا اور انکے مکان کو آگ نے چھوا تک نہیں۔

کرامت

حضرت سرکار قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آبائی وطن گوریارہ میں

آج سے تین چار سال قبل دو تین مرتبہ آتش زدگی ہوئی اور ہر مرتبہ پورا محلہ جل گیا مگر حضرت قبلہ کا حجرہ شریف جو اب تک موجود ہے ہر مرتبہ جلنے سے محفوظ رہا۔ حالانکہ حجرہ شریف کے بالکل متّصل جو مکانات ہیں وہ بھی جل گئے۔ گوریارہ کے باشندے اس کے گواہ ہیں۔ جس کا دل چاہے دریافت کر سکتا ہے۔

کرامت

برادر طریقت جناب طیب خاں صاحب متوطن مقام رمول ضلع غازیپور بیان کرتے ہیں کہ حضرت سرکار قبلہ قدس سرہٗ العزیز کی حیات پاک ہی میں میرے بائیں پاؤں کی پنڈلی میں ایک بڑا خطرناک زخم ہوگیا تھا کہ اس کے اندر سے پنڈلی کی ہڈیاں سڑ سڑ کر نکلنے لگیں۔ بغرض علاج کلکتہ پہنچا اور وہاں کے چند معروف و مشہور ڈاکٹروں اور جرّاحوں سے دکھلایا۔ سب نے زخم کی حالت ناگفتہ بہ دیکھ کر علاج کرنے سے انکار کر دیا۔ بڑی تشویش ہوئی کہ اب کیا کروں۔ علاج ہی کے لیے گھر سے کلکتہ آیا اور یہاں یہ حال ہے کہ کوئی معالج مجھے قابل علاج ہی تصوّر نہیں کرتا۔ کلکتہ کے ایک مشہور ڈاکٹر نے اکزامن کے بعد کہا کہ پاؤں کاٹ دینے کے سوا کوئی دوسرا چارہ نہیں۔ چنانچہ اسی غرض سے مجھے میڈیکل کالج میں داخل کر دیا گیا۔

مگر میں چپکے سے وہاں سے فرار ہوگیا۔ اور متعدد جراحوں اور ڈاکٹروں سے دکھلایا سب نے بیک زبان پاؤں کاٹنے ہی پر اتفاق کیا۔ بلکہ ان میں سے ایک تجربہ کار ڈاکٹر نے تو یہ بھی کہہ دیا کہ اگر تم پاؤں نہ کٹواؤ گے تو دو ماہ کے بعد تمہارا پاؤں از خود ٹوٹ کر گر جائے گا۔ مگر میں ہمیشہ پاؤں کٹوانے سے انکار ہی کرتا رہا۔ اس اثنا میں حضرت سرکار قبلہ نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن) اور آپ کے چہلم شریف میں شرکت کرنے کلکتہ سے بہت سے برادران طریقت سرکاہی جا رہے تھے۔ انھیں لوگوں کے ہمراہ میں بھی خانقاہ پہنچا۔ بعد اختتام جلسۂ چہلم شریف میں نے سب سے نظریں بچاکر سرکار قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پاک کی تھوڑی سی خاک پاک لے لی اور غازی پور اپنے مکان پہنچکر اسے پانی میں ملاکر زخم پر لگانا شروع کیا۔ خدا کی قدرت کہ چند ہی یوم میں غیر متوقع طور پر اندر سے زخم بھرنے لگا اور ایک ہفتہ میں، میں بالکل چنگا ہوگیا۔ جیسے برسوں پہلے افاقہ ہوا ہو۔ صحت کے بعد میں فوراً کلکتہ پہنچا اور میڈیکل کالج کے ڈاکٹروں سے ملا اور پاؤں دکھلایا۔ سب کے سب متحیر ہوئے اور پوچھنے لگے کہ "کس دوا سے تمہیں اس مہلک زخم سے چھٹکارا ہوا؟ میں نے اپنی سرگزشت بیان کی تو کہنے لگے" سچ کہا ہے ؎

نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں۔

اِنشراحِ صدر

و

اطّلاع علیٰ ما فی الضّمیر

واقعہ (۱)

برادر طریقت حضرت شاہ محمد عبدالرحمٰن صاحب مقام پوچھیاں علاقہ بھاتہ لعل گنج بیان فرماتے ہیں کہ پہلی مرتبہ حضرت سرکار قبلہ قدس سرہٗ العزیز میری دعوت پر کاٹیہار تشریف لے گئے۔ جناب شاہ دیانت حسین صاحب خادم خاص و مولوی شاہ محمد علاء الدین دیانت علی صاحبان گوری گانواں والے آپ کے ہمراہ تھے۔ منگل بازار میرے ڈیرے میں آپ کا قیام تھا۔ ایک روز بھائی عبد الرزاق صاحب مونگیری جو وہاں بیڑی کے دوکان دار ہیں۔ بغرض بیعت حضرت قبلہ کی خدمت حاضر ہوئے۔ مرید ہو جانے

کے بعد انھوں نے مجھ سے کہا کہ بھائی صاحب اگر اجازت ہو تو ایک بات عرض کروں میں نے کہا اجازت ہے فرمائیے۔ انھوں نے بیان کیا کہ میں اپنی دوکان سے جب چلا تھا تو دل میں، میں نے سوچا تھا کہ میں مرید ہونے تو جا رہا ہوں۔ لیکن پیر صاحب اگر میرا دل مجھے دکھلا دیں تو پھر اُن کی بزرگی میں مجھے کچھ شبہ باقی نہ رہے گا۔ چنانچہ جب میں مرید ہونے کے لیے سرکار کے سامنے بیٹھا اور آنکھیں بند کیں تو دیکھا کہ دل سینے کے اندر سے آئینے کی طرح نکل کر سامنے ہوگیا۔ اب مجھے سرکار کی بزرگی میں کوئی شک نہیں ہے۔ واقعی آپ ولیٔ کامل ہیں۔

واقعہ (۲)

شاہ صاحب موصوف ہی کا بیان ہے کہ وہی بھائی عبد الرزاق صاحب دوسرے دن بعد نماز فجر حضرت سرکار قبلہ کے حلقۂ ذکر میں شریک ہوئے۔ سرکار علیہ الرحمۃ نے ان کو پاس انفاس تعلیم فرمایا اور مجھے حکم دیا کہ تم ان سے مشق کراؤ حسب الحکم میں ان کی تعلیم میں مشغول تھا کہ یکایک سرکار قبلہ نے مراقبہ سے سر اٹھایا اور فرمایا کہ لوگ اذکار و وظائف کرتے نہیں اور چاہتے ہیں کہ عرش معلیٰ کی سیر کریں۔ تعجب ہے۔

بھائی عبدالرزاق صاحب نے آہستہ سے مجھ سے کان میں کہا، کہ بھائی صاحب! سرکار قبلہ میرے ہی متعلق فرما رہے ہیں۔ کیونکہ یہ خیال میرے ہی دل پر گذرا ہے۔

واقعہ (۳)

جناب مولوی شاہ محمد ادریس سلمہٗ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت سرکار قبلہ رحمۃ اللہ علیہ میرے غریب خانہ پر ٹیا ڈومری، تشریف فرما تھے کہ ایک راجپوت چندر دیو سنگھ نامی جو بہت مشہور آدمی تھے۔ بغرض آزمائش یہ دل میں سوچ کر حاضر خدمت ہوا کہ پیر صاحب اگر اس وقت مجھ کو سیب وغیرہ پھل عنایت کریں گے تو سمجھوں گا کہ واقعی وہ سچے فقیر ہیں۔ چنانچہ جیسے وہ سامنے آکر بیٹھا آپ نے اپنی جھولی سے ایک سیب، ایک ناشپاتی اور کچھ انگور نکال کر اس کے ہاتھ میں دے دیا۔ اس نے فوراً آپ کے قدم پر اپنا سر جھکا دیا اور آپ کے کامل فقیر ہونے کا قائل ہوگیا۔

واقعہ (۴)

جناب مولوی فضل الرحمٰن سلمہٗ متوطن مقام درہی پیٹ

بیان فرماتے ہیں کہ حضرت مرشدنا قبلہ رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ لعل گنج تشریف لے گئے۔ ان دنوں آپ ہی کی خدمت میں مَیں رہا کرتا تھا۔ ایک روز شام کے وقت ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام و مصافحہ کے بعد دوزانو بیٹھ گیا۔ حضرت قبلہ نے پوچھا۔ "کہئے بابو! آپ کا مکان کہاں ہے؟ اور یہاں کس غرض سے آئے ہیں"؟ اس نے عرض کیا کہ حضور! میں یہاں لعل گنج سے ایک کوس دور فلاں موضع کا رہنے والا ہوں۔ وہاں آپ کے ایک مرید ہیں جن کا نام فلاں[1] ہے۔ آج دو تین روز سے اُن کی طبیعت علیل ہے۔ بخار میں مبتلا ہیں۔ میں ان کا فرستادہ ہوں۔ انہوں نے دعا کی درخواست کی ہے اور آپ کو ملاقات کے لیے بلایا ہے۔ حضرت قبلہ نے یہ سُن کر فرمایا۔ "اللہ رحم کرے[2]"، پھر فرمایا۔

[1] چونکہ اس واقعہ کو گزرے آٹھ دس سال ہو گئے لہذا اب راوی کو موضع اور اس آدمی کے نام یاد نہ رہے ۱۲۔ [2] یہ امر بارہا کا آزمایا ہوا تھا کہ جب کوئی کسی مریض کے لیے دعائے صحت کی درخواست کرتا تو اگر اچھا ہونے والا ہوتا تو دعا کرنے سے پہلے فرماتے کہ انشاءاللہ تعالیٰ ضرور اچھے ہو جائیں گے اور اگر گلوگیر آواز میں فرماتے کہ "اللہ رحم کرے" تو سمجھ لیا جاتا کہ مریض اب زندہ نہیں رہے گا ۱۲۔

"ملاقات کے لیے بلایا ہے تو اس وقت رات کو کیسے جاؤں۔ کل دیکھا جائے گا۔ وہ شخص اٹھا اور سلام بجا لاکر چلا گیا۔ قریب تین بجے شب میں حسبِ معمول آپ اپنے بستر سے اٹھے اور مجھ سے پانی مانگا۔ اور میں نے پانی لاکر وضو کرایا اور پھر اپنے بچھاون پر جاکر لیٹ گیا۔ آپ نماز تہجد ادا کرکے دعا و مناجات میں مشغول ہوگئے ابھی مجھے نیند نہیں آئی تھی کہ آپ دعا میں گڑگڑانے لگے اور کہنے لگے الٰہ العٰلمین! یہ میرا مرید ہے۔ میں نے اس کو بہت سمجھایا اور بارہا تاکید کی کہ نماز پنجگانہ کبھی مت چھوڑو۔ لیکن میرے کہنے کی پروا نہ کی۔ یا اللہ یا مجھے کی لاج ہے تو اس کے حال پر رحم فرما۔ اس کے بعد پوری ہمت و قوت کے ساتھ فرمانے لگے۔ یا اللہ یا اللہ یا اللہ رحم کر رحم کر رحم کر۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ط اس کے بعد خاموش ہوگئے۔ میں سمجھ گیا کہ شاید وہی مریض جس نے کل آدمی بھیجا تھا۔ انتقال کر گیا۔ قریب چار بجے رات میں یہ واقعہ پیش آیا تھا میں نے وقت کو یاد رکھا۔ صبح کو بعد نماز فجر وہی شخص جو شام کو آیا تھا، حاضر خدمت ہوا اور عرض کی کہ حضور وہ تو قریب چار بجے رات ہی کو انتقال کر گئے۔ لوگوں کی خواہش ہے کہ حضور ہی چل کر ان کے جنازے کی نماز پڑھا دیں۔ چنانچہ آپ چند آدمیوں کے ہمراہ وہاں گئے اور جنازے کی نماز پڑھائی اور بعد تجہیز و تدفین ان کی قبر پر

فاتحہ پڑھ کر لعل گنج واپس آئے۔

واقعہ (۵)

برادرِ طریقت جناب مولوی شاہ محمد علاء الدین صاحب کا بیان ہے کہ میرے استاذ محترم جناب مولانا سید محمد نظیر الحسن صاحب دربھنگوی موضع چکنا میں حضرت سرکار قبلہ کے دست حق پرست پر مرید ہوئے۔ سرکار قبلہ نے ان کو ایک ہفتہ اپنے ساتھ رکھ کر تعلیمات طریقت اور اپنا پیراہن شریف اور کلاہ مبارک عنایت فرماکر رخصت فرمایا۔ مولانا موصوف میرے وطن مالوف ہرلوپر رتوارہ اپنی جائے ملازمت پر تشریف لے گئے۔ قریب دو ہفتہ کے بعد میں اپنی جائے ملازمت مقام کھتھیاں سے سرکار قبلہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سلام و مصافحہ کے بعد آپ نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ آپ کے استاذ محترم بخیر ہیں۔ تعلیمات جو دی گئی ہیں وہ کرتے ہیں۔ میں نے عرض کیا۔ حضور! مجھے معلوم نہیں۔ کیونکہ جب سے وہ حضور سے رخصت ہوکر گئے ہیں۔ میں مکان نہیں گیا ہوں۔ آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا۔ ہاں ہاں وہ رات کی تنہائی میں خوب وظیفہ پڑھتے ہیں اور خوب روتے ہیں۔ میں خاموش ہوگیا۔ پھر جب میں مکان گیا تو استاذ محترم سے دریافت کیا کہ آپ کسی

رات وظیفہ پڑھنے میں روئے بھی ہیں۔ آپ متحیر ہوگئے اور متعجبانہ لہجے میں پوچھا کہ تم کو کیسے خبر ہوگئی؟ میں نے کہا سرکار قبلہ فرما رہے تھے۔ آپ نے فرمایا درحقیقت ایک روز رات میں قریب تین بجے شغل ذکر میں مجھ پر بہت گریہ طاری ہوا اور میں خوب رویا۔ لیکن میں یہ سمجھ رہا تھا کہ سوائے خدا کے کسی اور کو اس کی خبر نہ ہوگی۔ مگر آج معلوم ہوا کہ پیر کامل اپنے مرید کے احوال سے ہرگز بے خبر نہیں ہوتے۔

واقعہ (۶)

برادرِ طریقت جناب مولوی شاہ محمد خطاب صاحب بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت سرکار قبلہ کے ہمراہ سفر میں تھا۔ آپ شام کے وقت خانقاہ شریف میں واپس آئے۔ علی الصباح آپ نے فرمایا۔ مولوی صاحب آپ مکان جائیے۔ میں نے کچھ جواب نہیں دیا۔ آپ نے دوبارہ یہی فرمایا۔ میں پھر بھی خاموش رہا۔ کیونکہ اپنی طبیعت کسل مند تھی۔ جانے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ آپ نے سہ بارہ فرمایا کہ جائیے۔ بلی بھائی کے یہاں گھسوٹ کھانا کھا لیجئے گا اور چلے جائیے گا۔ تیسری بار جب آپ نے جانے کو فرمایا تو میں جانے کو تیار ہوگیا اور خانقاہ شریف سے چل کر بمقام گھسوٹ

برادر طریقت بلّی میاں صاحب کے یہاں پہنچا۔ وہاں کوئی تقریب تھی۔ جس میں مہمان آئے ہوئے تھے۔ کھانا تیار تھا۔ ابھی مہمانوں نے کھانا نہیں کھایا تھا۔ میرے جانے کے بعد دسترخوان بچھا۔ اور مہمانوں کے شامل میں نے بھی کھانا کھایا اور فورًا وہاں سے روانہ ہوا۔ قریب چار بجے مکان پہنچ گیا۔ وہاں جاکر میں نے دیکھا کہ میری خوشدامن صاحبہ قریب المرگ ہیں اور پہلے ہی سے مجھے باربار یاد کررہی ہیں۔ مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوئیں اور کہا کہ خدا کا شکر ہے کہ آپ سے بھی ملاقات ہوگئی۔ خطا کی معافی کرائی۔ کچھ دیر ان سے گفتگو کرتا رہا۔ بعدہٗ ان کی زبان بند ہوگئی اور کل ہوکر ان کا انتقال ہوگیا۔ اب مجھ پر یہ راز کھلا کہ سرکار قبلہ کے بار بار اصرار کرنے کا کہ گھر جاؤ، یہی مطلب تھا۔

واقعہ (۷)

جناب مولوی شاہ دراست حسین صاحب خادم خاص بیان فرماتے ہیں کہ اوائل میں ایک مرتبہ کلکتہ کے سفر میں میں حضرت سرکار قبلہ کے ہمراہ تھا سلسلہ کی گشتی کے بعد جب کرایہ سرکس روڈ ۵ حاجی صدر علی صاحب کی کوٹھی میں قیام پذیر ہوئے تو سرکار قبلہ نے مجھ سے فرمایا کہ تم جاؤ کام کرو۔ میں چپ رہا اور سوچنے لگا کہ شاید کوئی

کام آپ کی طبیعت کے خلاف مجھ سے ہوگیا ہے۔ اس لیے رنجش میں فرمارہے ہیں۔ دوسرے دن پھر فرمایا کہ تم جاؤ کام کرو۔ میں نے کچھ جواب نہیں دیا۔ تیسرے روز پھر ارشاد ہوا کہ تمہارے گھر میں جھگڑا تکرار ہوتا ہے کہ اس نے پیر صاحب کے ساتھ رہ کر فقیری لے لیا ہے۔ اب اس کے بال بچّے کو کون کما کر کھلائے گا۔ اس لیے تم جاکر کام کرو۔ میں نے نادانستگی میں پوچھ دیا کہ حضور! یہ بات آپ کو کس نے کہا ہے؟ بس آپ جلال میں آگئے اور فرمانے لگے کہ پوچھتا ہے کہ کس نے آپ سے کہا ہے۔ جاؤ، اللہ سے پوچھ لو۔ میں خاموش ہوگیا۔ بعدہٗ جب مکان آیا تو معلوم ہوا کہ ٹھیک۔ یہ بات پھوپھی صاحبہ اور بھابھی صاحبہ کہتی تھیں۔

اخلاق و عادات

حضرت سرکار قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بچپن ہی سے راست باز و مُتَدَیّن، اخلاق کریمانہ اور اوصاف حمیدہ سے معمور بادہ خلق محمدی صلی اللہ تعالیٰ عنہ سے مخمور اور بڑے ہی کریم النفس تھے۔ مرید

وغیر مرید امیر و غریب اور دوست و دشمن سبھوں کے ساتھ آپ
یکساں اخلاق سے پیش آتے تھے۔ چنانچہ آج تک یہ نہیں معلوم
ہو سکا کہ آپ سب سے زیادہ کس کو چاہتے تھے اور کس سے
زیادہ محبت رکھتے تھے۔ ہر شخص یقینی طور پر یہی سمجھتا کہ سرکار
سب سے زیادہ مجھی کو چاہتے ہیں۔ دوست و دشمن جو بھی
حاضر خدمت ہوتا وہ آپ کے اخلاق کریمانہ سے متاثر
ہو کر آپ ہی کا ہو جاتا اور شب و روز حاجت مندوں اور
جاں نثاروں کی آپ کے درِ دولت پر بھیڑ لگی رہتی۔

آپ کی اس روحانی مرکزیت اور خلق خدا کی رجوعات کو دیکھ کر
بعض کوتاہ بین حاسدوں کے دل میں آتش حسد و عداوت
بھڑکی اور ہر ممکن طریق سے اس مرکزیت کو بدنام اور تباہ و
برباد کرنے کی کوشش کی۔ حتیٰ کہ آپ کی جان کے درپے ہو گئے۔
راستے میں کانٹے گاڑے گئے۔ آپ کو ہلاک کرنے کی تدبیریں
کی گئیں۔ کھانے میں زہر ملا کر کھلانے کی کوشش کی گئی۔ یہ سب
کچھ کیا گیا۔ مگر تائید غیبی آپ کے ساتھ تھی اور آپ ان تمام
مواقع میں بال بال محفوظ رہے۔ قربان جائیے آپ کے حلم
اور بُردباری پر کہ باوجود دشمنوں کے اتنے ظلم و ستم ڈھاتے کے
کبھی کوئی حرف شکایت زبان پر نہیں لائے اور کبھی ان سے انتقام

کے خواہاں نہ ہوئے بلکہ ہمیشہ ان کے لیے یہی دعا فرماتے۔ کہ
خداوندا! میں تیرا ایک گنہگار بندہ ہوں اور یہ لوگ بھی جو میری
ایذا رسانی پر کمربستہ ہیں۔ تیرے ہی بندے اور تیرے محبوب کی
امت ہیں۔ میں ان کے لیے تیری بارگاہ میں دعا کرتا ہوں کہ
تو انہیں راہ حق دکھا اور چشم بصیرت عطا فرما۔ بارالہا! ان سب
کو تو فلاح دارین عطا فرما اور کل قیامت کے روز انہیں
رسوا اور ذلیل نہ کر۔ اکثر دعا میں فرماتے ؎

میرے دشمنوں کو دکھا راہ حق
نہ پہنچے مجھے ان کے ہاتھوں قلق
جو چاہیں بُرا، ان کا کیجو بھلا
یہی ان کے حق میں مری ہے دعا

ایک مرتبہ منشی وزارت حسین صاحب بھگوت پوری مرحوم
و مغفور حاضر خدمت ہوئے۔ صبح کے وقت بعد نماز فجر جب مسجد
سے باہر تشریف لائے تو سرکار قبلہ نے فرمایا۔ وزارت حسین بھائی!
چلئے فلاں[1] بھائی سخت بیمار ہیں۔ ان کی عیادت کر آئیں۔ کیا بتاؤں
بڑا صدمہ ہوتا ہے کہ کوئی بے چارے کے پاس نہیں جاتا۔ بھائی

[1] مصلحتاً ان صاحب کا نام ظاہر نہیں کیا گیا ۱۲ مؤلف غفرلہٗ

وزارت حسین مرحوم نے کہا کہ حضور! چونکہ ان کے حرکات سے لوگ خوش نہیں ہیں اس لیے کوئی پاس نہیں جاتا۔ آپ نے فرمایا، ہاں یہ ان کے اخلاق ہیں جو لوگوں کو ناخوش رکھتے ہیں۔ لیکن انھیں اپنے اخلاق میں دھبہ نہیں لگانا چاہیئے۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم باوجود اس شدّت مخالفت کے ابوجہل جیسے ناہنجار کی عیادت کو تشریف لے گئے تھے اور یہ تو ہمارے دینی بھائی ہیں ـ ہمیں اپنے آقا ومولیٰ صلّے اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلنا چاہیئے یہ فرماتے ہوئے ان صاحب کے مکان پر تشریف لے گئے اور ان کی مزاج پرسی کرکے خانقاہ تشریف لائے۔

آپ کے اخلاق کریمہ کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اگر اتفاقاً کبھی وہ ناعاقبت اندیش مخالف جو ہمیشہ آپ کے خون کا پیاسا رہا کرتا آپ کے سامنے آجاتا تو آپ نہایت خلوص کے ساتھ اس کا استقبال کرتے اور سلام ومصافحہ میں سبقت فرماتے۔ اپنی خاص جگہ پر اس کو بٹھاتے اور ناشتہ چائے وغیرہ سے اس کی تواضع کرتے اور حسب عادت کریمہ نصیحت فرماتے۔ ایسے انداز میں کہ اس کے قلب پر بہت گہرا اثر پڑتا اور رو پڑتا۔ مگر اس کی دشمنی کی باتوں کو کبھی دھیان میں نہیں لاتے۔ زبان مبارک سے کوئی ایسی بات نہ فرماتے جس سے مخالفت کا اظہار ہو۔ جب وہ رخصت ہوتا تو

روپے پیسے کبھی کپڑے تک سے اس کی تواضع فرماتے اور یہ سب خالصًا مخلصًا محض خوشنودیٔ خدا ورسول ہی کے لیے ہوتا۔ جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔

غرض کہ آپ اخلاق کے وہ مجسمہ تھے کہ جس کی نظیر آج دنیا میں ملنی دشوار ہے۔ ایک طرف دشمن اور حاسد آپ کو بدنام کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے تھے۔ دوسری طرف قضا و قدر کے کارندے اپنے کام میں مشغول تھے کہ جس قدر آپ کی تخریب کی کوشش کی گئی، اُس قادرِ مطلق نے محض اس لئے کہ آپ حق وصداقت کے پیکر تھے بلندی و برتری عنایت فرمائی۔ اور ہر چہار دانگ عالم میں آپ کا شہرہ پھیل گیا اور خلق خدا کی رجوعات میں دن دونی اور رات چوگنی ترقی ہوتی گئی۔ یہاں تک کہ ہندوستان کے مشاہیر و جید علمائے اہلسنت وجماعت کثرہم اللہ تعالیٰ مثل حضرت بابرکت مولٰنا الشاہ سیّد محمّد صاحب محدّث اعظم ہند کچھوچھوی دامت برکاتہم العالیہ و حضرت صدرالافاضل مولانا الشاہ محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مفسّر اعظم ہند و حضرت صدرالشریعہ مولانا الشاہ محمد امجد علی صاحب اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فقیہ اعظم ہند اور عالی جناب ملک العلما فاضل بہار حضرت مولانا الشاہ محمد ظفرالدین صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ

سابق پرنسپل مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ و جلالۃ العلم استاذ العلما حافظ ملت حضرت مولانا الشاہ حافظ عبدالعزیز صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور، و حامیٔ سنت، ماحیٔ بدعت حضرت مولانا مولوی محمد ابراہیم رضا خاں صاحب قبلہ عرف جیلانی میاں خلف الخلف مجدد مأتہ حاضرہ مؤید ملت طاہرہ امام اہلسنت اعلیٰحضرت عظیم البرکت حضرت مولانا الشاہ محمد احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی قبلہ رضی اللہ عنہ، و رئیس المناظرین سلطان الواعظین حضرت مولانا شاہ دجور القادری جبلپوری قبلہ مدظلہ العالی وحضرت مولانا مولوی محمد شمس الحق صاحب قادری مجیبی مدظلہ امام وخطیب جامع مسجد چینگیل۔ وحضرت مولانا مولوی صوفی سلیم اللہ صاحب حبیبی مبارک ہستیوں اور مقتدر شخصیتوں نے جب آپ کو دیکھا اور آپ کے چہرۂ انور سے پرتو انوار قادریہ آبادانیہ فریدیہ کی تابانی دیکھی تو سبھوں نے آپ کی ولایت تسلیم کرلی۔ ان میں سے بعضوں نے اپنے حاجات دینی و دنیوی کے پورا ہونے کے لیے آپ سے دعا بھی کرائی۔ آپ کی ولایت کے قائل نہ صرف علمائے اہلسنت وجماعت بلکہ علمائے دیوبند نے بھی جب آپ کے چہرۂ انور کو دیکھا تو باوجود اختلاف مذہب کے سوائے آپ کی ولایت تسلیم کرنے کے کوئی طریقہ کار نہ دیکھا اور بزبان حال بول اٹھے کہ بے شک یہ کامل بزرگ ہیں۔

آپ امیر و غریب سب کی دعوت قبول فرماتے اور سب کے یہاں تشریف لے جاتے۔ جس سے جو کچھ میسر آتا۔ حضور میں پیش کرتا۔ آپ اس

چیز کو برضا و رغبت قبول فرماتے۔ سادی غذا آپ کو بہت مرغوب تھی۔ دعوت میں شان و شوکت کے اظہار کے لیے اگر مکلف کھانوں کا نظم کیا جاتا تو آپ کو بہت ناگوار ہوتا۔ آپ کسی خاص غذا کے پابند نہیں تھے۔ ہاں اخیر وقت میں چند سالوں سے بوجہ علالت معالجوں کے اتفاق رائے سے غذائیں خاص ہوگئی تھیں۔ ترکاریوں میں ساگ اور کدو آپ کو بہت پسند تھے۔ ایک مرتبہ بعد ناشتہ دسترخوان پر ایک پیالے میں کدو کی ترکاری بچی ہوئی تھی۔ آپ کی نگاہ پڑگئی۔ فوراً اٹھا کر کھانا شروع کردیا۔ مسکراتے جاتے اور فرماتے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پسندیدہ ترکاری ہے۔ اس لیے کھا رہا ہوں کہ شاید حضور خوش ہوجائیں تو بیڑا پار ہوجائے گا۔ دعوت میں میزبان کو ضرور ساتھ کھلاتے۔ شاید کسی وجہ سے میزبان کھانے میں شریک نہ ہوتا تو اس کے لیے اپنے کھانے میں سے ضرور کچھ دیدیتے۔ مریدین و غیر مریدین سے جو شخص آپ سے ملنے آتا نہایت خندہ روئی سے مسکرا کر سلام کرتے یا سلام کا جواب دیتے۔ مصافحہ و معانقہ فرماتے اور بخوشی تمام اپنی جھولی میں سے مٹھائی یا بسکٹ یا پھل کی قسم سے کوئی چیز جو موجود ہوتی نکال کر کھلاتے۔ اکثر پانی دست مبارک سے ڈھال کر گلاس میں پلاتے۔ اور فرماتے کہ اس میں پینے اور پلانے والے دونوں کے لیے ثواب ہے۔ مریدین میں سے جو بھی آپ کے در دولت پر زیارت کے لیے حاضر ہوتا۔ واپسی کے لیے اگر اس کے پاس زادِ راہ کی کمی ہوتی تو اپنے پاس سے

زادراہ عنایت فرماتے۔ یا کوئی مرید بیمار ہوتا اور اس کے پاس پیسے نہ ہوتے تو اپنے پاس سے روپے دیکر علاج کراتے۔ قدرت نے آپ کی ذات میں ہمدردی کوٹ کوٹ کر بھر دی تھی۔ مسلمانوں کی ادنیٰ سی تکلیف بھی آپ کو گوارا نہ تھی۔ اگر سنتے کہ فلاں مسلمان مصیبت میں مبتلا ہے تو صدمہ اور قلق سے رو پڑتے اور اس کے لیے دعائے خیر فرماتے اور دوسروں سے بھی دعا کراتے۔ مسلمانوں کی بہی خواہی کا اس درجہ خیال تھا کہ اگر کسی مسلمان کو خلاف شرع کوئی کام کرتے دیکھ لیتے تو اس کے صدمہ سے آپ پر رقت طاری ہو جاتی اور اس کو اس پیرائے میں سمجھاتے کہ بہت اثر ہوتا اور نادم ہو کر توبہ کر لیتا۔ سفر میں اپنے تمام ہمراہیوں کی خود نگہبانی فرماتے آپ بڑے صاحب کشف تھے۔ اگر کسی کے دل میں کوئی خطرہ گزرتا یا احیاناً کسی معصیت مبتلا ہو جاتا تو آپ فوراً مطلع ہو جاتے اور بعنوان شائستہ اشارتاً کنایۃً سمجھا دیتے۔ برائی بھلائی سے آگاہ فرما دیتے کہ وہ متنبہ ہو جائے۔ مجمع عام میں کسی کو ذلیل و رسوا نہ فرماتے۔

فاتحہ و عرس اپنے آقایان نعمت کا ہر سال بڑی پابندی سے کرتے۔ اخیر میں چند سالوں سے اپنے بزرگوں کے اعراس میں بوجہ علالت خود نہیں شرکت فرماتے تھے۔ مخدوم و مطاع حضرت سجادہ نشیں شاہ محمد ابراہیم صاحب قبلہ یا خلفاء میں سے کسی اور صاحب کو اپنے پاس سے زاد راہ اور چادر وغیرہ عرس کے لوازمات دے کر شاہ آباد، لعل گنج، جرٹھوا اور پھلواری

شریف بھیجتے۔ اپنے پیر بیعت حضرت مولانا شاہ محمد سمیع احمد صاحب مونگیری رحمۃ اللہ علیہ کا عرس شریف بھی کرتے تھے (جبکہ مونگیر میں ۱۹۴۷ء کے ہندو مسلم فسادات میں مسلمانوں پر تباہی آئی جس میں مقام خان پور مزار شریف کے آس پاس کے مسلمان بھی تباہ و برباد ہوئے اور جو باقی رہے وہ دوسری جگہوں پر ہجرت کر کے چلے گئے۔ حتیٰ کہ مزار شریف کے مجاور بھی چلے گئے اور وہاں عرس و فاتحہ بند ہو گیا) حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گیارہویں سے بے حد شغف رکھتے۔ ہر مہینے کی گیارہویں شب کو مجلس میلاد پاک منعقد کراتے اور فاتحہ و ایصال ثواب کرتے اور سال میں ایک دفعہ گیارہویں ربیع الثانی کی شب میں نہایت تزک و احتشام کے ساتھ عرس شریف حضرت پیران پیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کیا کرتے جس میں مریدین و غیر مریدین سب کی دعوت عام ہوتی اور باہر سے علمائے کرام و مقررین حضرات بلائے جاتے۔ اول شب میں تقریریں ہوتیں۔ بعدہٗ دادی صاحبہ مرحومہ داماں جان مرحومہ کے مزارات پر چادر پوشی ہوتی۔ پھر نصف شب کے بعد مجلس نعت خوانی گرم ہوتی اور تا طلوع صبح صادق عشاق و اہل ذوق حضرات بارش انوار قادریہ تبغیہ میں ڈوبے رہتے۔ پھر صبح کی اذان ہوتی اور مجلس برخاست ہو جاتی۔ بعد نماز فجر قرآن خوانی و قل و فاتحہ خوانی ہوتی۔ قریب نو بجے بعد فاتحہ لوگوں کو ناشتہ کھلا کر رخصت کی اجازت ہو جاتی۔ اس عرس میں لنگر خانہ سے تین وقت زائرین کو کھانا تقسیم ہوتا۔

آپ کی مہمان نوازی کا یہ عالم تھا کہ مرید و غیر مرید، امیر و غریب
جو بھی آپ کے درِ دولت پر آپ کی زیارت کے لیے یا کسی دوسری غرض
سے حاضر ہوتا آپ سب کی خاطر تواضع فرماتے۔ آپ کے فیاض قلب
نے کبھی یہ گوارہ نہیں کیا کہ کوئی دروازے سے یونہی چلا جائے۔
اکثر غیر مسلم بھی اپنی حاجت روائی کے لیے آیا کرتے۔ ان کی بھی چھوہارے
وغیرہ سے خاطر کرتے۔ نو وارد علماء و فقراء کی دعوت بکشادہ پیشانی
نہایت مسرت و تعظیم کے ساتھ فرماتے اور علیٰ قدر مراتب نذر و ملبوسات
دے کر رخصت فرماتے۔ اوائل ہی سے جب کہ آپ اپنے آبائی وطن
گوریارہ میں قیام پذیر تھے۔ آپ کا دسترخوان بہت وسیع تھا۔ ہمیشہ مہمانوں
کی آمد و رفت جاری رہتی۔ دو چار مہمانوں سے کبھی آپ کا دسترخوان خالی
نہیں رہتا۔ شاید کسی دن کوئی مہمان نہیں آتا تو آپ کے چہرۂ پُر نور پر اداسی
چھا جاتی اور بے قرار ہو کر بار بار خانقاہ شریف کے پھاٹک پر آکر ہر چہار
طرف نگاہ دوڑاتے اور فرماتے کہ آج کوئی مہمان نہیں آیا۔ اس عالمِ انتظار
میں اگر کہیں سے کوئی مہمان آجاتا تو آپ کی خوشی و مسرت کی کوئی
انتہا نہ رہتی۔

۱۳۵۸ھ میں جس وقت مقبرہ شریف کی تعمیر کا کام ہو رہا تھا۔ ایک
روز کچھ لوگ حاضر خدمت تھے اور آپ اپنے دستور کے مطابق کوئی
کتاب پڑھوا رہے تھے کہ ایک مسئلہ مہمان نوازی کی فضیلت کا آیا

آپ نے فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ آج اڑتالیس سال سے مجھے تنہا کھانے کا اتفاق
نہیں ہوا ہے۔ غرض کہ مہمان نوازی اور غرباء پروری آپ کی ضرب المثل
ہے۔ کھانے سے زیادہ آپ کو کھلانے کا شوق تھا۔ بعض وہ چیزیں، جو
دواءً آپ کے استعمال میں ہوتیں۔ ان میں سے بھی جب تک قدرے
کسی کو نہ کھلا لیتے آپ کو اطمینان نہیں ہوتا۔ خاکساری اور بے نفسی کا یہ
حال تھا کہ مسند رشد و ہدایت پر فائز ہونے کے بعد بھی اپنی برتری کا ذرہ
برابر خیال اپنے دل میں نہیں آنے دیا۔ مزاج میں ابتداء ہی سے بے حد فروتنی تھی۔
ہر شخص بلا تکلف نہایت سادگی سے باتیں کرتے۔ ہر خاص و عام کے
ساتھ آپ کا برتاؤ مساویانہ رہا۔ کسی کے سامنے اپنی بڑائی کا اظہار نہ کیا
بلکہ بعض لوگوں کی ایسی حرکت پر بہت خفا ہوتے۔ مزاج میں قدرے ظرافت
بھی تھی۔ اپنے احباب سے کبھی کبھی ظریفانہ باتیں بھی فرماتے۔ مگر قہقہہ
مار کر کبھی نہ ہنستے۔ اگر زیادہ غلبہ ہوا تو صرف دندان مبارک کھل گئے۔ جسے
ضحک سے تعبیر کیا جا سکتا ہے مگر فوراً منہ بند کر لیتے۔ راستہ چلنے میں دو
چار آدمی سے زیادہ ساتھ ہونے کو پسند نہیں فرماتے۔ کیونکہ اس میں اظہار
برتری ہے جو آپ کی سادگی مزاج کے بالکل خلاف ہوتا۔ کسی مجلس میں
تشریف لے جاتے تو ہرگز قصد بالانشینی کا نہ فرماتے بلکہ جہاں جگہ دیکھتے بیٹھ
جاتے۔ جب لوگ اصرار کرتے کہ حضور اوپر چلیں، تو
فرماتے کہ

بگذار کہ بندۂ کمینم
تا در صف بندگاں نشینم

آپ کے مدرسہ علیمیہ انوار العلوم کا سالانہ جلسہ ہر سال آپ ہی کے زیر صدارت ہوا کرتا مگر مسند صدارت پر بیٹھنا آپ کی فروتنی نے کبھی گوارا نہ کیا۔ جب لوگ درخواست کرتے کہ حضور اوپر چلیں تو معذرت کرتے ہوئے علمائے کرام میں جو بڑے عالم موجود ہوتے ان کو مسند صدارت پر بٹھا دیتے اور خود مدرسہ کے سائبان میں الگ چارپائی پر تشریف رکھتے۔ صرف ایک سال جلسہ کے موقع پر حضرت مولانا شمس الحق صاحب قبلہ امام وخطیب جامع مسجد چنگیل (جو حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے مخلص دوستوں میں سے ہیں) کے اصرار پر مسند صدارت پر تشریف لے گئے اور پانچ سات منٹ کے بعد مولانا موصوف سے معذرت کرکے پھر اپنی جگہ پر چلے آئے۔

معمولات شبانہ روزی

حضرت سرکار مرشدنا قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی مبارک کا زیادہ حصہ رشد و ہدایت کے سلسلے میں باہر ہی گذرا۔ خانقاہ شریف میں قیام کا اتفاق بہت کم ہوتا۔
بہرحال آپ سفر میں ہوں یا حضر میں۔ ہمیشہ آپ کا معمول تھا کہ

نماز مغرب باجماعت ادا فرماتے اور نماز کے بعد فوراً دسترخوان بچھ جاتا اور حاضرین کے ساتھ ناشتہ چائے نوش فرماتے۔ پھر پان تقسیم ہوتا۔ اسی درمیان میں پند و نصیحت بھی فرماتے رہتے۔ پھر حوائج ضروریہ سے فارغ ہوکر مریدین و مسترشدین کے ساتھ حلقہ فرماتے۔ ان کی تعلیمات فرماتے اور اصلاح کرتے۔ دس بجے رات تک حلقہ ہوتا پھر فاتحہ پڑھ کر بزرگان سلسلہ کی ارواح طیبہ کو ایصال ثواب کرتے۔ دعاء کے ختم پر مندرجہ ذیل مناجات اس سوز و گداز اور خوش الحانی کے ساتھ پڑھتے کہ حاضرین پر کیفیت طاری ہو جاتی اور ہُو حق کے نعرے بلند ہو جاتے۔

مناجات

خدایا طفیل نبی و علی
عطا کر مجھے راز گنج خفی
الٰہی پئے آل اصحاب پاک
میسر ہو مجھ کو مدینے کی خاک
بحرمت شہنشاہ پیران پیر
کرہیں دونوں عالم میں وہ دستگیر

شراب محبت مجھے تو پلا
کروں جان و دل تیرے اوپر فدا
نہ غیروں کی جانب کبھی رُخ کروں
تری ہی طلب میں مروں جب مروں
مرا دَم جو نکلے تو ہو تیرا نام
رہے اپنے سینے میں یہ دھوم دھام
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا شیدا بنا دے مجھے
مئے جام عرفاں پلا دے مجھے
پئے روحِ مردانِ اہل طریق
الٰہی تو کر مجھکو رحمت غریق
بحق محمد سمیع اے خدا
مرے دل کو تو اپنا شیدا بنا
نہ دیکھوں نہ بولوں میں تیرے سوا
مرے دل میں آنکھوں میں آ کر سما
بحق محمد سمیع اے کریم
خطا بخش میری غفورٌ رحیم
بحق محمد سمیع حضور
مرا دل منوّر تو کر اے غفور

وہ برجِ حقیقت میں ہے مثل ماہ
اُجالے میں اس کے دکھا مجھ کو راہ
غلام اس کا میں ہوں وہ آقا مرا
فقیر اس کا میں ہوں وہ مولیٰ مرا
دعا تجھ سے یہ ہے مری اے خدا
مدارج اسے کر تو وافر عطا
تصدق میں اس کے تو اے کبریا
خطا بخش دے میرے ماں باپ کا

حلقہ کے بعد نماز عشا باجماعت ادا فرما کر حاضرین کے ساتھ کھانا کھاتے۔ کھانے کے بعد تھوڑی دیر چہل قدمی فرما کر اپنے بستر پر لیٹ جاتے۔ خادم سر میں تیل مالش کرتے اور دیگر حلقہ بگوشان سلسلہ جو حاضر خدمت ہوتے بدن دبانے لگ جاتے اور آپ کسی کو کتاب پڑھنے کو فرماتے۔ کبھی مثنوی مولانائے روم۔ کبھی کیمیائے سعادت، وغیرہ۔ تصوف کی کتابیں پڑھی جاتیں۔ پڑھنے والے عبارت پڑھتے جاتے اور آپ اس کے معانی و مطالب اور اسرار و نکات، کو اس خوش اسلوبی کے ساتھ بیان فرماتے کہ سامعین بخوبی سمجھ لیتے کبھی کوئی نعت خواں آجاتا تو اس وقت صرف نعت خوانی ہوتی

قریب بارہ بجے حاضرین کو سو جانے کا حکم فرماتے۔ اور خود بھی سو جاتے پھر دو ڈھائی بجے بیدار ہو جاتے کنوئیں سے خود پانی نکال لیتے اور حوائج ضروریہ سے فارغ ہو کر مسواک کے ساتھ وضو فرماتے اور نماز تحیۃ الوضو و نماز تہجد ادا فرما کر اذکار و اشغال میں مشغول ہو جاتے۔ مریدان بھی آہٹ پاکر بیدار ہو جاتے اور وضو کر کے نماز تہجد پڑھ کر اپنی اپنی تعلیمات کی مشق میں لگ جاتے یہاں تک کہ سحر کی سپیدی نمودار ہوتی اور نماز فجر جماعت کے ساتھ ادا فرما کر مریدین و مسترشدین کے ساتھ حلقہ میں بیٹھ جاتے۔ اس وقت کام کاج کرنے والے لوگ کچھ دیر شریک حلقہ رہ کر اپنے اپنے کام میں چلے جاتے اور آپ بقیہ حلقہ بگوشوں کے ساتھ ضیا باری و فیض رسانی میں مشغول رہتے۔ آپ کے حلقۂ ذکر سے طالبین کو جو فیض یابی اور کامیابی ہوتی اس کا اندازہ کچھ وہی برادران طریقت لگا سکتے ہیں جن کو آپ کے حلقہ میں شرکت کا موقع نصیب ہوا ہو۔ مختصر یہ کہ جس وقت آپ طالبین کے باطن کی طرف توجہ فرماتے لوگ بے خود و سرشار ہو جاتے۔ بعض خوش نصیبوں کی تو دم بھر میں کایا پلٹ جاتی ایک ہی توجہ میں چشم باطن وا ہو جاتی اور نہ معلوم کس کس عالم کی سیر کر لیتے۔ باری باری سے ہر ایک کو اپنے پاس بلاتے

اور تعلیمات ملاحظہ فرماتے۔ اگر کوئی خامی ہوتی تو اصلاح فرماتے یا اگر آگے بڑھانے کی ضرورت دیکھتے تو طالب کی صلاحیت کے مطابق اذکار و اشغال تعلیم فرماتے۔ ہندی اور فارسی عاشقانہ اور عارفانہ اشعار پڑھتے۔ جس سے طالبین کے ذوق میں بے حد اضافہ ہوتا۔ علی الخصوص جب کسی طالب کے سر پر اپنا دست شفقت رکھ کر یہ شعر پڑھتے ؎

بیا ساقی عنایت کن تو مولائے رومی را
غلام شمس تبریزم قلندر وار می گردم
ہزاراں غوطہ ہا خوردم دریں دریائے بے پایاں
برائے گوہر معنے سکندر وار می گردم

تو وہ ایسا بے خود ہو جاتا کہ تن من دھن کی خبر نہ ہوتی۔ اس درمیان میں پند و نصائح بھی فرماتے۔ ذکر اللہ و حلقۂ ذاکرین کے فضائل اور تصوّف کے اسرار و نکات اس انداز میں بیان فرماتے کہ طالبین بہت محظوظ ہوتے اور پرتوِ انوار قادریہ سے سب کے قلوب روشن اور منوّر ہو جاتے۔ پھر فاتحہ خوانی و شجرہ خوانی کر کے آقایان نعمت و بزرگان سلسلہ کے ارواح طیبہ کو ایصال ثواب کر کے حاضرین کو فرصت دیتے۔ اور خود نماز اشراق و چاشت ادا فرما کر آٹھ بجے مسجد سے باہر

تشریف لاتے اور حاضرین کے ساتھ ناشتہ و چائے تناول فرماتے
پھر اگر خانقاہ شریف میں مقیم ہوتے تو اندر حویلی تشریف لے
جا کر والدہ محترمہ کی زیارت کرتے اور امور خانہ داری کو
ملاحظہ فرماتے پھر باہر تشریف لاتے اور شائقین زیارت سے
ملتے گفتگو فرماتے ۔ حاجت مندوں کی حاجت روائی فرماتے ۔
تعویذات کے طلب گاروں کو تعویذ عنایت فرماتے اور کتب
بینی میں مشغول ہو جاتے ۔ کتب بینی سے آپ کو بڑی دلچسپی
تھی ۔ طاعت و عبادت الٰہی کے بعد دوسرا محبوب مشغلہ آپ کا
کتب بینی تھا ۔ علوم متداولہ کی کتابوں کے ساتھ تصوف اور
علوم اسرار دین کی کتابیں زیادہ مطالعہ میں رہتیں ۔ خانقاہ شریف کے
اندر آپ کے حجرۂ خاص میں کتابوں کا ایک ذخیرہ موجود ہے ۔
جس میں کتب تفسیر و فقہ و فتاوا سے علمائے اہلسنت و عظمائے
طریقت جنہیں آپ نے بڑی کوشش و جانفشانی سے فراہم کیں ۔ کئی
الماریوں میں بھری پڑی ہیں ۔ جس وقت جس کتاب کی ضرورت ہوتی
اپنے کتب خانہ سے نکلوا کر مطالعہ فرماتے یا کسی دوسرے سے
پڑھوا کر سنتے ۔ اگر کسی مسئلے میں شک واقع ہوتا تو بیسیوں رسالے
نکلوا کر اس کی تحقیق فرماتے اور جب تک تحقیق نہیں کر لیتے چین
نہیں لیتے ۔ یہی وجہ ہے کہ کبھی کوئی غلط مسئلہ زبان سے نہیں نکلا ۔

سفر میں بھی بیسیوں کتابیں اپنے ساتھ رکھتے جو روزانہ آپ کے
مطالعہ میں رہا کرتیں ۔ غرض کہ ناشتہ کے بعد سے ساڑھے دس
بجے دن تک انہی کاموں میں مصروف رہتے ۔ قریب گیارہ بجے
تازہ وضو کر کے ایک گھنٹہ قرآن شریف تلاوت فرماتے اس طور سے
کہ ایک آیت کلام اللہ شریف کی تلاوت فرماتے اور تحت لفظ اس کا
ترجمہ کرتے پھر اس کے تفسیری نکات اس شرح و بسط کے ساتھ بیان
فرماتے کہ کتنوں کے شکوک و شبہات دفع ہو جاتے اور جن کے
دلوں میں کجی ہوتی وہ اپنے عقائد باطلہ سے تائب ہو کر داخل
طریقت ہو جاتے ۔

بہرکیف ۱۲ (بارہ) بجے تلاوت کلام اللہ شریف سے فارغ
ہو کر تھوڑی دیر آرام فرماتے پھر ایک بجے بستر سے اٹھ جاتے
اور غسل کر کے نماز ظہر با جماعت ادا فرماتے اور نماز کے بعد
تمام مصلیوں کو صف بندی کے ساتھ کھڑا کرا کر نماز کا وہ طریقہ تعلیم
فرماتے جس طریق سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور
صحابۂ کرام و امام اعظم ابو حنیفہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے نماز
پڑھی اور لوگوں کو پڑھنے کا حکم فرمایا ۔ نماز کے جزئیات پر اتنا
عبور تھا اس بتانے میں علاوہ فرائض و واجبات و سنن کے
نماز کے مستحبات و آداب میں سے بھی کوئی عمل نہیں چھوٹتا

پھر حاضرین کے ساتھ کھانا تناول فرماتے اور کھانے کے بعد تھوڑی دیر قیلولہ فرماتے اور پھر اٹھ کر خلق اللہ کی ہدایت اور حاجت مندوں کی حاجت روائی میں لگ جاتے اور اس درمیان حسب فرصت ممکنہ کتب بینی بھی فرماتے رہتے۔ یہاں تک کہ عصر کی اذان ہوتی اور مسجد میں جا کر نماز عصر باجماعت ادا فرما کر دعائے حزب البحر تلاوت فرماتے۔ پھر ایک گھنٹہ باہر سیر و تفریح کے لیے تشریف لے جاتے اور پھر واپس ہو کر نماز مغرب باجماعت ادا فرماتے۔ غرضکہ آپ کے معمولات اور طرز معاشرت اولیائے متقدمین کا نمونہ تھے۔

حلیہ مبارک

آپ کا چہرۂ مبارک ایسا روشن اور بارعب تھا کہ بمشکل آپ کی طرف نظر اٹھانے کی ہمت پڑتی تھی۔ سر مبارک متوسط تھا، آنکھیں سرمگیں اور ناک سڈول اور پتلی قدرے اٹھی ہوئی دہانہ متوسط اور دندان مبارک چھوٹے اور چمکدار تھے۔ آخر عمر میں جب دانت گر گئے تو مصنوعی دانت لگاتے تھے۔ رخسار پر کئی تل تھے۔ لبہائے مبارک زیادہ موٹے نہ زیادہ پتلے۔ سر کے بال باریک نرم و ملائم تھے۔ ابتدا ہی سے حلق کراتے تھے۔ موئے ریش مبارک ٹھوڑھی کے نیچے گنجان، لمبے اور رخسار پر متوسط تھے۔ جو کئی بار سفید ہو ہو کر سیاہ ہو گئے تھے۔ یہاں تک وصال شریف کے وقت تک نصف ریش مبارک ہرے ہو چکے تھے۔ سینہ متوسط گردن پُر گوشت۔ بدن گٹھا ہوا اور پنجہ بہت مضبوط تھا۔ قد مبارک میانہ اور بہت موزوں تھا۔ رنگ آپ کا گندمی اور چمک دار تھا۔ بھویں باریک اور پتلی تھیں۔ قوت سماعت آپ کی اتنی تیز تھی کہ باریک سے باریک آواز کو بخوبی سن لیتے۔ آخیر عمر میں دور کی بینائی میں کچھ کمی آگئی تھی جس کی وجہ سے عینک برابر

استعمال کرتے تھے۔ مگر لکھنے پڑھنے میں عینک کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔ اکثر بلا عینک کتب بینی فرمایا کرتے تھے اور باریک سے باریک حروف کو بآسانی پڑھ لیتے۔ پائے مبارک زیادہ چھوٹے نہ زیادہ بڑے۔ انگلیاں آپس میں ملی ہوئی تھیں۔ داہنے پاؤں کے تلوے میں جھنڈے کا نشان تھا۔

لباس مبارک

آپ لباس میں بہت سادگی پسند تھے۔ اکثر تہہ بند اور گول مہری کا پاجامہ اور لمبا کرتا اور اس کے اوپر صدری استعمال فرماتے۔ سر اقدس پر گول ٹوپی چنن دار اس پر عربی رومال کا عمامہ باندھتے اور دوش مبارک پر ہمیشہ سیاہ رومال رکھتے۔ پاؤں میں بادامی رنگ کا جوتا اور دست مبارک میں عصا رکھتے اور بہت جامہ زیب تھے۔ جیسا کپڑا پہنتے آپ کے جسم مبارک پر بہت بھلا معلوم ہوتا۔ سردیوں میں ہمیشہ کمبل اوڑھتے۔ آخیر وقت میں جب کہ ضعف و نقاہت بہت زیادہ بڑھ گئی تھی تو بجائے ایک کے دو کملی استعمال فرماتے۔ مگر لحاف یا دُلائی کبھی نہیں اوڑھتے۔

علالت و وفات

اللہ تعالیٰ کلام مجید میں فرماتا ہے۔ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ ط یعنی اور ضرور ہم تمہیں آزمائیں گے کچھ ڈر اور بھوک سے اور کچھ مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی سے۔

ہمارے سرکار قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیات طیبہ ساری آزمائشوں میں پوری استقامت کے ساتھ گذری۔ خوفِ خدا اور احکام الٰہی پر پوری طرح کاربند رہنے کی کے ساتھ ہر طرح سے آپ آزمائے گئے۔ مگر قربان جائیے آپ کے صبر و برداشت پر کہ باوجود ان پیہم حادثات اور مسلسل علالتوں کے عبادات و ریاضات اور ارشاد و ہدایت کے کاموں میں کبھی کوئی فرق نہیں آیا۔ جب بے چینی بہت زیادہ بڑھ جاتی اور کراہنے کی نوبت آتی تو اپنے خدام سے فرماتے کہ بابو دعا کرو۔ کہ مولےٰ تعالیٰ اذیتوں کے برداشت کرنے کی قوت بخشے۔

عمر شریف آپ کی ستر سال سے تجاوز کر گئی مگر بیماریوں سے کبھی چھٹکارا نہیں ہوا۔ آخر عمر میں جب بلڈ پریشر نے بہت زور پکڑا تو اس کے ساتھ مختلف اقسام کے امراض کے حملے ہونے لگے۔

اور ضعف و نقاہت بہت زیادہ بڑھ گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ایک مرض کا انسداد کیا جاتا تو دوسرا مرض پیدا ہو جاتا۔ کبھی جگر بڑھ جاتا تو کبھی قبض کی شکایت ہو جاتی۔ کبھی پیچش ہو جاتی تو کبھی خارش کا عارضہ لاحق ہو جاتا۔ مظفر پور کے بڑے بڑے ڈاکٹروں اور حکیموں کو بلا کر دکھلایا گیا اور علاج و معالجہ کا سلسلہ برابر جاری رہا مگر افاقے کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو چند مخلص احباب کی رائے یہ ہوئی کہ حضرت قبلہ کو ایک مرتبہ داؤد نگر والے ڈاکٹر ابو محمد صاحب سے (جو ہومیو پیتھک کے بہت مشہور اور کہنہ مشق ڈاکٹر ہیں) دکھلایا جائے۔ جب یہ تجویز آپ کی خدمت میں پیش کی گئی تو آپ نے فرمایا مجھے منظور ہے۔ مگر بابو ولی محمد صاحب شہباز پوری کو بلا کر مشورہ کر لیجیے۔ کیونکہ ان امور میں انھیں تجربہ زیادہ ہے۔ حسب الحکم بھائی ولی محمد صاحب کو بلایا گیا اور ان سے رائے لی گئی۔ انہوں نے بھی اس کی تائید کی۔ بلکہ آپ کے ساتھ داؤد نگر چلنے کو بھی تیار ہو گئے۔ غرضکہ آپ بماہ ربیع الثانی سنہ ۱۳ھ بعد فاتحہ گیارہویں شریف داؤد نگر تشریف لے گئے۔ آپ کے ہمراہ خادم خاص جناب شاہ دراست حسین صاحب و مخدومی سجادہ نشین صاحب قبلہ و منشی ولی محمد صاحب شہباز پوری و جناب حاجی شاہ محمد صدیق صاحب ناظم اعلیٰ مدرسہ علیمیہ انوار العلوم

تشریف لے گئے۔ جب آپ ڈاکٹر صاحب موصوف کے یہاں پہونچے تو چونکہ ڈاکٹر صاحب کو آپ سے غائبانہ عقیدت تھی اور آپ سے ملنے کا بیحد اشتیاق تھا۔ بنا بریں انہوں نے اپنے دروازے پر آپ کے قدم رنجہ فرمانے کو باعث برکت و سعادت تصور کیا اور نہایت خوشی کا اظہار فرمایا۔ شب کو وہاں قیام رہا۔ صبح سویرے ڈاکٹر صاحب ممدوح نے انتہائی توجہ سے مرض کی تشخیص فرمائی اور علاج شروع کر دیا۔ قیام کے لیے بھگوت پور جناب حاجی شاہ محمد صدیق صاحب ناظم اعلیٰ کا مکان (جو داؤد نگر سے قریب ہے) تجویز ہوا تاکہ علاج و معالجہ میں سہولت ہو۔ چنانچہ بھگوت پور میں آپ نے ڈیڑھ ماہ قیام فرمایا اور ڈاکٹر صاحب ممدوح خصوصی توجہ کے ساتھ آپ کے علاج میں مشغول رہے۔ مگر مشیت ایزدی کہ کوئی فائدہ نہیں ہوا بلکہ ع

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

کی مثل صادق آئی اور کمزوری دن بدن بڑھتی گئی۔ ناچار بھگوت پور سے آپ خانقاہ تشریف لے آئے۔

پھر مخدومی سجادہ نشین صاحب قبلہ نے اپنا خیال ظاہر فرمایا کہ اب تو یہاں کے اطباء کے علاج سے مایوس ہو گئے اور حضرت قبلہ کی حالت نازک تر ہوتی جا رہی ہے مگر جب تک سانس

تک آس۔ میرا خیال ہے کہ ایک بار آپ کو پٹنہ لے جاکر دکھلایا جائے کیونکہ وہاں بڑے بڑے حاذق حکیم اور تجربہ کار ڈاکٹر ہیں۔ برادران طریقت نے اس کی پرزور تائید کی۔ اور حضرت قبلہ کو پٹنہ لے جانے کی تیاری شروع ہوگئی۔ پٹنہ میں قیام کے لیے بابو محمد حسین انصاری ابن منشی ولی محمد صاحب انصاری شہباز پوری کے یہاں قیام تجویز کیا گیا۔ ڈیڑھ پونے دو مہینہ تک پٹنہ میں قیام رہا۔ اس درمیان میں چند مراتب بڑے زوروں میں بلڈ پریشر کے بڑے دورے ہوئے جس سے بڑی گھبراہٹ پیدا ہوئی۔ ناچار رجب کے اخیر عشرہ میں خانقاہ شریف چلے آئے۔

یکم شعبان ۱۳۷۷ھ کو دامودرپور تشریف لے گئے اور مدرسہ کے سالانہ جلسہ میں شریک ہوئے۔ ۴ شعبان کو پھر خانقاہ شریف چلے آئے۔ دوائیں اب تک پٹنہ ہی کی استعمال میں تھیں مگر محض تشفی کے لیے ورنہ فائدہ نام کو بھی نہیں تھا۔ مخدومی محترمی سجادہ نشیں صاحب قبلہ نے فرمایا کہ اب تو پٹنہ سے بھی ناکام لوٹ آئے۔ مگر مثل مشہور ہے۔ جب تک سانس تب تک آس۔ علاج و معالجہ کا سلسلہ بند کر دینا مناسب نہیں۔ میرا خیال ہے کہ کانٹی

والے ڈاکٹر غلام مصطفیٰ صاحب ہی سے پھر آپ کا علاج کرایا جائے کیونکہ وہ بھی تجربہ اچھا رکھتے ہیں۔ اور یہاں سے کانٹی قریب بھی ہے۔ آنے جانے اور دیکھ بھال کرنے میں سہولت ہوگی۔ چنانچہ کانٹی آدمی بھیجا گیا۔ ڈاکٹر صاحب مذکور تشریف لائے اور بہت اطمینان سے مرض کی تشخیص فرمائی اور علاج شروع کر دیا۔ مگر مشیت ایزدی کہ آپ کی تکلیف میں کچھ کمی نظر نہ آئی بلکہ آئے دن ایک نہ ایک تکلیف بڑھتی گئی۔ کبھی کمر میں درد پیدا ہو جاتا تو کبھی سینہ میں کبھی قبض اتنا شدید ہوتا کہ آپ بے چین ہو جاتے۔ اتفاقاً ایک مرتبہ چار پانچ روز تک اجابت نہیں ہوئی۔ جس سے آپ کو بڑی اذیت ہوئی۔ اگرچہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ صاحب نے دوائیں دیں مگر سودمند نہ آئیں بلکہ بے چینی اور بڑھ گئی اور ڈاکٹر صاحب مذکور نے جب آپ کی اس تکلیف کو ملاحظہ فرمایا تو حیرت سے فرمانے لگے۔ اللہ اکبر کس قدر آپ میں برداشت کا مادہ ہے۔ بے شک یہ اللہ والوں کا ہی کام ہے ورنہ کسی عامی شخص کو یہ تکلیف ہوتی تو ہرگز برداشت نہیں کرتا۔ غرض کہ ۲۷ر شعبان کو پھر ڈاکٹر صاحب نے دوسری دوا دی جس سے آپ کو اجابت ہوئی اور طبیعت کو قدرے سکون حاصل ہوا۔ مگر پانچ چھ گھنٹے کے بعد یعنی ۲۸ر شعبان المعظم شب پنجشنبہ قریب ساڑھے سات بجے آپ کی حالت دگرگوں ہوگئی اور

جاں کندنی کے آثار نمایاں ہوگئے نبض ڈوب گئی اعضاء شست پڑ گئے اور ہچکیاں آنے لگیں فوراً آپ کو اتر دکھن لٹا دیا گیا، اور حاضرین کلمہ طیبہ اور سورۂ یٰسٓ پڑھنے لگے، ایک شور مچ گیا اور بستی کے تمام مرد و عورت، ہندو مسلمان کا اژدہام ہوگیا ڈاکٹر صاحب کے یہاں کانٹی آدمی دوڑایا گیا، ڈاکٹر صاحب موصوف موٹر سے فوراً پہنچ گئے مگر آپ کی حالت دیکھ کر دم بخود رہ گئے - بہت غور و فکر کے بعد ایک دوا تجویز کی، جس کے پلانے سے نبض میں کچھ حرکت پیدا ہوئی اور ہاتھ پاؤں میں گرمی کا احساس پیدا ہونے لگا رات بھر متوسلین حلقہ بگوشان آپ کو حلقہ کئے ہوئے شب بیداری کرتے رہے صبح ہوتے ہوتے یہ خبر مشہور ہوگئی کہ حضرت سرکار قبلہ کا وصال ہوگیا، ہر چہار جانب سے لوگوں کی آمد کا تانتا بندھ گیا کلکتہ بھی تار دے دیا کہ حضرت سرکار قبلہ عالم نزع میں ہیں - وہاں سے جناب حاجی شاہ محمد صاحب و جناب شاہ عبدالحفیظ صاحب و حافظ شاہ محمد نذیر خاں صاحب و حافظ شاہ محمد زین العابدین صاحب وغیرہم تشریف لے آئے، تین شبانہ روز آپ مکمل استغراق میں لیٹے سوائے داہنے ہاتھ کی انگشت شہادت کے کہ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد اٹھاتے، جس طرح تشہد میں لوگ اٹھاتے ہیں، اور کسی عضو میں حرکت

نہیں تھی - دوسرے روز جناب منشی ولی محمد صاحب شہباز پوری نے اسی مقبرے میں جس میں آپ کی والدہ مکرمہ اور اہلیہ محترمہ آرام فرما ہیں قبر شریف بھی تیار کرالی - ڈاکٹر غلام مصطفیٰ صاحب روزانہ دونوں وقت آتے اور دوائیں دیتے رہے - تیسرے دن سے آنکھیں کھلنے لگیں اور رفتہ رفتہ باتیں کرنے لگے - تھوڑے غذا بھی تناول فرمانے لگے - یہانتک کہ ایک ماہ کے بعد دوسروں کے سہارے کچھ چلنے پھرنے لگے - ملنے والوں کو پہچانتے اور باتیں بھی کرتے اور سب سے اپنے حسن خاتمہ کی دعا بھی کراتے، پانچوں نمازیں اپنے خادم خاص کے سہارے ادا فرماتے، الغرض رفتہ رفتہ آپ کی حالت بدلنی شروع ہوگئی اور متوسلین کی پوری امید ہوگئی کہ سرکار قبلہ اب اچھے ہوجائیں گے - ڈاکٹر غلام مصطفیٰ صاحب کا علاج برابر جاری رہا - مگر مشیت ایزدی کہ شروع ماہ ربیع الاول سنہ ۱۳۷۸ھ سے پھر آپ کی حالت دگرگوں ہوگئی، ضعف و نقاہت حد سے زیادہ بڑھ گئی، اور نقل و حرکت سے بالکل مجبور ہوگئے ڈاکٹر صاحب دوائیں دیتے رہے لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا - اخیر میں بہت سوچنے سمجھنے کے بعد ایک انجکشن دیا کہ اس سے کچھ طاقت آجائے گی، اس کے تھوڑی دیر بعد جاڑا اور بخار آگیا اور تنفس میں شدید اضافہ ہوگیا - برادر طریقت محمد سلیمان شاہ محمد پوری کو بھی

خدمت کے [illegible] بلا لیا گیا - الغرض ۲۹ ربیع الاول بروز سہ شنبہ صبح ہی سے کچھ آثار بدلے ہوئے نظر آئے غذا جو دی جاتی تھی وہ بھی کم ہو گئی - سانس کی تیزی اور زیادہ ہو گئی جناب مولوی شاہ محمد خطاب صاحب مکان جانے والے تھے فقیر نے ان سے کہا کہ مولوی صاحب ابھی آپ ٹھہریں بہت ممکن ہے کہ سرکار قبلہ کو غوث پاک کی گیارھویں شریف کے چاند کا انتظار ہو چنانچہ وہ رک گئے، بعد نماز ظہر حسب معمول بیدانے کا عرق پلایا گیا اس کے پیتے ہی تکلیف زیادہ ہو گئی، اذیت کے کراہ کی آواز اتنی بلند ہوتی کہ دور والے بھی سنتے تھے، بعد نماز عصر فقیر مؤلف اور جناب مولوی شاہ محمد خطاب صاحب نے حجرہ میں بیٹھ کر سورۂ یٰسین شریف پڑھی اور جناب حافظ شاہ نور محمد صاحب محمد پوری نے درود تاج پڑھ کر دعا فرمائی بعدہ خادم خاص اور حاجی عبد السبحان صاحب نے کروٹ بدل دی - رخ قبلہ کی طرف کر دیا معاً کراہ کی آواز بند ہو گئی اور مکمل استغراق میں کھو گئے اور ذکر پاس انفاس خود بخود جاری ہو گیا - جس سے ہلکی ہلکی آواز اللہ کی آ رہی تھی، ہاتھ پاؤں سست پڑ گئے اور بدن کی حرارت آہستہ آہستہ ختم ہونے لگی پھر مغرب کی اذان ہوئی سب لوگ مسجد میں چلے گئے صرف خادم خاص اور حاجی عبد السبحان اور سلیمان شاہ محمد پوری آپ کے

پاس رہے - بعد نماز مغرب فقیر مؤلف اور حافظ شاہ نور محمد صاحب ایک ساتھ مسجد سے نکلے جونہی خانقاہ شریف کے صدر گیٹ پر پہونچے ربیع الثانی کا چاند نظر آ گیا، ہم دونوں ابھی چاند ہی کی طرف متوجہ تھے کہ مولوی دراست حسین خادم خاص نے آواز دی، حافظ صاحب جلد آئیے، سرکار اب رخصت ہو رہے ہیں، فقیر فوراً آپ کے پاس پہونچ کر سورۂ یٰسین شریف تلاوت کرنے لگا، اور دیگر حاضرین آپ کو حلقہ کئے ہوئے کلمۂ طیبہ اور درود شریف پڑھنے میں مشغول ہوئے کہ یکایک سرکار نے آخری سانس لی اور بتاریخ یکم ربیع الثانی ۱۳۷۶ھ شب چہارشنبہ بعد نماز مغرب ۶ بجکر ۲۵ منٹ پر روح پاک قفس عنصری سے پرواز کر کے ذات حق سے جا ملی -

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ط

اس وقت کی کیفیت بیان کرنے سے زبان قاصر ہے خدام و متوسلین میں جو وہاں موجود تھے کہرام برپا تھا سب ایک دوسرے سے لپٹ کر رو رہے تھے مخدومی و محترمی حضرت سجادہ صاحب قبلہ سکتے کے عالم میں سب کا منہ تک رہے تھے - آہ صد آہ کہ

عالم سے نور مہر طریقت چلا گیا : گیتی سے جلوۂ مے وحدت چلا گیا
گل ہو گیا چراغ شبستان عاشقی : دنیا سے نور چشم مودت چلا گیا
سونی پڑی ہے انجمن دین احمدی
وہ صدر بارگاہ ہدایت چلا گیا

تجہیز و تکفین اور فاتحائیں

جب یہ یقین کامل ہوگیا کہ سرکار قبلہ ہم سب سے جدا ہو کر اپنے مطلوب حقیقی سے جا ملے، مدرسہ کے طلبہ مواجہہ میں بیٹھ کر تلاوت کلام پاک میں مشغول ہو گئے۔ اسی وقت یہ خبر تمام پہنچائی گئی اور اعلان کرایا گیا کہ بعد نماز ظہر آپ کی تجہیز و تکفین ہوگی۔ حاجی عبدالسبحان صاحب نے اسی وقت تار دیا۔ دامودر پور مدرسہ کے کچھ لڑکے تو رات ہی کو تقریب گیارہ بجے خانقاہ پہنچ گئے اور تلاوت کلام پاک میں مشغول ہو گئے، باقی مدرسین کے ہمراہ صبح پہونچے۔ صبح ہی سے لوگوں کی آمد شروع ہوگئی نو بجے کی ٹرین سے مہسی، چکیا اور موتی ہاری کے لوگ بھی پہنچ گئے، دوپہر سے پہلے ہی ہزاروں آدمیوں کا مجمع ہوگیا۔ مگر لوگوں کی آمد کا سلسلہ برابر جاری رہا۔ ایک بجے نماز ظہر ادا کر کے غسل شروع کیا گیا، خادم خاص جناب دراسین صاحب اور شاہ محمد سلیمان صاحب محمد پوری نے غسل دیا۔ اور مخدومی سجادہ نشیں صاحب قبلہ اور منشی ولی محمد صاحب شہباز پوری اور دیگر چند احباب نے پانی لانے اور بڑھانے میں ان کی مدد کی، تکفین کا سامان درست تھا، بعد غسل جسد مبارک تابوت پر لاکر رکھا گیا اور پیراہن پہنایا گیا، فقیر مؤلف نے

نے پیشانی شریف اور سینۂ مبارک پر بسم اللہ شریف اور کلمۂ طیبہ لکھ دیا۔ اس وقت فقیر نے جو چہرۂ انور پر نگاہ ڈالی تو ایسا معلوم ہوا کہ گویا آپ لیٹے ہوئے مسکرا رہے ہیں۔ ضبط گریہ نہ ہو سکا اور زبان سے بے ساختہ یہ شعر نکل پڑا۔ ؎

اے تماشا گاہ عالم روئے تو
تو کجا بہر تماشا می روی

حاضرین میں ایک کہرام برپا ہوگیا۔ پھر لفافہ لپیٹ دیا گیا کفن پہنانے میں فقیر مؤلف غفرلہ اور جناب حافظ شاہ نور محمد صاحب محمد پوری و حافظ شاہ محمد ابراہیم صاحب و صوفی شاہ محمد یوسف صاحب و مولوی شاہ محمد سعید صاحب و بھائی عبدالغنی صاحب شریک تھے، پھر آخری دیدار کے لئے لوگوں کو موقع دیا گیا۔ اس وقت کا منظر بھی عجیب ہوش ربا تھا، جس وقت آپ کے چہرۂ انور سے کفن سرکایا گیا۔ کیا مسلم کیا غیر مسلم کیا مرید کیا غیر مرید سب میں ایک کہرام برپا تھا۔ کثرت ہجوم سے سانس لینا مشکل تھا، چند ہندو برہمن نے جب آپ کے چہرۂ انور کو دیکھا تو اس کی نورانیت سے بے حد متاثر ہوئے۔ جب مردوں نے زیارت کر لی تو عورتوں کے لئے پردہ کر دیا گیا، جب وہ سب آخری دیدار سے مشرف ہو کر چلی گئیں تو تین بجے جنازہ شریف

باہر لاکر خانقاہ کے صدر دروازے کے متصل اتر جانب سڑک پر مسجد کے دروازہ کے سامنے رکھا گیا۔ صف بندی شروع ہوئی نماز جنازہ میں لوگوں کا اتنا بڑا اجتماع ہوگیا تھا کہ صرف سڑک پر سات صفیں تھیں علاوہ ازیں خانقاہ شریف کے صحن اور دونوں مہمان خانے اور سائبان سے لیکر جنوب میں مویشی خانہ تک اور مشرق میں مدرسہ کے اندرونی حصے سائبان اور صحن سے لیکر کنواں کے اس جانب تک لوگوں کی بے شمار صفیں کھڑی تھیں، - خانقاہ شریف کے اردگرد کہیں جگہ باقی نہیں تھی۔ تمام لوگ بھرے ہوئے تھے۔ دس ہزار سے کم مسلمان شریک جنازہ نہ تھے، جب صف بندی ہوگئی تو جناب حافظ شاہ نور محمد صاحب محمد پوری نے مخدومی سجادہ نشین صاحب قبلہ کی اجازت سے جنازہ کی نماز پڑھائی، پھر پانچ بجے وہاں سے جنازہ اٹھاکر لوگوں نے اسی مقبرے میں رکھا جس میں آپ کی والدہ معظمہ اور اہلیہ محترمہ مدفون ہیں۔ قبر میں مخدومی سجادہ نشین صاحب قبلہ اور ان کے برادرِ خورد بابو واعظ الحق صاحب اترے اور بالائی حصہ پر منشی ولی محمد صاحب شہباز پوری و مولوی شاہ محمد سعید صاحب وغیرہ تھے اوپر سے چند خواص نے نعش مبارک بڑھائی اور ان لوگوں نے نیچے اتارا۔ پھر شجرۂ طیبہ عالیہ قادریہ اندر رکھ کر تختہ پاٹ دیا گیا

اور مٹی دے دی گئی۔ تین شبانہ روز لوگ آتے رہے اور مٹی دیتے رہے۔ مدرسہ دامودرپور کے حافظ خانہ کے بیس طلباء کو روک لیا گیا جو اس روز سے فاتحہ چہارم تک برابر آپ کے مزار اقدس پر تلاوت کلام پاک کرتے رہے۔ سہ ربیع الثانی شنبہ فاتحہ چہارم کا دن تھا، مریدین و متوسلین کی آمد روز انتقال ہی سے شروع ہوگئی تھی، شنبہ کے دن علاوہ قرب وجوار کے لوگوں کے کلکتہ، غازی پور، چھپرا، موتی ہاری سے کثیر تعداد میں متوسلین و معتقدین حاضر آستانہ ہوئے۔ فاتحہ چہارم کے روز نماز فجر کے بعد سے مسلسل دس بجے تک قرآن خوانی ہوتی رہی اجتماع اور کثرت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس قلیل عرصہ میں اکسٹھ ختم قرآن پاک اور کئی ختم کلمۂ طیبہ اور درود شریف ہوئے۔ ٹھیک دس بجے قُل خوانی شروع ہوئی اور گیارہ بجے فاتحہ و ایصال ثواب کرکے مجلس میلاد پاک منعقد ہوئی۔ پہلے مدرسہ کے طلباء نے تقریریں کیں۔ آخر میں حضرت مولانا مولوی محمد کاظم علی صاحب صدر مدرس مدرسہ علمیہ انوار العلوم دامودرپور نے بصیرت افروز تقریر فرمائی، جس میں آپ نے حضرت سرکار قبلہ رضی اللہ تعالی عنہ کے کارنامۂ زندگی پر روشنی ڈالتے ہوئے متوسلین کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی ہدایت فرمائی۔ ایک بجے صلوٰۃ و سلام پر اپنی تقریر ختم کی۔

فاتحہ چہارم ہی کے روز [illegible] چہلم کا اعلان کر دیا گیا تھا۔ دیگر اضلاع کے مریدین و متوسلین خانقاہ تک برابر تعزیت و فاتحہ خوانی کی غرض سے آتے رہے اور قرآن خوانی کا سلسلہ چہلم تک برابر جاری رہا۔ ۱۷ جمادی الاولیٰ شب یکشنبہ کو خانقاہ شریف میں آپ کے چہلم شریف کا انعقاد ہوا جس میں تخمیناً پندرہ ہزار زائرین نے شرکت کی
خدام بارگاہ و دیگر برادران طریقت کے علاوہ کلکتہ کے جاں نثار ارادت مندوں کی جانی و مالی ایثار قابل تعریف ہے جن کے حسن خلوص اور کوشش و جانفشانی سے اتنا بڑا اجتماع نہایت کامیابی کے ساتھ ختم ہوا۔ بوقت ۹ بجے شب بعد نماز عشاء تلاوت کلام پاک سے جلسہ کا افتتاح ہوا مدرسہ علیمیہ انوار العلوم دامودرپور کے متعدد طلباء نے تقریریں کیں اور منقبتیں پڑھیں پھر حضرت مولانا مولوی کاظم علی صاحب قبلہ و حضرت مولانا مولوی رحیم اللہ صاحب بلیاوی و حضرت مولانا مولوی محمد شفیق صاحب اعظمی نے یکے بعد دیگرے ۱۲ بجے تک بڑی پر مغز اور بصیرت افروز تقریریں فرمائیں سامعین بہت محظوظ ہوئے ٹھیک بارہ بجے صلوٰۃ و سلام پر جلسہ ختم ہوا اور ایک بجے رسم چادر پوشی ادا کی گئی۔ بعدہٗ اِدھر نعت خوانی شروع ہوئی اور اُدھر سینکڑوں رضاکاروں اور خدام بارگاہ نے مہمانوں کو کھانا کھلانا شروع کیا، اگرچہ مجمع کثیر تھا مگر بعونہٖ تعالےٰ

و بکرم حبیبہٖ علیہ التحیۃ والثناء تین بجے تک تمام حاضرین کی عمدہ طریقے پر ضیافت کی گئی، صبح بعد نماز فجر سے دس بجے دن تک قرآن خوانی ہوتی رہی جس میں ایک سو انتیس ختم قرآن پاک اور کلمۂ طیبہ و درود شریف کے ختمات بے شمار ہوئے۔ ٹھیک دس بجے فاتحہ خوانی اور ایصال ثواب کیا گیا، بعدہٗ مہمانوں کو ناشتہ کھلانے کے بعد رخصت کر دیا گیا۔

آپ کے جانشین

چونکہ آپ کے اولاد ذکور و اناث

چونکہ آپ کی کوئی اولاد ذکور و اناث سے باقی نہیں رہی جو آپ کے بعد آپ کی وارث اور خانقاہ کی محافظ و نگراں ہوتی۔ لہٰذا آپ نے اپنی حیات ہی میں اپنے ہمشیر زادہ عالی جناب شاہ محمد ابراہیم صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ کو خرقۂ خلافت و اجازت بیعت مرحمت فرما کر اپنا قائم مقام اور سجادہ نشین بنا دیا تھا جو بحمدہٖ تعالیٰ اس وقت سلسلہ کے خدمات اور خلق کی ہدایت میں ہمہ تن مصروف ہیں، بہتوں کو داخل طریق کیا ہے اور برادران طریقت سے چند اشخاص کو دستار خلافت بھی بخشتا ہے جن کے

نام آگے درج کئے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ حضرت موصوف کی حیات میں برکت دے اور ان کے درجات بلند فرمائے اور حضرت سرکار قبلہ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

آپ کے دو صاحبزادے اور پانچ صاحبزادیاں بقید حیات ہیں

خُلفاء و مجازین

جن لوگوں کو آپ نے دستار خلافت اور بیعت وارشاد کی اجازت عطا فرمائی ان کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں۔

خلیفۂ اول فقیر مؤلف محمد حنیف غفرلہ المولی القدیر
〃 دوم ۲ جناب مولوی شاہ محمد عبد الرحیم صاحب مقام رکسا ضلع مظفرپور
〃 سوم ۳ جناب شاہ محمد اسرائیل صاحب مقام تیلنی پاڑہ ضلع ہوگلی
〃 چہارم ۴ جناب شاہ تبارک حسین صاحب مقام سرستا ضلع مظفرپور
〃 پنجم ۵ جناب شاہ قربان علی صاحب مقام ٹیا ڈومری ضلع چھپرہ
〃 ششم ۶ جناب مولوی شاہ محمد خطاب صاحب مقام گوپیا ڈومری ضلع مظفرپور
〃 ہفتم ۷ جناب مولوی شاہ جُناب علی صاحب نور اللہ مرقدہ مقام حسینی کوٹھی
〃 ہشتم ۸ جناب صوفی شاہ محمد عبد اللہ صاحب دامودرپور، مظفرپور
〃 نہم ۹ جناب شاہ نبی بخش صاحب دامودرپور مظفرپور
〃 دہم ۱۰ جناب صوفی شاہ شمس الدین خاں صاحب مقام رکسہاں ضلع غازیپور
〃 یازدہم ۱۱ جناب مولانا حکیم عبد الغفار صاحب بلیاوی حال مقام رنگپور (بنگلہ دیش)
〃 دوازدہم ۱۲ جناب حافظ محمد ابراہیم صاحب دہی پٹی، مظفرپور
〃 سیزدہم ۱۳ جناب حافظ شاہ شمس الدین صاحب مقام رکسہاں ضلع غازیپور

۱۴ خلیفہ چہاردہم — جناب شاہ عبدالغفور صاحب دامودرپور مظفرپور
۱۵ 〃 پانزدہم — جناب مولوی شاہ دراست حسین صاحب سرکاہی شریف مظفرپور
۱۶ 〃 شانزدہم — جناب مولوی شاہ محمد سعید صاحب مقام گوریارہ مظفرپور
۱۷ 〃 ہفتدہم — جناب صوفی شاہ محمد یوسف صاحب مقام چاندپور فتح ویشالی
۱۸ 〃 ہیزدہم — جناب صوفی شاہ محمد صدیق صاحب مقام دارابٹی مظفرپور
۱۹ 〃 نوزدہم — جناب شاہ محمد نمازی صاحب مقام تھتھیاں ضلع مظفرپور
۲۰ 〃 بستم — جناب مولوی شاہ محمد ایوب صاحب مقام نولی ضلع غازیپور
۲۱ 〃 بست یکم — جناب شاہ محمد سعید صاحب مقام دامودرپور مظفرپور
۲۲ 〃 بست ودوم — جناب حضرت مخدومی شاہ محمد ابراہیم صاحب قبلہ سجادہ نشین
آستانہ عالیہ سرکاہی شریف ۔ مظفرپور
۲۳ 〃 بست وسوم — جناب حافظ وقاری شاہ محمد قطب الدین صاحب ضلع مونگیر
۲۴ 〃 〃 چہارم — جناب شاہ ابوالحسن صاحب نوراللہ مرقدہٗ بتھناہاں ضلع مظفرپور
۲۵ 〃 〃 پنجم — جناب حاجی شاہ محمد اسحاق صاحب شجاول پور، مظفرپور
۲۶ 〃 〃 ششم — جناب حافظ شاہ محمد احمد کریم صاحب نوراللہ مرقدہٗ درہی اپٹی مظفرپور
۲۷ 〃 〃 ہفتم — جناب شاہ محمد عبدالحفیظ صاحب مقام راجہ رام پور، مظفرپور
۲۸ 〃 〃 ہشتم — جناب حافظ شاہ محمد زین العابدین صاحب بہار شریف ضلع نالندہ
۲۹ 〃 〃 نہم — جناب حافظ شاہ محمد نذیر خاں صاحب مقام رکسہا ضلع غازیپور
۳۰ 〃 سی ام — جناب شاہ محمد حنیف خاں صاحب ضلع سلطان پور (یوپی)

خلیفہ سی و یکم[۳۱]:- جناب مولوی شاہ محمد عباس خاں صاحب مقام مکندپور اعظم گڈھ
〃 سی و دوم[۳۲]:- جناب مولوی شاہ محمد علاءالدین صاحب طالب القادری
مقام ہرپور رتوارہ ضلع مظفرپور
〃 سی و سوم[۳۳]:- جناب شاہ محمد عبدالرحمٰن صاحب پوچھیاں لعل گنج، ویشالی
〃 سی و چہارم[۳۴]:- جناب مولانا شاہ محبوب عالم صاحب گوپالپور ضلع مظفرپور
〃 〃 و پنجم[۳۵]:- جناب مولوی شاہ محمد ادریس صاحب خلف جناب شاہ
قربان علی صاحب ضلع چھپرہ
〃 〃 و ششم[۳۶]:- جناب شاہ محمد حنیف صاحب (مشرقی پاکستان)
ان کو حضرت سرکار قبلہ سے صرف اجازت بیعت حاصل
ہے ۔ ابھی دستار بندی کی نوبت نہیں پہونچی تھی کہ حضرت
سرکار علیہ الرحمہ کا وصال ہوگیا ۔

حضرت سجادہ نشین علیہ الرحمۃ والرضوان کے خلفاء و مجازین

مرتبہ :- استاد الاساتذہ علامہ شاہ علی حسن صاحب تیغی
ناظم اعلیٰ مرکزی مدرسہ علیمیہ انوار العلوم ملحق خانقاہ آبادانیہ
سرکاہی شریف، قابل پور، مظفرپور، بہار (انڈیا)

ع۱ :- جناب شاہ محمد اسحاق صاحب تیغی سومیر گنج مظفرپور (ویشالی)
ع۲ :- جناب حافظ شاہ محمد یٰسین صاحب سعد پورہ، مظفرپور
ع۳ :- جناب شاہ غلام محی الدین خاں صاحب مُرکی خورد، غازیپور، یوپی
ع۴ :- جناب شاہ محمد اسماعیل صاحب، پیکا ضلع چھپرہ
ع۵ :- جناب شاہ محمد شفاعت حسین صاحب تیغی علیہ الرحمہ ضلع چھپرہ
ع۶ :- جناب شاہ محمد سید اللہ صاحب تیغی بیتھا ہاں، مظفرپور
ع۷ :- جناب شاہ محمد قمر الدین صاحب تیغی علیہ الرحمہ غیاث پور، سیوان
ع۸ :- جناب شاہ علی حسین صاحب تیغی علیہ الرحمہ دیوریا
ع۹ :- جناب مولانا شاہ عمر علی صاحب تیغی، حسینی شریف مشرقی چمپارن
ع۱۰ :- جناب مولانا شاہ علی احمد جید القادری ماری پور مظفرپور
خلف اکبر حضور سجادہ نشین صاحب قبلہ علیہ الرحمہ

ع۱۱ :- جناب شاہ محمد طیب خاں صاحب تیغی رمول ضلع غازیپور
ع۱۲ :- جناب مولانا شاہ امام بخش صاحب تیغی انصار نگر ڈگرا - ویشالی
ع۱۳ :- جناب شاہ محمد سلطان صاحب تیغی علیہ الرحمہ مظفرپور
ع۱۴ :- جناب شاہ نبی حسن صاحب تیغی علیہ الرحمہ دیوریا
ع۱۵ :- جناب شاہ اختر حسین صاحب تیغی کرہنی مظفرپور
ع۱۶ :- جناب شاہ قاضی محمد جان صاحب تیغی سعد پورہ مظفرپور
ع۱۷ :- جناب شاہ عبدالرحمٰن صاحب تیغی جوگولیا، مشرقی چمپارن
ع۱۸ :- جناب شاہ نورالدین خاں صاحب علیہ الرحمہ غازی پور
ع۱۹ :- جناب شاہ محمد اختر صاحب تیغی مہیند ضلع غازی پور
ع۲۰ :- جناب شاہ محمد علیم اللہ صاحب مہنار زمانیہ غازی پور
ع۲۱ :- جناب شاہ الٰہی بخش صاحب علیہ الرحمہ نکٹی پل مشرقی چمپارن
ع۲۲ :- جناب شاہ محمد اسحاق صاحب تیغی گنجاس، مظفرپور
ع۲۳ :- جناب شاہ عبدالخالق صاحب گیرولیا ۲۲ پرگنہ
ع۲۴ :- جناب شاہ محمد سراج الحق صاحب تیغی علیہ الرحمہ چھپرہ
ع۲۵ :- جناب شاہ نور محمد صاحب تیغی بیلگھریا - کلکتہ
ع۲۶ :- جناب شاہ محمد تقی صاحب اکھوئی چھپرہ
ع۲۷ :- جناب شاہ عبدالحئی صاحب آئینہ اسلام پور دھنباد
ع۲۸ :- جناب شاہ محبوب علی صاحب دیوریا

۲۹:۔ جناب شاہ علی جان صاحب تیغی علیہ الرحمہ رحمت گنج دھنباد

۳۰:۔ جناب شاہ عبداللہ صاحب علیہ الرحمہ مشرقی چمپارن

۳۱:۔ جناب الحاج صوفی شاہ محمد قربان علی صاحب تیغی بہورکھا، ویشالی

۳۲:۔ جناب شاہ محمد اسرائیل صاحب دریا چھپرہ مظفرپور

۳۳:۔ جناب شاہ عیدن صاحب پکڑی پکوہی مظفرپور

۳۴:۔ جناب جمیل احمد صاحب تیغی ٹیابرج کلکتہ

۳۵:۔ جناب شاہ عبدالعزیز خاں صاحب تیغی بتی کل کلکتہ ۲۴

۳۶:۔ جناب مولانا شاہ علی حسن صاحب تیغی شہباز پور، مظفرپور

۳۷:۔ جناب مولانا شاہ محمد قاسم صاحب براہیمی مادی پور مظفرپور

۳۸:۔ جناب شاہ عبدالرحمٰن صاحب کچوپت پور سیوان

۳۹:۔ جناب شاہ فضل حق صاحب تیغی مٹھیاں چھپرہ

۴۰:۔ جناب شاہ منظور صاحب نولی غازی پور

۴۱:۔ جناب شاہ محمد حنیف صاحب مونگیر

۴۲:۔ جناب شاہ حکیم خدادین صاحب فاتح آباد مظفرپور

۴۳:۔ جناب شاہ محمد صدیق صاحب تیغی گوریا، مظفرپور

۴۴:۔ جناب شاہ عبدالعزیز صاحب مظفرپور

۴۵:۔ جناب شاہ فضل الرحمٰن صاحب درہی پٹی مظفرپور

۴۶:۔ جناب شاہ عبدالشکور صاحب کواہی ویشالی

۴۷:۔ جناب شاہ عبدالرحیم صاحب پوری اڑیسہ

۴۸:۔ جناب مولانا شاہ غلام محمد یحییٰ صاحب آروی نولی غازی پور

۴۹:۔ جناب شاہ علیم الدین صاحب جھریا دھنباد

۵۰:۔ جناب شاہ مطیع الرحمٰن صاحب دربھنگہ

۵۱:۔ جناب شاہ جلال الدین صاحب غازی پور

۵۲:۔ جناب شاہ نظیر الحسن صاحب چکنزادہ سمستی پور

۵۳:۔ جناب شاہ محمد اسرائیل صاحب علیہ الرحمہ الکھبنی، چمپارن

۵۴:۔ جناب شاہ عبدالرشید خاں صاحب تیغی غازی پور

۵۵:۔ جناب شاہ محمد ثناء اللہ صاحب پیراپاں مظفرپور

۵۶:۔ جناب شاہ محمد علاء الدین صاحب براہیمی کالا ماٹی، کٹک

۵۷:۔ جناب شاہ احمد علی صاحب براہیمی رکابی بازار کٹک

۵۸:۔ جناب شاہ عبدالرحمٰن صاحب بکسماواں ویشالی

۵۹:۔ جناب شاہ محمد مستقیم صاحب چھپرہ

۶۰:۔ جناب مولانا شاہ محمد عزیز اللہ صاحب مظہری علیہ الرحمہ سرکانہی شریف

۶۱:۔ جناب شاہ رحمت علی صاحب رشرہ ہوگلی

۶۲:۔ جناب شاہ محمد اسلام صاحب ہرپورجان چھپرہ

۶۳:۔ جناب شاہ محمد یعقوب صاحب چھپرہ

۶۴:۔ جناب شاہ عبدالسبحان صاحب مظفرپور

۶۵:۔ جناب صوفی شاہ عظمت علی صاحب تیغی مدرنا ویشالی
۶۶:۔ جناب شاہ غلام محمد صاحب بستی (یو، پی)
۶۷:۔ جناب شاہ محمد سلطان صاحب چھپرہ
۶۸:۔ جناب شاہ عبدالرزاق صاحب مظفرپور
۶۹:۔ جناب شاہ شوکت علی صاحب ابابکرپور ویشالی
۷۰:۔ جناب شاہ محبوب عالم صاحب بسنت پور چھپرہ
۷۱:۔ جناب شاہ محمد صدیق صاحب تیغی علیہ الرحمہ جعفرپور مظفرپور
۷۲:۔ جناب شاہ محمد لقمان صاحب تیغی ″ ″ ″
۷۳:۔ جناب شاہ سلامت علی صاحب قادری رام پور نرائن گنج مونگیر
۷۴:۔ جناب مولانا شاہ محمد علی براہیمی صاحب سجادہ نشین خانقاہ آبادانیہ سرکانہی شریف
۷۵:۔ جناب شاہ محمد عباس صاحب براہیمی اڈھولیا ۔ مظفرپور
۷۶:۔ جناب شاہ عبدالحمید صاحب تیغی القادری لعل گنج ویشالی
۷۷:۔ جناب شاہ محمد اسرائیل صاحب براہیمی پیراہی کلاں چھپرہ
۷۸:۔ جناب شاہ محمد حنیف صاحب کوٹیلہرا پوربی چمپارن
۷۹:۔ جناب شاہ محمد حنیف صاحب کیلا جلالپور ویشالی
۸۰:۔ جناب شاہ محمد عالم صاحب مظفرپور
۸۱:۔ جناب شاہ عبدالرشید صاحب بھاگلپور
۸۲:۔ جناب شاہ آس محمد صاحب چھپرہ

۸۳:۔ جناب الحاج شاہ عبدالمجید صاحب تیغی انصاری ۔ ابونجھی
۸۴:۔ جناب شاہ محمد صادق خان صاحب رکسہاں غازی پور
۸۵:۔ جناب شاہ محمد سلطان صاحب چھے ساگرہ آسام
۸۶:۔ جناب شاہ محمد عباس صاحب چھپرہ
۸۷:۔ جناب صوفی شاہ محمد اسحاق صاحب تیغی سیواتی پٹی مظفرپور
۸۸:۔ جناب شاہ محمد شمس الدین صاحب تیغی فناگوریا مظفرپور

زیرنگرانی

پیر طریقت، استاذ الاساتذہ حضرت علامہ شاہ علی حسن تیغی
مدظلہ العالی ۔ صدر المدرسین و ناظم اعلیٰ مرکزی مدرسہ
علیمیہ انوار العلوم ملحقہ خانقاہ آبادانیہ سرکانہی شریف،
درماہ ربیع الاول ۱۴۱۶ھ مطابق اگست ۱۹۹۵ء
طبع گردید ۔

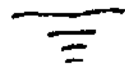
شجرۂ طیبہ حضرات عالیہ قادریہ مجددیہ آبادانیہ فریدیہ تیغیہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

مرتبہ و منظومہ شاہ محمد علاء الدین صاحب طالب القادری التیغی

یا خدا بہر جناب مصطفےٰ امداد کن ؞ یا رسول اللہ از بہر خدا امداد کن
از برائے پادشاہ اولیاء حیدر علی ؞ بہر شبیر و علی زین عبا امداد کن
از طفیل باقر و جعفر امام اولیا ؞ وز برائے کاظم و موسیٰ رضا امداد کن
صدقۂ معروف کرخی و سری سقطی ولی ؞ وز پئے شاہ جنید با صفا امداد کن
از برائے شبلی و بو القاسم نور الھدیٰ ؞ بہر بو الفضل عبد واحد با خدا امداد کن
بہر شاہ بو الفرح طرطوسی شیخ زمن ؞ بہر بو الحسن علی پر ضیا امداد کن
از برائے بو سعید شاہ مخزومی لقا ؞ بہر عبد القادر قدرت نما امداد کن
از طفیل عبد رزاق و بہ شرف الدین حق ؞ صدقہ عبد الوہاب ذو العطا امداد کن
از برائے شہ بہاؤ الدین و سید عقیل ؞ بہر شمس الدین صحرائی لقا امداد کن
بہر گدا رحمٰن اول بہر شمس الدین ولی ؞ بہر گدا رحمٰن ثانی مہتدا امداد کن
صدقۂ سید فضیل و شہ کمال کیتھلی ؞ بہر اسکندر شہ حاجت روا امداد کن
از برائے احمد سرہندی و آدم شریف ؞ وز پئے پیر محمد مقتدا امداد کن
از طفیل شہ محمد خان لودھی شیخ وقت ؞ وز پئے شاہ محمد با صفا امداد کن

خاتمہ!

اس حقیر سراپا تقصیر نے ایک بحر ذخار و مجسمۂ فضل و کمال کے جس قدر واقعات و حالات و ارشادات و ملفوظات اپنی آنکھوں سے دیکھے اور کانوں سے سنے اور جو دیگر معتمد برادران طریقت نے بتائے وہ آپ کی خدمت میں پیش کر دئے۔ امید ہے کہ اس اختصار میں جو خامیاں نظر آئیں فقیر کی کم مائیگی پر نظر رکھتے ہوئے اپنے دامن کرم میں چھپائیں گے اور دعا فرمائیں گے کہ مولیٰ تعالیٰ فقیر کی مغفرت کرے۔ آمین۔ آمین۔ بجاہ حبیبہ سید المرسلین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا و مولانا محمد و آلہ و اصحابہ و اولیاء امتہ و علماء ملتہ و شہداء محبتہ اجمعین، برحمتک یا ارحم الراحمین۔



صدقۂ آں میر سندھی محمد غوث وقت ÷ بہر مولانا محمد زکریا امداد کن
بہر صوفی شاہ آبادانی واحسان علی ÷ وز پئے عبد العلیم ہتدی امداد کن
بہر دیدار علی وشہ فرید الدین حق ÷ پئے جلال الدین آقا پیشوا امداد کن
از پئے تیغ علی باصفا شاہ مہدی ÷ در دو عالم کالب ناشاد را امداد کن

صدقۂ ایناں کہ مقبولان درگاہ تو اند
جانِ ہر ناشاد را در ہر دو عالم شاد کن

تقاریظ

حضرت استاذ العلماء مولانا شاہ محمد احسان علی صدیقی قادری رضوی قبلہ دامت برکاتہم العالیہ شیخ الحدیث مرکزی دار العلوم اہلسنت منظر اسلام بریلی شریف

ماشاء اللہ مؤلف نے کمال کوشش سے حضرت شاہ صاحب قبلہ موصوف کی سوانح عمری تحریر فرمائی مولیٰ تعالیٰ قبول فرما کر اس کا صلہ خاص عطا فرمائے - میری بھی دورانِ ملازمت مدرسہ دامودرپور میں حضرت سرکار موصوف سے بارہا ملاقات ہوئی - بڑے خلیق اور محب العلماء اور اور متبع مذہب اہلسنت اور سنن نبویہ کے از حد پابند تھے -

فقیروں میں ایسا پابند احکام شریعت بہت کم نظر آئے واللہ اعلم

فقیر احسان علی عفی عنہ، فیض پوری
۱۴ر شوال ۹۷ھ جمعہ



از جلالۃ العلم استاذ العلماء حضرت مولانا حافظ عبد العزیز صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ - شیخ الحدیث دار العلوم اشرفیہ مبارکپور ضلع اعظم گڑھ (یو پی)

نَحمدہٗ وَنصلّی علیٰ حبیبہِ الکریم

جامع شریعت وطریقت شیخ المشائخ محبوب الاولیاء الحاج حضرت شاہ محمد تیغ علی صاحب قبلہ قدس سرہٗ العزیز ایک خدارسیدہ اور بلند پایہ بزرگ تھے - موصوف نہایت دیندار دین پرور متبع سنت اور اعلیٰ حضرت قبلہ فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے مسلک کے پابند تھے - اتباع سنت آپ کی عادت کریمہ کی اپنے مریدین و معتقدین کو بھی اتباع سنت کی تعلیم دیتے تھے، رشد و ہدایت آپ کا

منصب ہی تھا، اشاعت مذہب اور تبلیغ دین کے دلدادہ تھے انوار العلوم علیمیہ دامودر پور مظفر پور جو اس وقت ایک وزنی اور معیاری دار العلوم ہے خاص آپ کی کریمانہ توجہ کا نتیجہ ہے، موصوف ہی کی سعئ بلیغ سے یہ دار العلوم اس بلندی پر پہونچا، مولائے قدیر حضرت قبلہ کی اس یادگار کو روز افزوں ترقی عطا فرمائے۔ اور حضرت ممدوح کا یہ فیض ہمیشہ جاری رکھے۔ آمین۔

مجھے دو بار آپ کی ملاقات کا شرف حاصل ہوا، آپ کو باخدا بزرگ پایا۔ ایسے ہی بزرگوں سے خوارق عادات کا صدور کرامت ہے۔ مولیٰ تعالیٰ آپ کے فیوض و برکات سلسلہ بسلسلہ تاقیامت جاری رکھے۔ آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد و آلہ واصحابہ اجمعین۔ فقط

عبد العزیز عفی عنہ

ھَدیۂ تبریک

از:- مجاہد اسلام حضرت مولانا سید مظفر حسین صاحب مظفر کچھوچھوی دامت برکاتہم العالیہ

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اک زمانہ صحبت با اولیا ——— بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

میں آج مورخہ ۱۰ دسمبر ۱۹۶۰ء کو مدرسہ علیمیہ انوار العلوم کے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد کاظم علی صاحب کی دعوت پر جلسۂ دستار فضیلت میں حاضر ہوا چھ طالب علم فارغ التحصیل ہوئے اور چار بچے حافظ ہوئے، ہر دو اجلاس بڑی کامیابی کے ساتھ ختم ہوئے مولیٰ تعالیٰ اسے یونہی ہمیشہ پھولا پھلا رکھے اور اس کی بہاریں یونہی قائم و دائم رہیں۔ ابھی اس سے فارغ ہوا تھا کہ شاہ محمد حنیف صاحب میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا میں نے ایک کتاب حضرت کی سوانح حیات سے متعلق تصنیف کی ہے اس پر تقریظ تحریر فرمادیں میں نے ابھی (لفظ دہاں) سے اقرار ہی کیا تھا کہ میرے کرم فرما بابو عبد الحلیم صاحب موضع نورالله پور بنگرا تشریف لے آئے انہوں نے کہا کہ حضرت کے آستانہ کے قریب ہی میرا مکان ہے آج وہیں قیام فرمائیے اور آستانے کی حاضری بھی ہو جائے گی۔ میں نے ان سے عرض کیا یوں تو شاید میں نہ چل سکتا لیکن چونکہ آستانے کی حاضری کا سوال ہے اس لئے اب ضرور چلوں گا۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ سب کچھ حضرت ہی کا اشارہ تھا وہ اپنے آستانے پر بلانا چاہتے تھے اس لئے یہ سب کچھ ہوا۔ ۱۱ دسمبر کو مدرسہ کا جلسہ ختم کر کے سب لوگ آستانے کی حاضری کے لئے روانہ ہوئے۔ نماز ظہر آستانے پر پڑھی گئی اس کے بعد آستانے پر حاضر ہوا۔ عجیب پرکیف اور پر نور آستانہ پایا، اگرچہ یہ منبع فیوض

وبرکات ایک دیہات میں واقع ہے، مگر جنگل میں منگل ہونا اسے کہتے ہیں کہ جہاں یہ حضرات بیٹھ گئے ہجوم خلائق تو درکنار نزول رحمت ربی کے ساتھ ساتھ فرشتے بھی پھیرے لگاتے رہتے ہیں۔ سچ ہے

خاصان خدا خدا نباشند ٭ لیکن ز خدا جدا نباشند

میں حضرت شاہ صاحب کی ذات مقدس سے اچھی طرح واقف ہوں آج سے چار سال قبل حضرت کی حیات طیبہ میں اسی مدرسہ علیمیہ کے اجلاس میں آیا تھا، جبکہ حضرت جلسہ کی صدارت فرما رہے تھے۔ اور بارہا کلکتہ میں بھی ملاقات کا شرف حاصل ہوا بڑی پاکیزہ زندگی کے مالک — قومی و مذہبی درد سے سینہ لبریز تھا، مجھ پر حضرت انتہائی کرم فرمایا کرتے تھے اور بار بار دوران گفتگو فرماتے کہ میاں شہزادے میرے دلی تمنا ہے کہ ہر گھر میں تعلیم دین مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کا مرکز بن جائے، اور اسی جذبے کے پیش نظر میں نے مدرسہ علیمیہ کی بنیاد ڈالی ہے اس کو فراموش نہ کرنا اور تمہاری ذات سے مجھکو بہت کچھ امید ہے۔ میں نے حضرت سے دعا فرمانے کی استدعا کی، حضرت نے دعا فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا مدرسہ کو فراموش نہ کرنا۔ آج انہیں کی دعاؤں کی برکت ہے کہ مدرسہ علیمیہ دن دونی رات چوگنی ترقی کر رہا ہے۔ اب میں خصوصیت سے حضرت کے خلفاء و مریدین و معتقدین سے گذارش کروں گا کہ اس سلسلہ کو برقرار رکھنا حضرت کی تعلیمات پہ عمل کرنا۔ حضرت کی یادگار

مدرسہ علیمیہ کو برقرار رکھنا۔ حضرت کی تعلیمات پر عمل کرنا۔ حضرت کی روح کو خوش رکھنے کا موجب ہوگا۔ اور یہی آپ کی وفاداری کی بیّن دلیل ہوگی۔ یہاں اپنے نفس کا شائبہ اپنی ذاتی منفعت کا خیال سے دین و دنیا دونوں جہان کی نعمتوں سے محرومی کا سبب ہو جائے گا۔ اس لئے کہ حضرت نے اس سلسلہ والوں کو کہیں سے بھی محروم رہنے نہیں دیا بلکہ آپ کے سامنے ایک زندہ مثال چھوڑ دی ہے۔ اگر تم شریعت اور قانون شریعت و دین پاک مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم یا دنیوی تعلیم حاصل کرنا چاہتے ہو تو مدرسہ علیمیہ کا دروازہ تمہارے لئے کھلا ہوا ہے یہاں تمہیں قانون شریعت سکھایا جائے گا۔ تمہاری ظاہری ہیئت کذائی تمہاری دنیا سنوارنے کا سامان موجود ہے اور اگر تم اپنے دل کی دنیا سنوارنا چاہتے ہو، محبت سیکھنا چاہتے ہو۔ راہ عشق و محبت میں قدم رکھ کر منزل الی اللہ تک پہنچنا چاہتے ہو تو خانقاہ تیغیہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ اب یہ تمہاری طلب پر ہے۔ نہ یہ دروازہ بند ہے نہ وہ دروازہ بلکہ — بڑھ کے جو جام اٹھالے وہی پیمانہ ہے۔

اب یہ سلسلہ تیغیہ کے مریدین و معتقدین کی طرف پر موقوف ہے اگر آپ اس سلسلہ سے وفادارانہ طور پر متعلق رہے اور دل میں سچی تڑپ و صحیح عقیدت رہی تو اس سلسلہ کے تمامی فیوض و برکات سے [illegible] مالامال ہو جائیے گا۔ اور اگر وفادارانہ ذہنیت نہیں رہی تو [illegible]

مرید ہو جانے یا خلیفہ[ص] بن جانے سے کچھ نہیں ہوتا ہے بلکہ اس کی مثال یوں ہوگی سہ

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم
نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کے صدقے تمام مریدین و معتقدین کو اس سلسلے کے تمام فیوض و برکات سے مستفید فرمائے۔ حضرت کی تعلیم پر عمل کرنے کی توفیق دے، حضرت کی تعلیمات کیا ہیں اسی سلسلے کی ایک کڑی محترمی شاہ محمد حنیف صاحب کی تصنیف انوار قادری ہے اس کو غور سے دیکھیں، پڑھیں اور اس کے ذریعے حضرت کی جو زندگی ہو اس کے مطابق اپنی زندگی گذارنے کی کوشش کریں، یہی پیر و مرشد کی خوشنودی کا سبب بنے گا۔

اٹھا جو مینا بدست ساقی رہی نہ کچھ تاب ضبط باقی
تمام میکش پکار اٹھے یہاں سے پہلے یہاں سے پہلے

فقیر سید مظفر حسین کچھوچھوی
مقیم حال۔ نور اللہ پور بنگرا، ضلع مظفر پور
۱۲ر دسمبر ۱۹۶۰ء

ص اشارہ ان لوگوں کی طرف ہے جو اجازت و خلافت دنیاوی حاصل کرنا چاہتے تھے مگر اپنے مقصد میں ناکام رہے اور اس ناکامی کی رنجش سے "آئینۂ حقیقت" و "صوفیت کے دامن پر بدنما داغ" جیسی گندی کتابیں لکھ کر دین و دنیا دونوں جہاں کی روسیاہی خرید رہے ہیں ۱۲

تبریک

از:۔ سلطان الواعظین حضرت مولانا الحاج سیّد عبد المعبود محمود القادری ربانی جبلپوری مدظلہ العالی

جمیع الاوصاف حضرت مولوی حافظ شاہ محمد حنیف صاحب قادری حمیدی فریدی تیغی آبادانی نے اپنے جذبۂ محبت و حسن عقیدت و ارادت کے اظہار کے لئے اپنے پیر و مرشد حضرت بابرکت حامئی سنت و شریعت واقف اسرار طریقت و معرفت جناب صوفی و حاجی شاہ محمد تیغ علی صاحب قادری مجیبی آبادانی علیہ الرحمہ کی سوانح حیات "انوار قادری" تالیف کر کے خوش عقیدہ مسلمانوں کو ایک نفیس تحفہ اور مریدین سلسلہ تیغیہ کو ایک بہترین نمونۂ زندگی پیش کیا ہے۔ خدا کرے یہ کتاب بخاطر خواہ مقبولیت پائے اور مؤلف موصوف کا مقصد تالیف و تصنیف کما حقہٗ پورا ہو۔ اور مریدین سلسلہ صحیح معنی میں اس قابل قدر کتاب سے فیضیاب ہوں۔ اور کم سے کم اتنا فیض تو ہو کہ سلسلہ تیغیہ کے تمام مریدین و خلفاء اپنے شیخ کے مرکزی آستانہ کے ساتھ پوری طرح سے مربوط ہو جائیں اور اپنے پیر و مرشد کے جانشین

وسجادہ نشین کے گرداگرد اجتماعی حیثیت سے ستاروں کی طرح جمع
ہوکر علمی طور پر اپنے شیخ کی تعلیمات کی روشنی کا اجالا ساری دنیا میں پھیلا
سکیں۔ اور اپنے مرشد کی سب سے بڑی دینی یادگار مدرسہ عربیہ
یعنی انوارالعلوم علیمیہ سرکاہی شریف اور دامودرپور کو اپنی پوری طاقت
وتوانائی اور ہر قسمی اعانت وامداد سے ہندوستان کا ایک بہت
بڑا دارالعلوم اہلسنت وجماعت بناکر اپنا حق ارادت وعقیدت
ادا کرسکیں۔ مختصر یہ کہ میں اس تالیف نفیس پر جناب حافظ
صاحب زید لطفہٗ کو مبارکباد دیتا ہوں اس کے مرتب صاحب
جناب مولوی شاہ محمد علاءالدین صاحب طالب القادری کو اور ناشران
کتاب کو لائق تحسین سمجھتا ہوں۔ فقط والسّلام

دعاگو خویدم العلماء

فقیر ربانی سید وجود القادری غفرلہ جبلپوری
خادم وسجادہ نشین آستانہ عالیہ اعلیحضرت شیخ الحدیث
باندوی سیدنا سرکار امانت علیہ الرحمہ
۸ر جمادی الآخر سنہ ۱۳۸۰ھ دوشنبہ مبارک

تاریخ وصال

-۱-

ازحضرت مولانا مولوی محمد طفیل احمد صاحب
حامدالرضوی سابق مدرس مدرسہ دارالعلوم علیمیہ انوارالعلوم سرکاہی
شریف ودامودرپور مظفرپور (بہار)

فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ھُمُ الْغٰلِبُوْنَ (سورۂ مائدہ پارہ ۶۔ رکوع ۸)
۷۸ ھ ۱۳

-۲-

ازحضرت مولانا مولوی قمر مجیبی القادری مرار آبارتی مدظلہ العالی

قبلۂ عالم درخلد بریں — عزیق رحمت
۷۸ ھ ۱۳ — ۵۸ ء ۱۹

-۳-

از علامہ غلام جیلانی صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ سابق مدرس
دارالعلوم مظہر اسلام مقام مسجد بی بی جی بریلی شریف
(یوپی)

انتقال نجیب خلاق — ارم نشین والاحضرت
۷۸ ھ ۱۳ — ۷۸ ھ ۱۳

مجموعہ کرامات مشہور   خورشید انور

۱۳ھ ۷۸   ۱۳ھ ۷۸

نور تیغ علی فروغ امان   مرشد حق زین فیض زمان

۱۳ھ ۷۸   ۱۳ھ ۷۸

کوگئے کوچ سوئے باغ جنان   زبدۃ الصالحین بلند مکان

۱۲ھ ۷۸

—۴—

از حضرت مولانا مولوی مجیب الاسلام صاحب نسیم اعظمی مدرس مدرسہ دارالعلوم مظہر اسلام مسجد بی بی جی بریلی شریف (یوپی)

چل دیئے تیغ علی بھی الامان
وہ اٹھائیں گے کہیں لطف جنان
مرد مومن یہ سمجھتے ہیں انہیں
پیشتر تھے سامنے پر اب کہاں
جو مٹا راہِ خدا میں بالیقین
وہ ہے زندہ یہ ہے قرآنی بیان

خوب ہے تاریخ رحلت اے نسیم
اہل حق کو مل گیا باغ جناں

۱۳ھ ۷۸

—۵—

از عالم باعمل فاضل اجل حضرت مولانا صابر القادری صاحب نسیم بستوی مدرس مدرسہ فیض الرسول براؤں شریف ضلع بستی (یوپی)

آپ کی ذات مبارک تھی جہاں میں بیمثال
آپ تھے محبوب دربار شہ دنیا و دین
سینکڑوں گم کردہ منزل کو دکھائی راہ حق
بالیقیں تھے آپ بھی از اولیائے کاملین
بے نواؤں کو کیا ہے بامراد و شاد کام
اے تعالی اللہ غلام تاجدار مرسلین
دی صدا ہاتف نے سال وصل ہے پیارے نسیم
مشعل مرشد وہدلے خورشید انور بالیقین

۱۳ھ ۷۸

— ۶ —

از جناب عبدالستار صاحب رازؔ، مقام آسنسول
ضلع بردوان (بنگال)

کچھ نہ پوچھو مجھ سے وجہ بے کلی
دل پہ میرے غم کی بجلی آ گری
عارف حق عارف شانِ نبی
جان زہرا فرحت روحِ علی
کیا کہوں میں آپ کی شان جلی
شیخ عالم کہتے ہیں ان کو سبھی
ناز ہے اپنے مقدر پر مجھے
کہ غلامی ہاتھ آئی آپ کی
کہہ رہے ہیں آپ خود مضطر نہ ہو
غرق ہو اب فکر میں تاریخ کی
رازؔ کہہ دے اس طرح تاریخ تو
قطب اطہر تیغ علی زندہ ولی

---

۱۹ ۶ ۵۸

راز گفت ایں مصرعۂ سال وصال
پیر کامل گنج باطن تیغ علی

---

۱۹ ۶ ۵۸

نذرانۂ عقیدت

از جناب نایاب غازی پوری صاحب، بتقریب جلسۂ چہلم شریف

ارض سرکانہی سے نکلا ایک ایسا آفتاب
سارا عالم جگمگا اٹھا ہیں جس کا جواب
اہل حاجت آپکی خدمت میں آتے بیحساب
آپ نے جو بات کہہ دی ہوگئے وہ کامیاب
آہ وہ بحر علوم معرفت خاموش ہے
جس نے روشن کر دیئے دل آہ وہ روپوش ہے
آپ کرتے تھے دعا کہ اے خدائے ذوالجلال
راہِ حق پر سلسلہ چلتا رہے بے قیل و قال
غوث اعظم کے مہینے سے تھی الفت بے مثال
دیکھتے ہی چاند اس دنیا سے فرمایا وصال

آہ وہ بدرِ طریقت آج رخصت ہوگیا
آفتابِ دین و ملت آج رخصت ہوگیا

عام تھی تبلیغ جسکی پاک و ہندوستان میں
علم کتنا تھا کبھی آیا نہ یہ پہچان میں
آپ میں تھی وہ صفت جو چاہیئے انساں میں
آپ تھے کامل ولی کیا ہو بیاں اس شان میں

ہائے ہم کو چھوڑ کر کس پر چلا میرا ولی
حشر تک اب راہ تیری دیکھتا ہے تیغ علی

ہادیٔ دین طریقت رہبرِ دنیا و دیں
جس کی چوکھٹ سے ہے وابستہ ہزاروں کی جبیں
جس کے تبلیغ عمل سے کوئی بھی غافل نہیں
جس کو کہتے ہیں ہم شمع ہدایت بالیقین

میکدہ سونا پڑا ہے کس کو اتنا ہوش ہے
ہائے وہ پیر زماں کچھ اس طرح خاموش ہے

جو پلاتا تھا ہمیشہ الفت و شفقت کا جام
بابو کہہ کر ٹوٹے دل کو جوڑ دیتا تھا مدام
پھول جھڑتے تھے غضب کا وہ پیارا خوش کلام
کام جس کا تھا دعائیں دینا سب کو صبح و شام

دے کے پیغام محمد ناگہاں رخصت ہوا
الوداع کہہ کر وہ میر کارواں رخصت ہوا

ہر طرف جس نے محبت کے دیئے دریا بہا
رنج و غم میں جو کہ دیتا تھا سکون بے بہا
بے سہاروں کو سہارا دینے والا چل بسا
آہ ہم کس سے کہیں گے اپنے دل کا مدعا

اب سنے گا کون رودادِ الم جب تو نہیں
اب تسلی کون دے گا مرشدا جب تو نہیں

رات و دن رو رو کے حق سے آپ کرتے تھے دعا
ان مسلمانوں کو یارب صاحب ایماں بنا
دے بصیرت ان کو سمجھیں میرے دل کا مدعا
تا ابد بڑھتا رہے قائم رہے یہ سلسلہ

گلستانِ معرفت سے ہوگئی رخصت بہار
کتنی مدت پر نہ جانے ہوگا موسم سازگار

واقفِ سرِ حقیقت اے مرے تیغ علی
آبادانی و فریدی و مجیبی قتادری
جس کے دم سے معرفت کے نور کی بارش ہوئی
گلستانِ معرفت میں جس سے آئی تازگی

تو ہوا رخصت، کہ سونا ہوگیا ہندوستان
تیرے غم میں رو رہے ہیں یہ زمین و آسمان

مدرسہ ہے آپ کی تبلیغ کا اک تازہ پھول
تھی وصیت مدرسہ میں ہوں شریعت کے اصول
آپ تھے اس کی بقا کے واسطے بے حد ملول
آپ کی جو تھی تمنّا اے خدا کر لے قبول

مدرسہ اس پیارے رہبر سے ہوا محروم آج
اس جگہ کا ذرّہ ذرّہ کیوں نہ ہو مغموم آج

تیرا کاشانہ ہے تیری زندگی کی یادگار
مدرسہ ہے آپ کی تدریس کا آئینہ دار
آج دل سے مستعد ہو جائیں سارے جاں نثار
عزم و ہمت اور جرأت سے اٹھا لیں اس کا بار

گلستان حضرت تیغ علی کے واسطے
ہم میں جرأت دے خدا ابن علی کے واسطے

آپ کے نقش قدم پر جو چلے پیر و جواں
راہ کے ذرّوں سے پائے گا وہ منزل کا نشاں
ہر قدم پر ہو تصور تیرا میر کارواں
پھر تو ہو امداد غیبی اور خدا ہو مہرباں

ظاہر و باطن ہو یکساں یہ سبق سکھلا گیا
راہ حق راہ شریعت ہم کو تو دکھلا گیا

آہ وہ ہادیٔ ملت الوداع کہتا ہے آج
قاطع شرک و بدعت الوداع کہتا ہے آج
آہ وہ شمع ہدایت الوداع کہتا ہے آج
آہ وہ نور طریقت الوداع کہتا ہے آج

آہ دنیا سے وہ پیر باصفا رخصت ہوا
کشتیٔ ملت کا اپنا ناخدا رخصت ہوا
۱۹۵۸ء

آپ کا رتبہ کرے کوئی بیاں کیا آدمی
وقف کردی راہ حق میں جس نے ساری زندگی
آستانے کی ترے واللہ کیا ہے دلکشی
مل گئی مجھ کو ضیائے سرمدی یا سیدی

آج گلدستہ عقیدت کا چڑھانے آئے ہیں
آستاں پر جان و دل قربان کرنے آئے ہیں

تیری رحلت کی خبر سے دل پہ بجلی گر گئی
بڑھ رہی ہے دن بدن اب میرے دل کی بیکلی
الوداع تو نے کہا دنیا کو اے شاہ ولی
واقف اسرار حق اے حضرت تیغ علی

ہے یقیں نایاب دنیا سے ولی جاتے نہیں
رہتے ہیں پردے میں لیکن سامنے آتے نہیں

دیگر

— از —

حضرت مولٰنا مولوی مجیب الاسلام صاحب نسیم اعظمی مدرس مدرسہ
منظر الاسلام بریلی شریف (یوپی)

رنج و غم کی گھٹا یہ کیوں چھائی !
آہ آفت یہ سر پہ کیوں آئی !
ذرہ ذرہ یہ اشکبار ہے کیوں
آج رخصت مرا قرار ہے کیوں
کس کے غم میں ہے داغدار قمر
کیا ہوئی وہ تری بہار شجر
اے گلو وہ تبسّم پیہم
لے گیا کون چھین کر یک دم
چاند تاروں کی انجمن بے نور
اب کہاں ہیں وہ جلوہ ہائے طور

اف وہ زینت روش ہے کہاں
اف وہ رنگینیٔ چمن ہے کہاں
چہچہے کیا ہوئے عنا دل کے !
کیا ہوئے سارے ولولے دل کے
قمریٔ خوشنوا بھی ہے خاموش
سارا عالم ہی جیسے ہے بے ہوش
یا خدا کیا انقلاب آیا
چاند پر دفعتًا سحاب آیا

— ٥ —

مناقب

از

حضرت مولانا مولوی محمد مجیب الاسلام صاحب نسیمؔ اعظمی

مدرس مدرسہ مظہر الاسلام بریلی شریف

اوج پر الحمد للہ عظمت تیغ علی
جانتا ہے آسماں کچھ رفعت تیغ علے
آفتاب معرفت اور زہد و تقویٰ کے امام
طاعت شاہ مدینہ طاعت تیغ علے
ذکر سے تیرے تزلزل قصر باطل میں پڑا
تاقیامت زندہ باد اے شوکت تیغ علے
اب کوئی صورت مری نظروں میں آسکتی نہیں
چھا گئی ہے میرے دل کو صورت تیغ علے
گردش ایام سے ڈرنا مجھے آتا نہیں
دستگیر ناتواں ہے نصرت تیغ علے
تیرا دربار مقدس عالم انوار ہے
ہر طرف پھیلی ہوئی ہے طلعت تیغ علے

جلتے جلتے سارے اعدا خاک میں مل جائیں گے
روز بڑھتی ہی رہے گی شوکت تیغ علے
جس کا دم وجہ سکون قلب مضطر اے نسیمؔ
پھر گوارا کس طرح ہو فرقت تیغ علے

ایضاً منہ

آفتاب زہد و عرفاں حضرت تیغ علے
جس سے روشن میرا ایماں حضرت تیغ علے
حامئ سنت ہیں یہ اور ماحئ بدعت بھی ہیں
کانپتا ہے جن سے شیطاں حضرت تیغ علے
جس نے جو مانگا ملا سرکار وہ سرکار ہیں
بھر رہے ہیں سب کا داماں حضرت تیغ علے
آپ کا خوانِ کرم اک عام دسترخوان ہے
سب پہ دیکھا تیرا احساں حضرت تیغ علے
اہل ملت کیلئے اک پیکر اخلاق ہیں
اور عدو پر تیغ بُرّاں حضرت تیغ علے
ہے یہاں روشن ترے دم سے تصوّف کا چراغ
تجھ سے جاری درس قرآں حضرت تیغ علے

موت اس کی واقعی ہے قابل صد عز و ناز
ہوگیا جو تم پہ قرباں حضرت تیغ علی
ہو تمنا رے نسیم آباد ہو پھولے پھلے
حشر تک تیرا گلستاں حضرت تیغ علی

— از —

مولانا مولوی طفیل احمد صاحب حامدی الرضوی فیض پوری سے
سابق مدرس مدرسہ علمیہ انوار العلوم دامودرپور

نائب شیر خدا تیغ علی
مشعل راہِ ھُدیٰ تیغ علی
قوم کے تھے رہنما تیغ علی
خلق کے تھے پیشوا تیغ علی
ناصر سنت معین ذی سُنن
تھے ولیٔ با خدا تیغ علی
تیغ تھے تیغ برہنہ ذوالفقار
نام یوں ان کا پڑا تیغ علی
قوم پژمردہ ہوئی دم سے ترے
زندہ جاوید یا تیغ علی

تیری ہر ساعت ریاضت بے گماں
خالی از سمعہ و ریا تیغ علی
تو تھا اک مرد مجاہد پاک باز
نفس شاکی ہی رہا تیغ علی
آج کیوں کوچہ ترا سنسان ہے
اُٹھ ولیٔ با خدا تیغ علی
ہجر کے دن کاٹ کر بہر وصال
چل بسے سوئے خدا تیغ علی
جو ہیں پس ماندہ ترے جائیں کہاں
کون ہے تیرے سوا تیغ علی
جانے والے جائیں جنت میں ترے
ہاتھ ہو دامن ترا تیغ علی
خاک پر تیری ہو رحمت دم بدم
ہر گھڑی صبح و مسا تیغ علی
حق یہ کہتا ہے طفیل حامدی
حق کا تو اور حق ترا تیغ علی

—٠٠—

دیگر

— از —

جناب جوّاد خاں صاحب نایابؔ غازی پوری

ہے بے قرار زمانہ حضور تیغ علے
نگاہِ لطف ہو آقا حضور تیغ علے
تمہارے دم سے ہیں گلہائے معرفت تازہ
ہو جانِ باغ تمنّا حضور تیغ علے
یہ دل ملا ہے تو بس آپ ہی کا عشق رہے
ہو سر میں آپ کا سودا حضور تیغ علے
نہ ہوگا غم اسے دنیا و آخرت کا کبھی
جو خاکِ پا ہو تمہارا حضور تیغ علے
اسے ملی ہے مدد سرورِ دو عالم سے
ہے جس نے دل سے پکارا حضور تیغ علے
جہاں کو عشق حقیقی کی روشنی بخشی
ہے وصفِ خاص تمہارا حضور تیغ علے
سمیعؔ، جلالؔ و حافظ فریدؔ سے تاباں
ہے تیرے قلب کی دنیا حضور تیغ علے

یہ تیرے الفت و اخلاق کا نتیجہ تھا
ہر ایک سو ہو گیا تیرا حضور تیغ علے
اسے عذاب جہنم کا ڈر نہیں نایابؔ
یہی وظیفہ ہو جس کا حضور تیغ علے

دیگر

— از —

شاہ محمد علاء الدین صاحب طالب القادری مدرس مدرسہ احیاء العلوم
مقتیاں شریف ضلع مظفر پور بہار

در صنعت توشیح

م مقتدائے کاملین و مہتدائے عارفین م
مرشدِ راہِ حقیقت حامیٔ دینِ متین
ح حاجی الحرمین ہے تو اور شاہ اولیاء ح
حاملِ سرِّ خدا ہے اور تاج العارفین
م ماحیٔ بدعت ہے تو اور محیِ دینِ مصطفیٰ م
معرفت کا بحرِ بے پایاں ہے تو اے شاہِ دیں

د دل ہے تیرا مصدرِ فیض و کرم یا مرشدی
دل ہے تیرا وقف اصلاح جمیع المومنین د

ت تیری ذاتِ پاک ہے مجموعۂ فضل و کمال
تیرا رتبہ ہے بڑا اے سرورِ دنیا و دیں ت

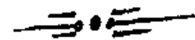
ی یاد تیری حرز جاں ہے طالب ناشاد کا
یوں تیرے دیدار کے مشتاق ہیں سب عاشقیں ی

غ غرق موج نور میں ہے آستانہ آپ کا
غمزدوں کے واسطے گویا ہے یہ خلد بریں غ

ع عشق کا ہے دل میں تیرے ایک دریا موجزن
عاشق خیرالوریٰ ہے اے پناہِ اہل دیں ع

ل لاج تیرے ہاتھ ہے بیکس غلاموں کی ترے
لاکھ عاصی ہیں مگر آئے ہیں یہ تیرے قریں ل

ی یا ولیِ باصفا یا پیکر مہر و وفا
یک نگاہِ مہر کن بر طالبِ اندوہگیں ی



کتاب انوار قادری، ہدایۃ المریدین، انتباہ الطالبین اور اعزاز قادری خانقاہ آبادانیہ سرکاہی شریف پوسٹ قابل پور ضلع مظفر پور سے حاصل کریں۔

دیگر

از:- مولانا علی احمد جید القادری خلف اکبر حضرت شاہ محمد ابراہیم صاحب قبلہ

عمر بھر درس ایمان و عرفان دیا
ناشر علم و حکمت ہیں تیغ علی

ذکر سے ان کے چہرے دمکنے لگے
دافع رنج و کلفت ہیں تیغ علی

تیرے دامن سے وابستہ جو بھی ملے
صاحب شان و شوکت ہیں تیغ علی

بالیقیں دشمنِ مصطفیٰ کے لیے
پیکرِ حیدریت ہیں تیغ علی

ظلمت کفر و شام ضلالت گئی
نور صبح ہدایت ہیں تیغ علی

ہے قدم بوس ان کی نسیم سحر
کہ بہار ولایت ہیں تیغ علی

تیری رحلت سے غمناک و محو فغاں
سارے اہلِ محبت ہیں تیغ علی

دیکھ جیدؔ لباس گدائی میں بھی
خسروِ تاج رفعت ہیں [illegible]غ علی

منقبت

از:۔ جناب مولوی شاہ محمد علاء الدین صاحب طالب القادری تیغی علیہ الرحمہ

پیر کامل قطب عالم حضرت تیغ علی ؛ راز دار کنت کنزاً خلقت تیغ علی
کیا رسائی مدح کی ہو اس چمن میں بلبلو ؛ شاخ سدرہ سے سوا ہے رفعت تیغ علی
شاہ اور ہم سے ملائیں آنکھ کیا ان کی بساط ؛ رکھتے ہیں سینے میں پنہاں الفت تیغ علی
موجب درکات بھی یاں صاحب درجات ہے ؛ اللہ اللہ یہ ہے فیض صحبت تیغ علی
کیوں نہ ہو بے خوف سارا کاروان قادری ؛ ہے دل اعدا پہ بیٹھی ہیبت تیغ علی
فرش والو جاننا چاہو اگر اسرار عرش ؛ کر لو حاصل جان و دل سے قربت تیغ علی
حشر کے دن تک رہیگا بیخود و سرشار و مست ؛ پی لیا ہے جس نے جام شربت تیغ علی
حضرت عبد السمیع[1] ہیں اعلیٰ علیین میں ؛ دیکھو عشرت بداماں حشمت تیغ علی
جگمگاتا ہے علی[2] کا تاج سر پر تیغ کے ؛ برکت مولیٰ علی ہے شوکت تیغ علی
عارف حق محی ملت شہ جلال الدین[3] ہے ؛ پوچھئے منزل مقام و عظمت تیغ علی
پوچھتے انجام کیا ہو عشق کا اب دوستو! ؛ ہو گیا طالب شہید الفت تیغ علی

---

[1] حضرت قبلہ کے شیخ طریقت جن سے آپ کو شرف بیعت حاصل ہے [2] اشارہ دونوں جانب اول مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ، دوم حضرت شاہ مولیٰ علی لعل گنجوی جن سے حضرت سرکار قبلہ کی تکمیل سلوک ہوئی [3] ان دونوں بزرگوں سے آپ نے چند سلاسل کی اجازتیں حاصل کیں